BROWN BOOK

THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_226334
UNIVERSAL
LIBRARY

OUP——2273—19—11-79—10,000 Copies.

OSMANIA UNIVERSIT LIBRRAY

Call No.

Accession No.

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

صوفیاں را رہنما و اولیا را رہبری

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری

الحمد للہ کہ دریں زمان سعادت نشان صحیفہ شریفہ مشتمل بر حالات شیخ الجن و الانس ...

سوانح خواجہ غریب نواز

رہنمائے اجمیر شریف

من تالیف

جناب مولوی ابو الفتح شیخ عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی

بحسن اہتمام [illegible]

[illegible]

[illegible]

صوفیاں را رہنما و اولیا را رہبری

حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری

الحمد للہ کہ دریں زمان سعادت نشان صحیفہ خیر مشتمل بر حالات خواجہ اجمیر موسوم بہ

سوانح خواجہ غریب نواز
رہنمائے اجمیر شریف

من تصنیف

جناب مولوی ابو الفخر شیخ عاشق حسین صاحب سیماب صدیقی الوارثی اکبر آبادی

باہتمام کمترین ایس۔ ریاض الدین عفی عنہ

الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ میں چھپی

(تمام حقوق دائمی بنام مطبع محفوظ ہیں)

بار پنجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الٰہی آشنائے نامِ خود گردان بانم را
کلید مخزنِ انوارِ رحمت ساز جانم را

یہ تقاضائے فطرت ہے کہ مافوق الاستعداد باتوں کو انسان عموماً چھوڑ دیتا ہے حمد و نعت کو انہیں باتوں میں سمجھئے کہ ذہن یار و کمر یار کیطرح ان کا بھی دل و دماغ میں پتہ نہیں لیکن مصنفوں کی سنّت یہی ہے کہ سب سے پہلے مذہباً خدا کی تعریف اور نبیؐ کی نعت لکھ دیں تاکہ صحیفہ متبرک ہو جائے صاحب کافیہ نے قصداً ان باتوں کو چھوڑ دیا۔ اور جب کسی نے اُن سے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے آغازِ کتاب سے پہلے خدا کی حمد اور نبیؐ کی نعت دونوں زبانِ دل سے ادا کرلی تھیں۔ کہ ان دونوں کا ادا کرنا حقیقتاً از روئے عقاید دل سے زیادہ تعلق رکھتا ہے نہ کہ قلم و دوات اور کاغذ سے

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

نبی کریمؐ نے حمدِ خدا کے لئے "لا احصی" کہہ کر زبان کو خاموش کر دیا ہم نعت نبیؐ کے لئے "ناممکن" کہہ کر زبانِ قلم کو ساکت کئے دیتے ہیں کہ جب یہ دونوں باتیں آجتک کسی سے ادا نہ ہو سکیں تو پھر ہم کیا اور ہماری بساط کیا۔ لہذا ع

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

ما بعد ہندوستان والے اچھی طرح جانتے ہیں اور دل سے مانتے ہیں کہ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے ولی ہیں آپ کے معتقدین جسطرح مسلمان ہیں اسی طرح ہندو بھی ہیں مشائخ ہند آپ کے ہم سلسلہ ہونے کو فخر سمجھتے ہیں اور آپ کو ہندوستان کیلئے سبب رحمت جانتے ہیں۔ آپ کے حالات سے سینکڑوں کتابیں بھری پڑی ہیں اور ہر شخص نے بخیال خود آپکے حالات لکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔ نظر براں اب کوئی نئی تاریخ جو آپ کے حالات سے مملو ہو ضرورت سے مبرا نظر آتی تھی لیکن میرا عرصہ دراز سے یہ خیال تھا کہ آپ کے حالات اگر صاف اور صحیح اردو میں بلا مبالغہ اور بے کم و کاست لکھے جائیں نیز اجمیر شریف کی موجودہ حالت کا نقشہ بعینہٖ کھینچا جائے تو زائرین روضۂ خواجہ اور سیاحان اجمیر شریف کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ٹھیرے مجھے والد مرحوم و مغفور (نور اللہ مرقدہ) کے زمانۂ حیات میں اجمیر شریف سے خاص تعلق رہا ہے اس لئے اجمیر اور خواجۂ اجمیر کے حالات کما حقہٗ تسطیر کرنے میں مجھے کچھ زیادہ تشویش کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ؎

راز و نیاز بلبل و گل ہم سے پوچھئے
نرگس کی آنکھ بنکے رہے ہیں چمن میں ہم

ایک بے بضاعت اور کم مایہ حقیر ہستی کے ارادوں کی تکمیل خدا کے ہاتھ میں تھی جو اسطرح ہوئی کہ جناب منشی خواجہ بخش صاحب مالک الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ نے مجھسے حالات خواجہ لکھنے کی فرمایش کی اور میں نے بلا عذر منظور کر لیا۔

مجھے اپنی ناقابلیت کا حال خود معلوم ہے لیکن توفیق الہی کو شامل حال کر کے آغاز کتاب کئے دیتا ہوں جس کا انجام خدا کے ہاتھ ہے ؎

ما کارِ خویش را بہ خداوند کارساز
بگذاشتیم تا کرم او چہا کند

ناظرین اس مکمل و مرصع سوانح عمری کو دیکھ کر یقیناً محظوظ ہونگے [illegible] کتابوں کی زبان سے مقابلتاً صاف اور ستھری سلیس اور دلچسپ پائینگے مجھ سے جہاں ہو سکتا ہے کوشش کرونگا کہ زبان کو الجھاؤ سے بچاؤں تا کہ ناظرین کا جی نہ اُلجھے اور مطالعہ سے ایک لطف خاص حاصل ہو۔ اس سوانح میں وہ باتیں ارادتاً چھوڑ دی گئی ہیں جنمیں دانایانِ فن سیر کو اختلاف ہے۔ اور جو باتیں بالاتفاق سب نے مانی ہیں وہ اسمیں درج ہیں جو اجمیر شریف کی بنیاد زیادہ تر مشاہدہ پر ہے اور اکثر وہاں کے بزرگوں کی روایات پر تاریخ جغرافیہ سے بھی جہاں تک مدد ملسکتی ہے لی ہے۔ غرضکہ ہر طرح اس کتاب کو موجودہ تواریخ سے مرجح بنانیکی کوشش کیگئی ہے۔ کہ اس ایک کتاب کے ہونے سے دوسری کتابوں کی ضرورت نہ رہے۔ اُمید ہے کہ اہل نظر اس محنت کو نگاہِ وقعت سے دیکھینگے اور میری مساعی کو مشکور بنانے میں ساعی ہونگے۔

میں نے اس تاریخ کی ترتیب میں جن تواریخ سے مدد لی ہے وہ یہ ہیں:۔
مرآۃ الاسرار، خزینۃ الاصفیا، سیر العارفین، سیر الاقطاب، تذکرۃ المشایخ، کلمات الصادقین۔ مونس الارواح، تحفۃ الزائرین، اقتباس الانوار، احسن السیر، تحفۃ الابرار وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے اس کتاب کو ان سب تاریخوں کا عطر سمجھئے ع
”ہر پھول کی بہار ہمارے چمن میں ہے“

سیماب
صدیقی وارثی اکبرآبادی

خواجہؒ صاحب کی مفصّل تاریخ اور حالات

آپ خواجہ غیاث الدین حسن الحسینی السنجری کے صاحبزادے ہیں۔ اور آپ کی والدہ کا نام اُم الورع بی بی ماہ نور یا خاص الملکہ تھا۔ آپ حسباً و نسباً حسنی الحسینی ہیں۔

نسب نامہ پدری یہ ہے۔

(۱) حضرت خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری قدس سرہٗ (۲) ابن حضرت خواجہ غیاث الدین احمد (۳) ابن حضرت سیّد کمال الدین (۴) ابن حضرت سید احمد حسین (۵) ابن حضرت سید طاہر (۶) ابن حضرت سیّد عبد العزیز (۷) ابن سیّد ابراہیم (۸) ابن حضرت امام علی موسیٰ رضا (۹) ابن حضرت امام موسیٰ کاظم (۱۰) ابن حضرت امام جعفر صادق (۱۱) ابن حضرت امام محمد باقر (۱۲) ابن حضرت امام زین العابدین (۱۳) ابن حضرت امام حسین علیہ السلام (۱۴) ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

نسب نامہ مادری بعض تواریخ میں اسطرح درج ہے :۔

(۱) حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ (۲) ابن حضرت ام الورع (۳) بنت حضرت داؤد (۴) ابن حضرت سید عبداللہ حنبلی (۵) ابن حضرت یحییٰ زاہد (۶) ابن حضرت سید محمد مورث (۷) ابن حضرت سید داؤد (۸) ابن حضرت سیّد موسیٰ (۹) ابن حضرت سید عبداللہ محض (۱۰) ابن حضرت سید حسن مثنیٰ (۱۱) ابن حضرت امام حسن علیہ السلام (۱۲) ابن حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ

آپکی ولادت اور آپ کے والد بزرگوار کی کیفیت

نسب ناموں میں اختلاف ہے لیکن مندرجہ بالا نسب نامے بالاتفاق مان لئے گئے ہیں۔ آپ

اسی لئے یہاں درج ہوئے۔ آپکی پیدائش موضع سنجرستان[1] میں تاریخ ۱۴ رجب المرجب ۵۳۶ھ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق ہوئی اور آپ نے نشو ونما خراسان میں پائی بعض تواریخ میں تاریخ پیدائش ۹ جمادی الآخر بھی درج ہی لیکن صحیح وہی ہی جو پہلے لکھی گئی سنین پیدائش میں بھی اختلاف ہے بعض نے مادہ تولید "عاشق نو" نکالا ہے جس سے ۵۲۷ھ ہجری حاصل ہوتے ہیں۔ اور بعض نے "امام مجتبیٰ" جس سے ۵۳۶ھ ہجری نکلتے ہیں۔

آپکے والد بھی مشائخ کبار میں بڑا درجہ رکھتے تھے اسلئے آپ کو ولی ابن ولی کہنا بیجا نہ ہوگا۔ آپکے خرق عادات گو بہت مشہور ہیں لیکن جو ہیں وہ بہت زیادہ تعجب خیز ہیں مثلاً ایک روز آپ آتش پرستوں کی طرف جا نکلے۔ ایک آتشکدہ کو افروختہ دیکھکر آپکے خادموں میں سے کسی نے چاہا کہ آٹا گوندھکر روٹی پکالے آتش پرستوں نے جب دیکھا کہ چند مسلمان آتشکدہ کے قریب جمع ہیں اور اُسکی آگ سے روٹیاں پکانا چاہتے ہیں دوڑے اور خادم کو منع کیا۔ وہ خادم آپکے پاس آیا اور جو کچھ گذرا تھا عرض کردیا۔ آپ وضو کرکے آتشکدہ کے قریب تشریف لیگئے۔ وہاں مختار نامی ایک آتش پرست کسی ہفت سالہ لڑکے کو گود میں لئے کھڑا تھا آپنے اُس سے کہا کہ مختار تم اس آگ کی پرستش کیوں کرتے ہو جسمیں کوئی الٰہی طاقت نہیں ہے اور تم اُسے کیوں نہیں پوجتے جسنے اسے اور تمھیں دونوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ بولا کہ ہم تو آگ ہی کو اپنا معبود سمجھتے ہیں ہمارے آباو اجداد سے یہ رسم چلی آتی ہے۔ یہ سنکر آپنے فرمایا کہ اچھا اگر تمھارا اعتقاد آگ پر اسقدر ہے تو تھوڑی سی آگ ہاتھ میں اُٹھالاؤ۔ وہ بولا کہ اگر میں اسے ہاتھ لگاؤں گا تو فوراً جل مروں گا ؎

اگر صد سال گبر آتش فروزد دگر یکدم دران افتد بسوزد

جب اُسنے یہ جوابدیا تو آپ نے اُس ہفت سالہ لڑکے کو مختار کی گود سے چھین لیا اور آیہ کریمہ قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ ہ پڑھتے ہوئے آتشکدہ میں داخل ہوگئے۔ مختار اور

[1] سنجرستان عراق سے سات روز کی راہ پر واقع ہے ۱۲

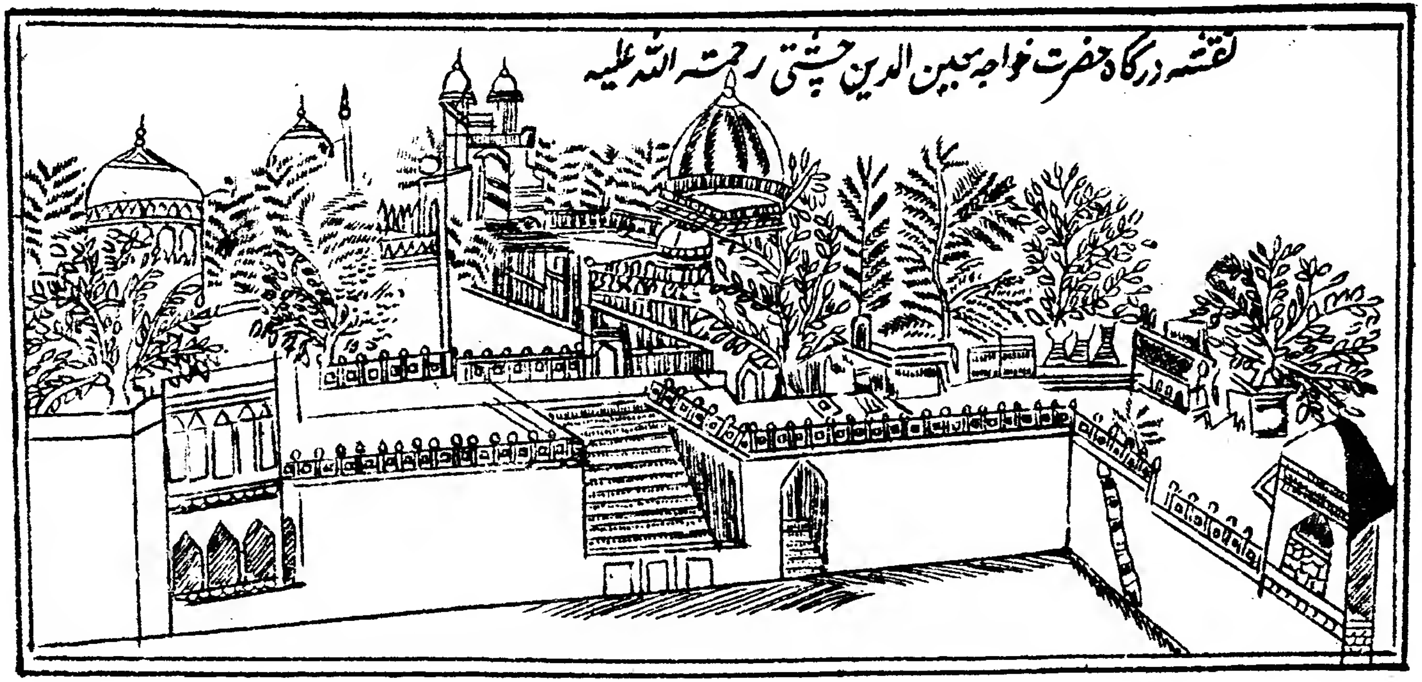

نقشہ درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

تمام آتش پرست شور وغل مچانے لگے۔ تھوڑی دیر بعد آپ معہ اُس لڑکے کے پھر تندرست و صحیح
ہوئے لیکن آگ کے اثرات آپکے یا اُس لڑکے کے جسم پر مطلق نہ تھے۔ یہ حال دیکھ کر آتش پر
کی ایک بہت بڑی جماعت اُسیوقت مسلمان ہوگئی۔ یہ کرامت بعض راوی ... خواجہ غریب
نوازؒ کیطرف بھی منسوب کرتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد نے ۵۵۲ھ ... در
شام کے متصل آپ کا مزار مبارک اب تک زیارت گاہ عوام ہے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی اور سنجر میں تولد
چشتی سنجری کہتے ہیں۔ ہرات کے قریب چشت ایک شہر ہے جسے اس زمانہ میں شاقلان کہ
اس خاندانِ چشت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کے چار بزرگوار ساکن چشت تھے۔ جو اسی
میں مدفون بھی ہیں (۱) خواجہ ابو احمد چشتی (۲) خواجہ ناصر الدین ابو محمد چشتی (۳) خواجہ ابو یوسف
چشتی (۴) خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ابتدائے فقر

جس سال آپکے والد ماجد نے دار فنا کو خیرباد کہا اُسی سال آپ کی
والدہ ماجدہ بھی رخصت ہوگئیں۔ اور آپ پندرہ برس کی عمر میں یتیم
ہوگئے۔ ترکہ میں آپکو ایک باغ اور ایک پن چکی ملی۔ ایکدن آپ باغ میں درختوں کو پانی دے
رہے تھے کہ حضرت ابراہیم قندوزی جو مجذوب کامل تھے وارد باغ ہوئے۔ آپ انہیں
دیکھتے ہی دوڑے سایہ میں بٹھایا اور خوشۂ انگور لاکر سامنے رکھ دیئے۔ اس تواضع کے صلہ
میں مجذوب موصوف نے ایک کھل کا ٹکڑا اپنی جیب سے نکالا اور دانتوں سے خوب چبا کر
خواجہ صاحب کو دیدیا۔ اُس کا کھانا تھا کہ خواجہ صاحب کے دل سے دنیا کی محبت بالکل محو ہوگئی
باغ اور جو کچھ بھی اُسوقت موجود تھا سب فقیروں اور غریبوں میں خیرات کردیا اور آپ چلے
ہو سمرقند و بخارا کیطرف تشریف لیگئے۔ حضرت حسام الدین بخاری کی خدمتمیں قرآن شریف

اور علوم ظاہری میں دستگاہ کامل حاصل کی۔ بعد از تکمیل علوم آپ جانب عراق و عرب متوجہ ہوئے نواح نیشاپور میں قصبہ ہارون ایک مشہور مقام ہے وہاں پہنچکر حضرت خواجہ عثمان چشتی ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے عزت بیعت حاصل کی سلسلۂ طریقت کی تفصیل یہ ہے:

سلسلۂ طریقت

(۱) حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رحمۃ اللہ علیہ (۲) مرید حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی (۳) مرید حضرت حاجی شریفؒ زندنی (۴) مرید حضرت خواجہ قطب الدینؒ مودود چشتی (۵) مرید و خلیفہ حضرت خواجہ یوسفؒ چشتی (۶) مرید حضرت خواجہ محمد چشتی (۷) مرید حضرت خواجہ ابو اسحاقؒ شامی چشتی (۸) مرید حضرت خواجہ ممشادؒ علی دینوری۔ (۹) مرید حضرت شیخ امین الدینؒ ابو ہبیرۃ البصری (۱۰) مرید حضرت شیخ سدیدؒ الدین (۱۱) مرید حضرت سلطان ابراہیمؒ بن ادہم بلخی (۱۲) مرید حضرت شیخ ابو الفیضؒ فضیل (۱۳) مرید حضرت شیخ ابو الفضل محمد ابو احمد بن زید (۱۴) مرید حضرت شیخ حسنؒ بصری انصاری (۱۵) مرید حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ خلیفہ حضرت سرور کائنات خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بیعت و خلافت

حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی سے خرقہ خلافت حاصل کرنیکے بعد قصبہ سنجار میں خواجہ نجم الدین کبریٰ سے بغداد شریف میں شیخ ضیاء الدین پیر روشن ضمیر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف نیاز حاصل کیا حضرت خواجہ اوحد الدینؒ کرمانی سے بھی خرقہ خلافت پایا۔ پھر کوہ جودی پر جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان آب میں ٹھیری تھی جو بغداد سے صرف ۷ کوس پر واقع ہے حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ہمدان میں حضرت شیخ یوسف ہمدانی سے ملاقات فرمائی تبریز میں حضرت شیخ ابوسعید تبریزی سے اصفہان میں شیخ محمودؒ اصفہانی سے ملے۔ وہیں حضرت خواجہ قطب الدینؒ بختیار کاکی

آپکی بعیت میں آئے۔ کتاب انیس الارواح میں جو حضرت خواجہؒ صاحب نے خود تصنیف فرمائی ہے لکھا ہے کہ میں نے شہر بغداد شریف میں حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی کو تلاش کیا لوگوں سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خواجہ جنید بغدادیؒ کی مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔ میں بھی وہیں جا پہنچا اور نیاز حاصل کی۔ بہت سے مشائخ عظام اسوقت ہمجلیس تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ دوگانہ نماز گزارو۔ میں نے گزاری۔ فرمایا رو بقبلہ بیٹھکر سورۂ بقر پڑھ اور اکیس بار درود شریف پڑھ۔ میں نے پڑھا۔ فرمایا بیس بار کلمہ سبحان اللہ پڑھ۔ مینے پڑھا پھر حضرت شیخ استادہ ہوئے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کیطرف منہ کیا اور فرمایا کہ آ تجھے میں خدا کے سپرد کردوں۔ یہ فرماکر مقراض لی میرے سر کے بال تراشے کلاہ میرے سر پہ رکھی اور گلیم خاص عطا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ ایک رات دن مجاہدہ کر اور ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ۔ جب میں یہ سب کچھ کرچکا تو حجاب میری نگاہوں سے دور ہو گئے۔ اور میں مقام مشاہدہ کی سیر کرنے لگا۔

یعنی دوسرے روز جب میں خدمت شیخ میں پہنچا۔ ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا فرمایا جانب آسمان دیکھو میں نے دیکھا۔ پوچھا کیا نظر آیا۔ عرض کیا ہژدہ ہزار عالم اور عرش اعظم تک فرمایا نگاہ نیچی کرلے۔ کی پھر پوچھا کیا نظر آیا۔ عرض کیا تحت الثریٰ تک تمام باتیں معلوم ہو گئیں پھر فرمایا کہ سورۂ اخلاص ایک ہزار بار پڑھ۔ ہمارے خاندان میں ایک دن رات کا مجاہدہ ہے (مجاہدہ کے یہ معنی ہیں کہ انسان اپنے نفس سے لڑے اور اسکی خواہشات کو زیر کرے) جب میں سورۂ اخلاص ہزار مرتبہ دوبارہ پڑھ چکا تو آپنے فرمایا کہ اب آنکھیں آسمان کی طرف اٹھا اور نظر کر۔ مینے ایسا ہی کیا۔ دریافت فرمایا کہ اب کیا نظر آیا۔ مینے گزارش کیا کہ حجاب عظیم پھر فرمایا کہ اب میری دونوں انگلیوں میں دیکھ مینے دیکھا تو ان دونوں انگلیوں میں پھر تمام عالم کی سیر نظر آنے لگی۔ اور جب مینے یہ حال کہدیا تو فرمایا

کہ تیرا کام پورا ہوا اور مقصد دل ہاتھ آیا پھر ایک اینٹ سامنے پڑی تھی اسکے اٹھانے کا مجھے حکم دیا تو وہ میرے ہاتھ میں آتے ہی سونیکی ہوگئی یا یکمشت دینار سے بدلگئی حکم ہوا کہ اسے فقرا میں تقسیم کر دے اور حاضر صحبت رہا۔ اسکے بعد بیس سال تک آپ اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت میں رہے وقت سفر اپنے مرشد کا بستر شب خوابی خود اٹھا کر لے جاتے تھے۔ انہیں کے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے آپکے پیر نے زیر ناودان رحمت آپ کے حق میں دعا کی۔ آواز آئی معین الدین ہمارا دوست ہے ہمنے اُسے برگزیدہ کیا۔ ایک روز آپ حرم کعبہ کے طواف میں مشغول تھے غیب سے آواز آئی اے معین الدین میں تجھ سے خوش ہوں اور میں نے تجھے بخشا جو تیری مراد ہو مجھ سے طلب کر میں عطا کرونگا عرض کیا الٰہی مریدان معین الدین اور مرید مریدان معین الدین اور تا قیامت سلسلہ کو بخشدے آپکی یہ دعا مقبول ہوئی پھر اسیطرح آپ اپنے مرشد کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے حکم ہوا معین الدین سلام کرو آپنے سلام کیا روضہ مبارک سے جواب آیا وعلیکم السلام یا قطب المشائخ امر ہوا آپکو آپکے مرشد نے بھی سنا اور فرمایا اے معین الدین اب تم درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ بعد اسکے بغداد شریف میں آکر حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معتکف ہو گئے اور آپ کو مسافرت کے لئے اجازت دیدی۔ خواجہ صاحب پانچ مہینے سات روز بغداد شریف میں اقامت گزین رہے اور ایک حجرہ بنایا۔ جو ابتک جیلان میں موجود ہے حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی آپکے ہمشیر زادے اور بخیال بعض خالہ زاد بھائی ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب آپ اپنے پیر سے رخصت ہوئے تو اسوقت آپکی عمر باون سال کی تھی پھر آپ بغداد شریف سے روانہ ہو کر بدخشان پہنچے یہاں ایک بزرگ ملے جو حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں تھے انکی عمر ایک سو چالیس برس کی تھی۔ بڑے عابد اور متقی تھے لیکن ایک پاؤں سے لنگڑے تھے یہ حال دیکھ کر آپ متحیر ہوئے اور سبب دریافت فرمایا۔ وہ بزرگ کہنے لگے کہ میں ایک مدت دراز سے اس صومعہ

میں معتکف ہوں۔ اتفاقاً ایک روز نفس نے خواہش کی کہ میں اس صومعہ سے باہر نکلوں۔ چنانچہ میں نے
ایک پاؤں باہر رکھا ہی تھا کہ آواز آئی دیکھیوں اے مدعی گوشہ گزینی کیا تیرا یہی وعدہ تھا، اس
آواز کے سنتے ہی میں بہت نادم ہوا اور اسی وقت وہ پاؤں جو صومعہ سے باہر رکھا تھا کاٹ
ڈالا۔ آج اسے کٹے ہوئے چالیس برس ہو گئے۔ اور عالم تحیر میں مبتلا ہوں کہ روز قیامت
درویشانِ خدا کو کسطرح منہ دکھاؤں گا۔ اسکے بعد بخارا میں کئی درویشوں سے ملاقات ہوئی۔
حضرت خواجہ صاحبؒ جس شہر میں رونق افروز ہوتے اپنے مسکن کے لیئے قبرستان کو ترجیح
دیتے۔ اور جب شہر والے آپکی کرامات وحالات سے واقف ہوتے تو آپ وہاں سے اٹھ
جاتے۔ رات دن میں دو قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے اور مجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ ساتویں
روز ایک تولہ ۵ ½ ماشہ وزنی جو کی خشک روٹی کا ٹکڑا پانی میں تر کرکے تناول فرماتے تھے
اور دوہرا کپڑا بخیہ کیا ہوا پہنتے تھے۔ اگر وہ کہیں سے پھٹ جاتا تھا تو جسطرح کا پیوند میسر آتا اسمیں لگا لیتے

خواجہ بزرگ کی بیعت وخلافت کے متفرق زمانے بعض تاریخوں میں اس طرح تحریر ہیں۔

۴۔ ماہ شوال ۵۱۱ھ کو بروز دوشنبہ حضرت شاہ اویسیؒ ابدال درجہ اول سے وہب ہوا۔

۱۷۔ ماہ ربیع الآخر ۵۴۴ھ ہجری حضرت خواجہ حسن اقدائیؒ سے فیض باطنی حاصل ہوا۔

۲۔ رمضان المبارک ۵۴۶ھ بروز جمعہ مسجد چشت میں حضرت خضر علیہ السلام سے بیعت حاصل ہوئی۔

۱۱۔ ماہ شوال ۵۶۰ھ بروز جمعہ وقت مغرب ایک بتخانہ میں جاکر عالم روحانیت میں جناب سرور کائنات کے دست مبارک سے خرقہ وعمامہ مبارک پایا اور خلافت اتم مکرر آپکو شیخ سے حاصل ہوئی

۲۰۔ ذی الحجہ ۵۶۹ھ بروز چہارشنبہ بوقت عصر بغداد شریف کہنہ میں حضرت غوث الاعظم پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ روحانی ومعنوی ہوا۔

جب آپ سفر کرتے ہوئے پھر بغداد شریف میں پہنچے تو اپنے مرشد کو وہاں پایا۔ وہ اسوقت سے

معتکف ہوگئے اور فرمایا کہ آج سے ہم باہر نہ آئینگے۔ تم ہمارے پاس آجایا کرو آپ جب اپنے مرشد کی خدمت میں جاتے تو تعلیم باطنی سے مالامال ہوکر آتے۔ بعد تعلیم و تربیت آپکو اپنے ہاتھ کا عصا عطا فرمایا۔ اسم اعظم کی تلقین کی اور مصلیٰ اور خرقۂ مبارک دیکر فرمایا کہ لو یہ ہماری یادگار ہے۔ اب تم جسے اس کا اہل سمجھو اُس کو سپرد کردینا۔

کرامات

آپ سے کم و بیش چار ہزار چھ سو ساٹھ کرامتیں ظاہر ہوئیں جن میں سے بعض کرامتیں یہاں مختصراً درج کی جاتی ہیں:۔

(۱) ایک مرتبہ آپ جنگل سے گذر رہے تھے جہاں کئی آتش پرست ہر وقت آگ سلگائے بیٹھے رہتے تھے۔ یہ اس قدر مجاہد تھے کہ چھ چھ مہینے تک نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے اور خدائی اُنکی معتقد ہوتی چلی جاتی تھی۔ صفائیِ قلب میں یہاں تک دخل تھا کہ ہر شخص کا حال بغیر دریافت کئے بتا دیتے تھے۔ جب خواجہؒ صاحب وہاں پہنچے تو یہ لوگ آکر آپ کے قدمبوس ہوئے۔ آپنے فرمایا کہ تم آگ کو کیوں پوجتے ہو۔ عرض کیا اسلئے کہ یہ ہمیں قیامت کے دن دوزخ میں نہ جلائے۔ آپنے فرمایا کہ اگر تم پروردگار عالم کی پرستش کرو اور اُس کیساتھ کسیکو شریک نہ سمجھو تو بیشک آتش دوزخ سے نجات پاسکتے ہو۔ اُن کو یقین نہ ہوا اور کہنے لگے کہ اگر آپ آگ کو ہاتھ میں لیلیں اور آگ آپکو نقصان نہ پہنچائے تو ہم آپکی بات کو بالیقین تسلیم کرلیں۔ آپنے کہا کہ مجھے تو کیا یہ آگ میری جوتی کو بھی نہیں جلاسکتی۔ یہ کہکر آپ نے اپنی کفش اُس آگ میں ڈالدی اور فرمایا کہ اے آگ اگر میں اُس کا مقبول بندہ ہوں تو خبردار میری کفش کو آنچ نہ آئے۔ چنانچہ آپکی نعلین مبارک کے پڑتے ہی وہ تمام آگ پانی ہوگئی اور آپ کی کفش مبارک بدستور قایم رہی یہ حال دیکھکر وہ تمام آتش پرست فوراً مسلمان ہوگئے۔ اور حضرت خواجہؒ صاحب کے تصرف باطنی سے ولیِ کامل ہوگئے۔

(۲) اسیطرح ایک جنگل میں آپ کو چند راہزن مل گئے جن کا کام یہی تھا کہ وہ مسافروں کو لوٹیں اور خصوصاً مسلمانوں کو تکلیف پہنچائیں جب آپکو دیکھا تو بارادۂ رہزنی آپ کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ لیکن آپ نے ایک ایسی نگاہ پُراثر ڈالی کہ وہ سب خوف زدہ ہوکر تھرانے لگے اور نہایت عاجزی سے عرض کرنے لگے کہ حضرت ہم آپ کے بندۂ بے دام ہیں ہم پر رحم فرمائیے آپنے اُن سب کو مسلمان بنایا اور اُنہیں سے بھی ہر ایک خدا رسیدہ ہوا۔

(۳) الغرض شہر ہرات میں جب آپ قیام پذیر تھے تو یہ خبر عوام میں پھیلی ہوئی تھی آپکے آستان مبارک پر جو شخص متواتر تین روز تک رہے وہ کیسا ہی فاجر و فاسق کیوں نہ ہو ولی کامل ہوجاتا ہے۔ ایک فاسق یہ سنکر آپ کے حجرہ کے دروازہ پر حاضر ہوا اور رونے لگا۔ آپنے اُسکی آواز سُنی بلایا استغفار پڑھائی تین روز تک وہ شخص حاضر خدمت رہا۔ اور نماز پنجگانہ آپکے ساتھ ادا کی۔ آپنے فیوض باطنی سے اُسے بھی صاحب کشف و کرامات کردیا۔

(۴) ایک مرتبہ حضرت خواجہ غریب نواز سفر کرتے شہر سبزوار میں پہنچے۔ جہاں کا حاکم نہایت ظالم تند خو بدمزاج فاسق اور فاجر تھا۔ مذہباً شیعہ تھا۔ اور اسی لئے صحابہ کرامؓ سے اسقدر کاوش رکھتا کہ اگر کسی کا نام صحابہؓ کبار کے نام پر ہوتا تھا تو اسکا جانی دشمن ہوجاتا۔ اُسنے ایک نہایت عمدہ پُرفضا باغ شہر کے گرد بنوایا تھا حضرت خواجہ صاحب اُس باغ میں تشریف لیگئے اور حوض باغ پر بیٹھکر غسل فرمانے لگے پھر وضو کرکے تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہوگئے۔ اتفاقاً اسیوقت یادگار محمد بھی باغ میں آپہنچا۔ جماعت ہمرکاب نے خواجہ صاحب سے عرض کیا کہ حضور وہ ظالم و غدار حاکم شہر چلا آرہا ہے ہمیں اسکی بے ادبی سے خوف ہے حضور باہر تشریف لیچلیں تو مناسب ہے۔ حضرت نے انہیں خوف زدہ دیکھکر تبسم کیا تھا فرمایا کہ اچھا تم اُس درخت کے نیچے جاکر بیٹھ جاؤ اور قدرت خدا کا تماشہ دیکھو۔ وہ سب چلے گئے۔ اتنے میں یادگار محمد

کے خادم آئے۔ لب حوض پر فرش پر تکلف بچھانے لگے لیکن آپ کا وہ رعب تھا کہ آپ سے کچھ بھی نہ کہہ سکے۔ جب یادگار محمدؐ حوض کی طرف آیا اور اپنے پر تکلف قالین کے پاس ایک فقیر کا آسن جما پایا تو بہت زیادہ غضبناک ہوا اپنے خادموں پر غصہ کرنے لگا۔ کہ تم نے اس فقیر کو یہاں سے کیوں نہ ہٹایا۔ حضرت خواجہ صاحب نے سر مبارک اٹھایا اور ایک ایسی موثر اور اثر آفرین نگاہ سے اُسکی طرف دیکھا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اسکے ہمراہیوں نے جو یہ واقعہ دیکھا تو وہ حضور کے قدموں پر گر پڑے اور معافی چاہی۔ آپ نے اُن درویشوں کو جو درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے بُلایا اور فرمایا کہ حوض میں سے تھوڑا سا پانی لیکر بسم اللہ کہکر اُسکے منہ پر چھڑک دو۔ پانی کے چھڑکتے ہی یادگار محمد ہوش میں آگیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا کہ اب میں تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں میرے قصور معاف کر دیجئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اُس کا سر قدموں سے اٹھایا اور دست شفقت اُس کے سر پر پھیرا۔ اہل بیت محترم رسولؐ کے مناقب کچھ ایسی اثر آفرین بات میں تعلیم کئے کہ حاضرین پر ایک رقت سی طاری ہو گئی۔ اور بعد ختم کلام سب حلقہ بگوش ہو گئے اپنے مذہب باطلہ سے توبہ کی اور سب مسلمان ہو گئے۔ یادگار محمد نے تمام زر و مال آپکے پاس لاکر حاضر کر دیا۔ حضرت نے اُسے قبول نفرمایا اور فرمایا کہ جن لوگوں سے تو نے یہ مال بہ جبر حاصل کیا ہے اُن کو ڈھونڈھ کر مال واپس کر دے اور اپنا مال فقرا و مساکین میں تقسیم کر دے۔ اُس مرد خدا نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ اور دولت فیض سے ہمیشہ کے لئے مالا مال ہو گیا خصوصاً تمام دولت ہمرکابی سے مشرف رہا۔ حضرت نے اُن حدود ولایت سے صاحب ولایت کر دیا اور وہیں کے قیام کا حکم دیدیا۔ اور آپ جانب بلخ روانہ ہو گئے۔ اور مقام منبر کہ حضرت شیخ خضرویہ میں چند روز قیام فرمایا۔

(۵) حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ جو آپکے خلیفہ تھے فرماتے ہیں کہ آپ گنج شعبہ آنا

تھا۔ البتہ ایک مرتبہ آپکو غصّہ آیا۔ اُس کا سبب یہ ہوا کہ آپ کہیں تشریف لیئے جاتے تھے اور آپکے خادم شیخ علی آپکے ہمراہ تھے راستہ میں ایک شخص نے اُن کو پکڑ لیا اور سخت و سُست کہنے لگا۔ حضرات خواجہ صاحب نے اُس سے کہا کہ تو نے شیخ علی کو کیوں پکڑا اور بُرا بھلا کیوں کہا۔ اُسنے کہا کہ یہ میرے قرضدار ہیں اور میرا روپیہ ادا نہیں کرتے۔ آپنے فرمایا کہ اب تو چھوڑ دے یہ تیرا روپیہ ادا کر دینگے لیکن اُسنے نہ مانا۔ خواجہ صاحب نے اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا دی اور فرمایا کہ تیرا جسقدر قرضہ ہے اسکے نیچے سے اُٹھا لے مگر خبردار زیادہ نہ لینا۔ اُس شخص نے جب دیکھا کہ زیر چادر بہت سا مال و زر رکھا ہوا ہے تو اُسکی نیت میں فتور آیا اور زر واجب سے کچھ زیادہ لینے کی خواہش کی۔ فوراً اُس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ وہ یہ حال دیکھکر رونے اور چلّانے لگا شور و غل مچانے لگا کہ یا حضرت میں توبہ کرتا ہوں میں نے اپنا قرض معاف کیا اب ایسی خطا بھولے سے بھی نہ کرونگا حضرت کو اُسپر رحم آگیا اُس کا قصور معاف کر دیا ذرا سی دیر میں اُسکا ہاتھ جیسا تھا پھر ویسا ہی ہو گیا۔

(۶) حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب الدین اوشی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن خواجہ صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا اور بہت سے مشائخ وصوفی بھی جمع تھے کہ ایک اجنبی شخص آیا اور قدموں پر سر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ حضور مجھے اپنی غلامی میں قبول فرمالیں۔ آپنے فرمایا کہ جو کچھ میں کہوں قبول کرلے تو میں بھی تجھے قبول کرلوں۔ اُسنے عرض کیا مجھے تعمیل ارشاد میں ذرا بھی تامل نہیں ہے۔ فرمایا کہو" لا الہ الا اللہ چشتی رسول اللہ" اُس خوش اعتقاد شخص نے بلا عذر اسکی تکرار کر دی۔ آپ نے تبسم فرمایا اور اُس سے توبہ کرائی۔ بیعت سے مشرف فرما کر فرمایا کہ سوائے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کبھی کچھ نہ کہنا۔ یہ تو تیرے اعتقاد کی آزمائش تھی۔ ورنہ ہم تو جناب رسول کریم کے آستانِ عظیم کے ادنیٰ فقیروں کے برابر بھی نہیں ہیں۔

(۷) اکثر دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ جب حضرت خواجہ صاحب اجمیر شریف میں تھے تو حاجی

لوگ جو حج سے فارغ ہوکر آتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ ہمنے خواجہ صاحب کو خانہ کعبہ میں طواف کرتے دیکھا تھا۔ اور حال یہ ہی کہ اجمیر شریف میں آنیکے بعد پھر کبھی آپکو حج کعبہ کا اتفاق بھی نہوا سچ ہے۔

خاصان خدا خدا نباشند لیکن ز خدا جدا نہ باشند

(۸) ایک مرتبہ کوئی شخص حاضر خدمت ہوا اور اشتیاق قدمبوسی ظاہر کیا آپنے فرمایا کہ تو جو کچھ وعدہ کرکے آیا ہے وہ پورا کر وہ شخص خوف سے تھرانے لگا اور عرض کیا کہ حضور فلاں شخص نے حضور کے مارنیکو بھیجا تھا میرا قصور معاف فرمائیے آپنے معاف فرمایا۔ اور وہ تائب ہوکر مرید ہوگیا۔

(۹) آپکے باورچیخانہ میں اسقدر کھانا پکتا تھا کہ تمام شہر کے غربا و مساکین سیر ہوکر کھا لیتے تھے اور ہمیشہ یہ دستور تھا کہ خادم حاضر ہوتا اور عرض کرتا کہ لنگر کیلئے کچھ خرچ مرحمت ہو۔ آپ مصلّے کا گوشہ اُٹھا کر فرماتے کہ بقدر ضرورت لے لو۔ خادم اتنا ہی لے لیتا۔

(۱۰) ایک مرتبہ پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانی قدس سرہ العزیز نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی۔ آپنے فرمایا مجھے قبول دعوت سے انکار نہیں لیکن میں چشتی ہوں بخیال ایسے روح کیساتھ دعوت ہو تو دعوت نہایت خوشی سے منظور کرسکتا ہوں حضرت پیران پیر دستگیر کو آپکی خاطر بدرجہ غایت منظور تھی ولی را ولی می شناسد" یہ ایک مشہور مسئلہ ہی آپکی استدعا قبول فرمالی۔ اور فرمایا کہ اگرچہ میرے مشرب میں سماع جائز نہیں لیکن تمہاری خاطر سے سامان سماع کا بھی انتظام ہو جائیگا۔ روز دعوت بڑے بڑے اولیاء اللہ شریک تھے حضرت غوث الاعظم نے ترتیب مجلس کے بعد ایک خادم خاص کو اپنی ردائے مبارک دیدی اور ارشاد فرمایا کہ جب اہل مجلس سب باہر چلے جائیں اسوقت یہ چادر ہمارے حجرے کے اندر بچھا دینا اور کواڑ بند کردینا چنانچہ آپ کسی وجہ سے مجلس سے باہر تشریف لے گئے اور خادم نے حسب الارشاد چادر مبارک حجرہ میں بچھادی اور کواڑ بند کردئے۔ کواڑوں کے بند کرتے ہی حجرے سے صدہا طرح کے ساز اور راگ

کی آوازیں آنے لگیں۔ اور مجلس سماع اس قدر کیفیت ریز اور وجد خیز ہوئی کہ لوگ بیخبر ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ "یا آہی خیر" ہر طرف ایک عالم حیرت طاری تھا۔ خود حضرت خواجہؒ صاحب کا یہ حال تھا کہ آپ جدہر ہاتھ اُٹھا دیتے اُدہر ایک قیامت سی برپا ہو جاتی۔ حضرت غوث الاعظم زمین پر اپنا عصائے مبارک بزور ٹیکے ہوئے استادہ تھے اور آپ کا روئے مبارک زور آزمائی کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا اس مجلس میں بہت لوگ واصل بحق ہو گئے جب مجلس ختم ہو گئی اور سب کو ہوش آ گیا تو ایک خادم نے حضرت محبوب سبحانیؒ سے دریافت کیا کہ حضور وقت سماع باہر کیوں تشریف رکھتے تھے اور عصا زمین پر ٹیکنے سے کیا مقصد تھا ارشاد فرمایا کہ جسوقت محفل سماع منعقد ہوئی میں بحکم الٰہی باہر کھڑا ہوا زمین کو داب رہا تھا کہ مبادا لرزہ میں آ جائے اور خلق خدا کو تکلیف پہنچے کہ جسوقت خواجہؒ صاحب پر حالت کیفیت طاری تھی اُسوقت زمین و آسمان شجر و حجر سب کے سب کانپ رہے تھے اور ہر طرف سے صدائے الامان آ رہی تھی۔ اگر میں زمین کو نہ دابتا اور مجلس سماع میں شریک ہو جاتا تو آج ہی قیامت صغریٰ نمودار ہو جاتی۔

(۱۱) ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بادشاہ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے قلعہ میں مصروف سیر تھے اور بہت سے اُمرا اور رؤسا ساتھ ہمراہ تھے کہ ناگاہ ایک بدکار عیارہ عورت حضور شاہ میں آ کر فریادی ہوئی کہ حضور یہ قطب صاحب جو آپکے ساتھ ٹہل رہے ہیں فعل حرام کر رہے ہیں اور کہتے ہیں اِن سے مجھے حمل رہ گیا ہی ان سے کہدیجئے کہ مجھسے نکاح کریں۔ یہ سنکر بادشاہ اور حاضرین سکتے میں رہ گئے۔ ادہر قطب صاحب ... آ گیا ... دم بخود رہ گئے اور جانب اجمیر شریف متوجہ ہو کر حضرت خواجہؒ صاحب سے طالب مدد ہوئے ابھی التجا ختم ہونے پائی تھی کہ حضرت خواجہؒ صاحب ہاں رونق افروز ہو گئے۔ اور حضرت قطب صاحب سے استفسار حال فرمایا کہ اے قطب کیوں مجھے یاد کیا قطب صاحب نے

اسکا جواب نہ دیا لیکن آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے حضرت خواجہ صاحب کو رحم آیا۔
ان مکارہ کیطرف کمال غیظ و غضب سے نگاہ کی اور اُس کے شکم محمولہ سے مخاطب ہو کر فرمایا
کہ اے بچے تو سچ سچ بتا دے کہ تیری ماں قطب صاحب پر اتہام لگاتی ہے کیا یہ واقعہ سچ ہے
پیٹ میں سے بچہ نے آواز دی کہ خواجہ صاحب اس عورت کا بیان بالکل لغو اور غلط ہے یہ
عورت بڑی حرامکار اور فاجرہ ہے حضرت قطب صاحب کے دشمنوں کی افترا پردازی ہے کہ یہ عورت اُن کے
سکھانے سے اس قسم کے لغو الزام ان پر لگاتی ہے۔ یہ سنکر وہ عورت سخت پشیمان اور نادم ہو گئی۔
اور حاضرین پر عالم حیرت طاری ہو گیا۔

(۱۲) ایک روز حضرت خواجہ صاحب معہ مصاحبین رونق افروز تھے کہ راجہ پتھورا کے لشکر کا ایک
آدمی چھری آستین میں چھپائے ہوئے آیا اور معتقدین کیطرح بیٹھکر طالب بیعت ہوا۔
خواجہ صاحب بار بار اُسکی جانب دیکھتے تھے اور مسکرا دیتے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپنے فرمایا
کہ درویش کے پاس کسی شخص کا آنا دو وجوہ سے خالی نہیں۔ یا تو آنے والا بخیال بیعت آتا ہے
یا بخیال ذیت۔ تو بھی انہیں سے جو بات سوچکر آیا ہے کر گزر۔ یہ سنتے ہی اُس شخص نے چھری
آستین سے نکالکر سب کے سامنے پھینک دی اور قدموں پر گر کر طالب معافی ہوا۔ آپنے اُسکو
مسلمان کر کے مرید کیا۔ اپنی خوش عقیدگی کیوجہ سے وہ شخص کاملین میں سے ہوا۔ چند
مرتبہ حج کئے۔ اور آخرکار مکہ معظمہ میں انتقال کیا۔ خانہ کعبہ میں جہاں مجاوروں کے مزار ہیں
وہیں اُس کا بھی مدفن ہے۔

(۱۳) خواجہ صاحب ایک روز آناساگر کے قریب پہاڑ پر رونق افروز تھے۔ وہاں ایک چرواہا گائے
کے بچھڑوں کو چرا رہا تھا۔ آپنے اُسے بلا کر فرمایا تھوڑا سا دودھ پلا دو۔ وہ بولا یا حضرت یہ ابھی بچے ہیں انکی عمر
دودھ دینے کی نہیں ہے۔ آپنے انہیں میں ایک بچھیا کیطرف اشارہ کیا کہ اسکا دودھ نکال۔ اسنے مذاق سمجھا اور
شروع

عذر کیا کہ خواجہؒ صاحب یہ بات خلافِ عقل ہے۔ بھلا کہیں اس عمر کی بچھیا دودھ دے سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خیر تو میرے قادر خدا کی قدرت کا تماشہ بھی دیکھ لے۔ مجبور ہو کر چرواہا بچھیا کے پاس گیا اور اُسکے تھنوں سے ہاتھ لگایا تو اُن میں دودھ بھرا ہوا معلوم ہوا اُس نے برتن لاکر دوہنا شروع کر دیا۔ کئی برتن دودھ سے بھر گئے اور چالیس آدمیوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ وہ چرواہا حضرت خواجہ صاحبؒ کی یہ کرامت دیکھکر تعجب کرنے لگا اور فوراً مسلمان ہو گیا۔

(۱۴) خواجہؒ غریب نواز جب اجمیر شریف میں تھے تو ایک کاشتکار فریاد لیکر حاضر خدمت ہوا کہ حضور یہاں کے حاکم نے میرے تمام کھیت ضبط کر لئے ہیں اور کہتا ہے کہ تو جب تک بادشاہ دہلی کا فرمان نہ لائے میں انکو ہرگز تجھے نہ دونگا۔ میں آپ کی خدمت میں بغرض امداد حاضر ہوا ہوں کہ صرف انہیں کھیتوں پر میرا گذر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر بادشاہ دہلی سے فرمان استمراری ملجائے تو پھر کسی قسم کا جھگڑا نہیں رہیگا اُسنے عرض کیا کہ حضور سلطان شمس الدین التمش بادشاہ دہلی آپکے خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حلقہ بگوش ہیں اگر آپ قطب صاحب سے ایک سفارش نامہ لکھوا دیں تو مجھے فرمان استمراری یقیناً مل سکتا ہے۔ آپ نے کسیقدر غور و تامل کے بعد فرمایا کہ اگرچہ سفارش سے بھی کام نکل سکتا ہے۔ لیکن مجھے تیرے کام کیلئے اللہ نے خود مامور فرمایا ہے تو میرے ساتھ چل یہ کہکر آپ اُس کاشتکار کو ہمراہ لئے دہلی رونق افروز ہوئے۔ آپکا دستور تھا کہ جب دہلی تشریف لاتے تو پہلے قطب صاحب کو اطلاع دیدیتے تھے اب کے کوئی اطلاع نہ دی۔ لیکن ایک شخص نے آپکو دیکھ لیا اور بھاگا ہوا حضرت قطب صاحب کے پاس پہنچا اور خبر دی کہ خواجہؒ صاحب تشریف لارہے ہیں قطب صاحب کو بغیر اطلاع آپکی تشریف آوری سے کمال تعجب اور تردد ہوا۔ بادشاہ کو خبر کی۔ اور معہ لشکر و بادشاہ استقبال خواجہ صاحب کے لئے حاضر ہو گئے۔ جب ذرا تخلیہ ہوا تو خواجہ صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت آپکے بغیر اطلاع تشریف آوری کی وجہ کیا ہے مجھے سخت تردد ہے۔ آپ نے سارا حال اُس

کا شتکار کا بیان کر دیا۔ حضرت قطب صاحبؒ نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنے کسی ادنیٰ خادم کو بھی بھیجدیتے تو یہ کام انجام پا سکتا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہاں مجھے یہ یقین تھا لیکن ذلت اور عزت انسان کو خدا سے نزدیک کر دیتی ہے۔ جب یہ شخص میرے پاس آیا نہایت پریشان تھا۔ میں نے مراقبہ کیا۔ حکم ہوا کہ اسکے رنج میں شریک ہونا عین عبادت ہے۔ اسلئے میں خود اسکے ہمراہ یہاں تک چلا آیا ہوں۔ یہ شخص قدم قدم پر خوش ہوتا تھا اور اُس کا ثواب مجھکو ملتا تھا۔ بس یہ وجہ تھی کہ میں بلا اطلاع چلا آیا۔

(۱۵) بلخ میں ایک فلسفی حکیم رہتا تھا جس کا نام ضیاءالدین تھا۔ اور جو علم وفضل اور فلسفہ میں نہایت اعلیٰ پایہ رکھتا تھا اُسکا ایک باغ تھا جسمیں اُس کا مدرسہ قایم تھا اور اسکے شاگرد درس فلسفہ لیا کرتے تھے حکیم ضیاءالدین تصوف سے اسقدر بدا عتقادی رکھتا تھا کہ اوسے مجذوب کی بڑ اور سرسامی کے ہذیان سے زیادہ نہ سمجھتا تھا۔ اور کسی صوفی یا درویش کا قایل نہ تھا۔ خواجہ صاحب کا معمول تھا کہ تیر وکمان اور چقماق ہر وقت سفر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اگر وقت افطار کوئی چیز موجود نہوتی تو شکار سے روزہ افطار فرمالیا کرتے۔ اتفاق سے ایک روز خواجہ صاحب کا گذر اس فلسفی کے باغ میں ہوا۔ افطار کا وقت ہو گیا اسلئے آپ نے ایک کلنگ کو شکار کرکے خادم سے فرمایا کہ اسکے کباب بنا لو اور خود زیر درخت عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ وہ فلسفی حکیم کسی ضرورت سے اس باغ میں آیا اور حضرت کو مصروف عبادت دیکھ کر وہیں بیٹھ گیا۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو سلام کیا۔ حضرت نے جواب دیا اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ آپس میں کچھ گفتگو ہی ہو رہی تھی کہ خادم نے کباب حاضر کئے۔ حضرت نے کلنگ کی ایک ران الگ کی اور بسم اللہ کہکر حکیم فلسفی کو دیدی اور آپ مصروف طعام ہو گئے۔ حکیم فلسفی نے جو ایک لقمہ اُسکا کھایا تو اُسکے دل سے زنگ فلسفہ بالکل جاتا رہا ... کچھ اُلش بھی اُسے دی۔ جس کے کھاتے ہی اُس کا دل مخزنِ انوارِ الٰہی اور منبع فیض

ناتمنا ہی بنگیا طاقت برداشت نہوئی تو زمین پر بیہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش میں آیا تو خود کو ایک نئے عالم میں پایا۔ اور مع اپنے شاگردوں کے حضور انور کے ہاتھ پر بیعت ہو کر داخل برکات ہو گیا۔ آپ نے اُسے خرقۂ خلافت عطا فرما کر وہیں رہنے کا حکم دیدیا۔

کلمات طیّبات اور ملفوظات

عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہے جو کچھ اسمیں پڑے جل جائے۔

جس شخص میں یہ خصلتیں ہونگی اللہ اُسکو دوست رکھیگا (۱) سخاوت مثل دریا۔ (۲) شفقت مثل آفتاب (۳) تواضع مثل زمین۔

عارف کامل ایک مرتبہ ہے جب اُس مقام پہنچتا ہے تمام عالم اور جو کچھ اسمیں ہے اپنی دو انگلیوں میں دیکھ لیتا ہے۔ عارف وہ ہے کہ جو کچھ ارادہ اپنے دل میں کرے وہ اُسپر ظاہر ہو جائے۔ یا جو کوئی سوال کرے فوراً اس کا جواب ملجائے۔ کمترین درجہ عارف کا یہ ہے کہ صفات حق اسمیں ظاہر ہوں۔ فاضل ترین اوقات وہ ہے کہ وسواس خاطر سے بری ہو۔ گناہ اتنا ضرر نہیں پہنچاتا جتنا کسی مسلمان کو خوار رکھنا ضرر پہنچاتا ہے جب تک غیر کی ہستی درمیان میں ہے بندہ ہو کر خدا سے واصل ہونا ناممکن ہے۔ چار چیزیں گوہر نفس ہیں (۱) درویشی جو تونگری دکھائے۔ (۲) گرسنگی کہ سیری ظاہر کرے (۳) غم جو خوشی کا اظہار کرے (۴) دشمن سے ایسی دوستی جو دشمنی ظاہر نہونے دے۔ مومن وہ ہے جو تین چیز دنکو عزیز رکھتا ہے (۱) فقر و فاقہ (۲) بیماری (۳) موت۔ انسان قرب حاصل نہیں کرسکتا لیکن اہتمام نماز سے کیونکہ نماز مومن کیلئے معراج ہے۔ عارف وہ ہے جسپر سو ہزار تجلیاں روزنازل ہوں اور وہ ایک شمہ ظاہر نہ کرے۔ عاشق معشوق اور عشق عالم توحید میں ایک ہیں۔ حاجی کعبہ کے گرد طواف کرکے طالب بہشت ہوتے ہیں لیکن عارف دل سے عرش و حجاب وعصمت کا

کرتے ہیں۔ فی الحقیقت متوکل وہ ہی کہ خلقت سے محبت اُٹھالے۔ اور اس راستہ کے اختیار کرنیکے دو طریقے ہیں (۱) ادب عبودیت (۲) تعظیم حق تعالیٰ وغیرہ۔ مرید مستحق فقر اُس وقت ہوتا ہی جبکہ وہ عالم فانی میں زندہ رہے اور مرید ثابت قدم اسوقت ہوتا ہے کہ بیس برس تک اُس کا کوئی گناہ کراماً کاتبین نے نہ لکھا ہو۔ ندی اور نالوں سے پانی جاری ہوتا ہی اور اُنکی آواز پُرشور ہوتی ہی لیکن جب وہ سمندر میں پہنچتے ہیں تو ساکن ہو جاتے ہیں۔ ایساہی حال طالبان خدا کا ہوتا ہی وہ بہت کم بولتے ہیں اور جوش وخروش دنیوی اُن میں نام کو نہیں رہتا صحبت نیکوں کی بہتر ہی کار نیک سے اور صحبت بدوں کی بدتر ہی کار بد سے۔ فرط محبت یہ ہی کہ مطیع رہے اور ڈرے کہ مبادا دوست نکال ندے۔ اہل حقیقت کو دس باتوں پر عمل کرنا لازم ہی (۱) سالک خدارسیدہ ہو (۲) صحبت نیک سے محبت اور صحبت بد سے نفرت گبر و ترسا میں سے بھی کسیکو دشمن نہ جانے بلکہ صلح کل اختیار کرے کہ سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں سب آدمیوں کو عاجز و ضعیف سمجھے اور خود کو ان سے کمتر (۳) مخلوق خدا کے ساتھ سلوک محبت رکھے اور وہ بات اُن سے کہے جو دنیا اور آخرت دونوں جگہہ اُن کیلئے مفید ہو (۴) تواضع سب آدمیونکو حرمت سے دیکھے اور اُن کو عزیز رکھے (۵) رضا و تسلیم (۶) تحمل یعنی صبر اختیار کرنا (۷) بے طمع ہونا کہ طمع ام الخبائث ہے (۸) قناعت (۹) آزادی اپنے ہاتھ اور زبان سے کسیکو آزار نہ پہنچائے۔ بلکہ حتی المقدور راحت دے (۱۰) تمکین۔ متوکل وہ ہی جو رنج و راحت کی کسی سے حکایت یا شکایت نکرے۔ دنیا میں اچھی بات یہ ہی کہ درویشوں کی صحبت اختیار کرے۔ جسکو خدا دوست رکھتا ہی اُسکے سر پر بلاؤں کی بارش کر دیتا ہی۔ جو عارف عبادت نہیں کرتا وہ حرام روزی کماتا ہی بعض مشائخ نے سلوک کے سو درجے رکھے ہیں۔ ہمارے خاندان میں پندرہ درجے ہیں پانچواں درجہ کرامات کا ہے۔ محبت کا درجہ شوق سے بلند ہی کہ شوق محبت سے پیدا ہوتا ہے ... ت کا وہ گروہ ہی کہ درمیان خدا کے اور اُسکے کوئی حجاب نہیں رہتا۔ جو کچھہ جسنے پایا ہی

خدمت و محنت سے پایا ہے۔ مرید اگر اپنے مرشد کی فرمانبرداری کرے تو یہ بھی اطاعتِ الٰہی میں داخل ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اُوراد

خواجہ صاحب سے مروی ہے کہ جسے کوئی مہم پیش آوے یہ دعا روز ایک مرتبہ وقت معیّن پر پڑھ لیا کرے انشاءاللہ اسکی مشکل آسان ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لاالٰہ الا اللہ بزرگی و جبّاری لاالٰہ الااللہ رحیمی و غفاری لاالٰہ الااللہ مراحق نگہداری لاالٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔

الٰہی بحرمت و برکت یکصد و چہاردہ سورۂ قرآن شریف الٰہی ببرکت و حرمت شش ہزار و شش صد و شصت آیۂ قرآن شریف۔ الٰہی بحرمت و برکت حروف مقطعات قرآن الٰہی بحرمت و برکت سہ صد و بست و یک لک و ہزار و شش صد و نود و نہ حروف قرآن الٰہی بحرمت و برکت نود و نہ نام باری تعالیٰ الٰہی بحرمت و برکت ملائکہ مقربین الٰہی بحرمت و برکت اصحاب رسول اللہ الٰہی بحرمت و برکت سادات الٰہی بحرمت و برکت سہ صد مرد نقبا الٰہی بحرمت و برکت ہفتاد مرد نجبا الٰہی بحرمت و برکت چہل مرد ابدال الٰہی بحرمت و برکت ہفت مرد اوتاد الٰہی بحرمت و برکت مرد غوث۔ الٰہی بحرمت و برکت یک مرد قطب الٰہی بحرمت و برکت جمیع علما و فقہا الٰہی بحرمت و برکت زہاد و عباد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین خداوندا ملکا بادشاہا مُہمات و نیائی من بندہ را بنظر عنایت خود درست آر۔ با جمیع مسلمانان آمین رب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین حضرت خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جسوقت آدمی خواب سے جاگے سیدھی کروٹ سے اُٹھے اور کہے الرحمٰن الرحیم الحمد للہ الذی انزل الرحمۃ والبرکات پھر حوائج ضروریہ سے فارغ ہوکر

اور نماز دوگانہ ادا کرکے جانماز پر بیٹھ جائے اگر یاد ہو تو ستر مرتبہ سورۂ بقر اور مبین یا سورۂ یوسف پڑھے اور ستر مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر دو رکعت سنت صبح ادا کرے۔ رکعت اول میں سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورۂ الم نشرح ایکبار پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد فاتحہ الم ترکیف پڑھے اور بعد فراغ سنت سورۂ مزمل ایکبار اور سوبار سبحان اللہ وبحمدہ اور استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ پڑھ کے فرض نماز ادا کرے اور رو بقبلہ بیٹھکر دس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی و یمیت وھو حی لا یموت ابداً ابداً ذوالجلال والاکرام بیدہ الخیر وھو علیٰ کل شیٔ قدیر پڑھے۔ اور تین بار اشھدان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھدان محمداً عبدہ ورسولہ۔ تین بار درود شریف اور تین مرتبہ کلمہ تمجید پڑھے۔ پھر بعد طلوع آفتاب نماز اشراق ادا کرے۔ ترکیب نماز اشراق یہ ہے دس رکعت دوگانہ بہ نیت اشراق پڑھے شفعہ اول میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور آیۃ الکرسی اور سورۂ اذا زلزلت الارض تا آخر ایکبار شفعہ دوم میں سورہ فاتحہ ایک بار اور سورہ انا انزلنا ایک بار شفعہ سوم میں فاتحہ ایکبار اور انا اعطینک الکوثر ایکبار اور شفعہ چہارم میں سورۂ فاتحہ ایکبار سورہ اخلاص ایکبار شفعہ پنجم میں سورہ فاتحہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھے پھر جب نماز اشراق سے فارغ ہو جائے تو دس مرتبہ درود شریف پڑھے۔ اس کے بعد نماز چاشت ادا کرے بارہ رکعتیں تین سلام سے ہر رکعت میں بعد سورہ فاتحہ سورۂ والضحیٰ ایک بار اور بعد سلام کے سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر اور درود شریف سوبار پڑھے پھر تلاوت کلام پاک میں مصروف ہو جائے جب وقت استوا آجائے۔ تو نماز استوا ادا کرے چار رکعت میں سورہ فاتحہ ایکمرتبہ اور سورۂ اخلاص پچاس مرتبہ۔ بعدہٗ قیلولہ کرے۔ پھر جب وقت ہو نماز پیشین ادا کرے۔ اسکے بعد صلوٰۃ الخضر کی دس رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ الم ترکیف سے قل اعوذ برب الناس تک پڑھے۔ امید ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہو۔ پھر سورۂ فتح پڑھ کر سورۂ والنازعات پڑھے۔ پھر نماز شام ادا کرکے دو رکعت نماز

حفظ الایمان ادا کرے اور سجدہ میں جاکر تین مرتبہ یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان پھر سورۂ واقعہ اور
دس مرتبہ درود شریف پڑھے پھر صلوٰۃ الاوابین ادا کرے چھ رکعت ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایکبار اور
سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ پھر ذکر درود شریف میں مشغول ہوجائے۔ جب وقت نماز گذرجائے
تو اسطرح کہے اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک۔ بعدہٗ نماز عشا ادا کرے اور سربسجدہ ہوکر تین بار
یا حی یا قیوم ثبتنی علی الایمان کہے اور یہ دعا پڑھے۔ اللھم انی اسئالک برکتہ فی العمر وصحتہ فی البدن و
راحتہ فی العیشتہ وسعتہ فی الرزق وزیادۃ فی وتثبتنا علی الایمان۔ پھر رات کے تین حصے مقرر کرے
پہلا حصہ نماز میں دوسرا ذکر میں اور تیسرا تلاوت میں گزار دے۔ آخر شب میں نماز تہجد ادا کرے
اور جو کچھ جانتا ہو پڑھے۔ یہ تقسیم روز وشبی چند ہی روز میں انسان کو عارف باللہ کرکے واصل خدا
کردیگی انشاءاللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ بیماریوں کے لئے شفا ہے جب کوئی بیمار کسی
دوا سے اچھا نہ ہو تو صبح کے فرض ورسنتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ اکتالیس
بار سورۂ فاتحہ کو صدق دل سے پڑھکر مریض پر دم کریں انشاءاللہ تعالیٰ شفائے کلی حاصل ہوگی۔
اور یہی سورۂ فاتحہ حاجات ومشکلات کے حل کرنے کیلئے کام آتی ہے اس کی ترکیب یہ ہے کہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم الحمد کے لام سے ملاکر پڑھے اور آخر میں تین مرتبہ آہستہ آہستہ آمین کہے
سورۂ فاتحہ انصرام مہمات وحاجات اور حل مشکلات کیلئے نہایت کامیاب اور مجرب عمل ہے۔ اعتقاد
شرط ہے حضرت خواجہ صاحب تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ ہم اپنے مرشد کیساتھ صرف پانچ مرتبہ سورۂ فاتحہ
پڑھکر پانی پر قدم رکھکر دریا تک پار کرچکے ہیں۔ سورۂ فاتحہ کے سات نام ہیں۔ اور اس سورۃ
میں ۷ حرف ایسے ہیں جو اسکے پڑھنے والے کو ان سات باتوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔
اوّل ثبور دوم جہنم سوم زقوم چہارم شقاوت پنجم ظلمت ششم فراق ہفتم خواری۔ جو شخص اس سورۃ
کو پڑھے گا اس کے ہفت اندام کو دوزخ سے نجات ملے گی۔

آپ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کا پڑھنا تو پڑھنا دیکھنا بھی داخلِ ثواب ہی جس حرف پر نگاہ پڑے دس بدیاں دور ہو جائیں اور دس نیکیاں نامۂ اعمال میں درج ہوں۔ آنکھوں کی روشنی بڑھے اور وہ آنکھ چشم زخم سے محفوظ رہے۔

آپ نے فرمایا کہ جو ورد یا وظیفہ پڑھے اُسے ترک نہ کرے۔ حدیث شریف میں تارک اوراد کو ملعون کہا ہے۔

تفویض ولایت ہند

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے مرشد خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت سفر حاصل کر چکے تو مختلف مقامات میں سیاحت کرتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں چند ہی روز قیام فرما کر مدینہ منورہ تشریف لیگئے۔ وہاں زیارت روضۂ رسول سے مشرف ہوئے اور بعد زیارت ریاضت و عبادت میں وہیں مشغول ہو گئے۔ ایک روز آپ مصروف ذکر و اذکار تھے کہ روضۂ مبارک سے آواز آئی کہ معین الدین کو حاضر کرو۔ خدامِ خصوصی نے جستجو کی اور معین الدین کہکر ہر طرف آواز لگائی۔ چونکہ اس نام کے متعدد لوگ وہاں موجود تھے اسلئے آپکا پتہ نہ لگا۔ پھر آواز آئی کہ معین الدین چشتی کو حاضر دربار کرو۔ خدام دوڑے اور تلاش کر کے حضرت خواجہ صاحب کو روضۂ منورہ پر حاضر ہونیکا مژدہ سنایا۔ حضرت خواجہ صاحب نالاں و گریاں عجیب حالت کیفیت میں صلوٰۃ و سلام پڑھتے حاضر روضۂ مبارک ہوئے اور دست بستہ مؤدب سر جھکا کھڑے ہو گئے۔ آواز آئی اے قطب المشائخ آ گئے آؤ۔ آپ بحالت وجد اندر داخل ہوئے حضور نے اپنی زیارت سے آپکو مستفیض فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے معین الدین تو خاص ہمارا ہی اور ہمارے دین کا مددگار رہے ولایت ہند ہم تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ تم ہندوستان جاؤ۔ اجمیر میں قیام کرو۔ وہاں کفر کی تاریکی اور

گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں۔ تمہاری برکت سے وہاں اسلام پھیلے گا۔

جب حضرت خواجہ باہر تشریف لائے اور ہوش آیا تو سوچنے لگے کہ آہی اجمیر کہاں ہے جہاں جانیکا مجھے حضور سے حکم ہوا ہے۔ اسی خیال میں آنکھ لگ گئی۔ اور آپ نے اسی عالم میں تمام ہندوستان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور راجپوتانہ کے پہاڑ اور اجمیر کی پوری تصویر آپ کی چشم خیال کے سامنے پھر گئی۔ بعض کہتے ہیں حضور صلعم نے آپکو آئینہ یا انار کے ذریعہ سے اجمیر دکھایا لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالم استغراق میں آپ پر کشف اجمیر ہو گیا۔ جب آپ کی آنکھ کھلی اور آپ بیدار ہوئے تو استمداد چاہی اور روضۂ منورہ سے بقصد ہندوستان روانہ ہو گئے۔

روانگی ہندوستان

خواجہ صاحب چالیس درویشوں کی ہمراہی میں جانب ہندوستان روانہ ہو گئے پہلے آپ غزنی پہنچے وہاں حضرت شمس العارفین عبدالواحد پیر شیخ نظام الدین ابوالموید رحمۃ اللہ علیہ سے شرف نیاز حاصل کیا اور پھر نہضت فرمائے لاہور ہو کر حضرت مخدوم علی ہجویری لاہوری قدس سرہٗ کے مزار پرانوار پر معتکف رہے پھر لاہور سے دہلی میں رونق افروز ہوئے۔ جب دہلی میں خاص و عام نے ہجوم کرنا شروع کر دیا تو آپ وہاں سے بھی بعزم دارالخیر اجمیر شریف روانہ ہو گئے۔ راجہ پرتھی راج کی والدہ جو اس زمانہ میں حکمران اجمیر تھا نجوم میں دستگاہ کامل رکھتی تھی اور ساحرہ بھی تھی اُسنے کئی سال پہلے راجہ سے کہدیا تھا کہ تجھے کوئی راجہ بادشاہ شکست نہیں دیسکتا ہاں ایک فقیر آئیگا جو تجھے شکست دیگا۔ راجہ پتھورا نے اپنی والدہ کے قول کیموافق اور نجومیوں کے کہنے کیمطابق چاروں حاکموں کے نام حکم جاری کر دئے تھے کہ اس حلیہ کا کوئی شخص تمہاری طرف آئے تو تم بغیر حصول حکم ثانی اُسے قتل کر ڈالنا۔

جب خواجہ صاحب دہلی سے روانہ ہوکر قصبہ سمانا ضلع پٹیالہ میں پہنچے تو رائے پتھورا کے آدمیوں نے حضرت کو دیکھا اور حلیہ سے پہچانا۔ آپکے پاس پہنچکر کہنے لگے کہ اگر ارشاد ہو تو حضور کے قیام و طعام کا انتظام کیا جائے۔ تاکہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف نہو۔ خواجہ صاحب نے مراقبہ کیا تو حضرت محبوب خدا کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے معین الدین ان لوگوں کی باتوں پر زنہار اعتماد نکرنا انکی نیتیں خراب ہیں پس انکے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ بابا درویش کو سوائے خدا کے کسی سے غرض و طلب نہیں ہے۔ آرام و تکلیف سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے تم جاؤ اپنا کام کرو۔ وہ چلے گئے۔ تو آپنے اپنے مراقبہ کا حال اپنے ہمراہیوں سے بھی کہدیا اور اجمیر شریف کیطرف روانہ ہوگئے بتاریخ ۱۰ محرم الحرام ۵۶۱ھ آپ اجمیر شریف میں رونق افروز ہوگئے اور ایک درخت کے نیچے معہ چالیس اہل ہمراہیوں کے بوریا بستر ڈال دیا۔

جغرافیہ اجمیر شریف معہ مفصل حالات

اجمیر وسط راجپوتانہ میں واقع ہے۔ اسکے شمال میں راجپوتانہ مشرق میں کشن گڈھ جنوب میں کوہ اراولی اور بوندی اور مغرب میں دریائے سونی ہے۔ عہد شاہی میں اجمیر صوبہ تھا اور اُسکی آبادی قریبًا ڈیڑھ کروڑ تھی اب پورے ضلع کی آبادی تین لاکھ تین ہزار ہے۔ آب و ہوا گرم و خشک ہے باشندے پہلے جاہل و وحشی تھے اب تعلیم یافتہ اور مہذب ہیں آگرہ یا اکبر آباد سے ۲۲۸ میل دہلی سے ۲۵۸ بمبئی سے متوا و نیمچہ ہوتے ہوئے ۸۰۲ میل کا فاصلہ ہے اور آجکل ہر قسم کی پیداوار اسمیں ہوتی ہے۔ لیکن یہاں کا گلاب اور چمبیلی دور دور مشہور ہے ہر قسم کا غلہ بکثرت پیدا ہوتا ہے۔

زمانہ سلف میں آجہ یا اجیپال نامی کوئی حاکم تھا جسنے اسے آباد کیا۔ اور میر سنسکرت میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ لہذا آج اور میر سے ملکر اسکا نام اجمیر ہوگیا۔ یہ شہر سمت ۲۰۲ راجہ جدھشٹر کے زمانہ میں آباد ہوا اسے جمیر۔ جیدرگ۔ آومیر۔ جیانگر اور جلوپور بھی کہتے تھے۔

پانچہزار سال پہلے ہندوستان میں راجہ جدھشٹر کا راج تہا جسے چتربھوجا بھی کہتے ہیں۔ اُسنے زمانہ سابق میں سلطنت نہروالہ جواب پٹن گجرات مشہور ہی آباد کی تھی نجومیوں نے حساب لگاکر پیشین گوئی کی تھی کہ ساڑہی تین ہزار برس گذرنیکے بعد یہ شہر ویران ہوجائیگا۔ چنانچہ سلطان علاؤالدین نے ۶۹۷ھ میں سلطنت نہروالہ کو تباہ و برباد کرکے الاتمام بتخانے کھدوا ڈالے۔ بتوں کو مسمار کردیا فصیل شہر کھدواکر پھکوادی۔ بعد انتقال نہروالہ سوا چاچوہان ملان چوہان گلن سور یکے بعد دیگرے کئی راجہ ہوئے۔ اِنکے بعد اجیپال جکو اراجہ ہوا اور یہی بانی اجمیر ہی۔ راجہ اجیپال کے چوبیس ۲۴ بیٹے تھے۔ جنہوں نے اِس ملک کو آباد کیا اِسی کے عہد میں رستم بن زال والی سیستان نے اپنے لڑکے فرامرز کو تسخیر ہندوستان کے لئے بھیجا تہا مگر وہ ناکام واپس چلا گیا پھر سمت ۷۴۱ میں خاندان چوہان میں سے دولہارائے راجہ ہوا اُسوقت سلطنت اسلام بنی اُمیہ کے خاندان میں تھی۔ ولید بن عبدالملک بادشاہ عرب نے اپنے مصاحب خاص روشن علی کو سفیر بناکر دولہارائے کے پاس بھیجا تہا فقیر روشن علی نے وہاں پہنچکر اتفاقاً راجہ کے کھانے کے برتن میں ہاتھ لگادیا جسکی پاداش میں اُنکی اُنگلی کاٹی گئی سفیر نے یہ خبر ولید بن عبدالملک کو پہنچادی خبر پہنچتے ہی فوج اسلام آراستہ ہوکر روانہ ہوئی۔ اور دولہارائے کو معہ فرزند قتل کرکے گڈھ بیھیلی پر قبضہ کرلیا۔ دولہارائے کا بہائی اجمیر سے سانبھر چلا گیا۔ غرض ۹۵ھ میں رایت اسلام قلعہ تارا گڈھ پر اُڑنیلگا (قلعہ تارا گڈھ کا حال آگے چلکر ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے) بعد چند سال کے اجمیر پھر چوہانوں نے لیلیا۔ اور ہرس راج نے ناصرالدین سے مقابلہ کرکے اسکو شکست دی۔ اور سلطان گیر کا خطاب پایا پھر ہرس راج کے بعد بیر بلین نے فرمان روائی کی اور محمود غزنوی کے مقابلہ میں قتل ہوا۔ پھر سمت ۱۰۶۶ میں بسیلدیو راجہ ہوا۔ اُس وقت سب سے بڑا راجہ والئی قنوج تہا جو سلطان محمود غزنوی کا

بڑا دوست تھا۔ اکثر راجگان ہند راجہ بسیلدیو کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ یہ راجہ بھی ایک لشکر عظیم الشان لیکر جسمیں ہندوستان کے نامور اور دلاور جرار اور چیدہ چیدہ مرد میدان موجود تھے سلطان محمود غزنوی سے آمادۂ مقابلہ ہوا سات روز تک بازار معرکہ گرم رہا آخر آٹھویں روز بسیلدیو کی فوج سر پر پانوں رکھکر بھاگی اور فوج شاہی قلعہ تاراگڈھ پر چڑھ گئی۔ بسیلدیو گرفتار کرلیا گیا سلطان نے اسکے قتل کا حکم دیا لیکن اُسنے مذہب اسلام قبول کرکے اپنی جان بچالی سلطان نے اُسکے مسلمان ہو جانے کے بعد ملک مفتوحہ اُسے واپس دینے کا ارادہ فرمایا لیکن اُسنے قبول نہ کیا اور سلطان سے کہدیا کہ میں تو دنیا کو ترک کرکے اپنی عمر یاد الٰہی میں بسر کرونگا مجھے تخت شاہی اور دولت لا متناہی کی کچھ پرواہ نہیں ہے آخر بسیلدیو نے بمقام ڈھونڈ گوشہ نشینی اختیار کرلی اور آخر عمر تک وہاں سے نہ اُٹھا یہاں تک کہ وہیں اسکا پیمانۂ حیات لبریز ہوگیا جب بسیلدیو نے اجمیر کی حکمرانی سے انکار کردیا تو سلطان محمود غزنوی نے اجمیر سالار ساہو کے سپرد کردیا۔ چنانچہ سنہ ۴۰۵ھ میں سالار ساہو نے اپنے لڑکے سالار مسعود غازی کی ولادت کی خوشی میں اجمیر کے قریب ایک نیا شہر مسعود آباد بسایا۔ بیس سال تک مسلمانوں کا تسلط رہا۔ جسکے بعد چوہان نے سالار مسعود غازی کو شہید کرڈالا اور اپنا قبضہ کرلیا چوہانوں میں سارنگ دیو، آنادیو، جیپال، انند دیو، سمیس دیو وغیرہ راجہ حکومت کرتے رہے (تالاب آناساگر زمانہ آنادیو میں بنا تھا جسکا ذکر مفصل آگے آئیگا) سمیس دیو کی شادی رودکا بائی دختر اننگ پال تنور راجہ دہلی سے ہوئی تھی چونکہ اننگ پال راجہ قنوج کے حملوں سے صرف سومیس دیو کی مدد سے محفوظ رہا تھا۔ لہذا اس احسان کے صلہ میں راجہ تنور نے اپنی لڑکی کی شادی اُس سے کردی اور اُسی سے پرتھی راج پیدا ہوا۔ جے چند راجہ قنوج اور پرتھی راج دونوں اننگ پال کے نواسے تھے۔ اور راجہ جے چند کے باپ بجے چند اور سومیس دیو دونوں راجہ اننگ پال تنور کے

فرماں روائے دہلی کے داماد تھے یہ وجہ تھی کہ چوہان اور راٹھور دونوں میں رقابت کی آگ
مشتعل ہوگئی۔ اور یہی وہ آگ تھی جس نے ہندو سلطنت کی بنیاد کو ہندوستان سے اُکھاڑ کر پھینکدیا
جب پرتھی راج آٹھ یا چودہ برس کی عمر میں تخت دہلی پر بیٹھا تو جے چند نے اُسکی عظمت ہی سے
انکار نہ کیا بلکہ تخت دہلی لینے کا دعویٰ بھی پیش کردیا مشیت ایزدی یہ بھی کہ رائے پتھورا اس
ملک کا والی ہو لہذا اُسکے دل میں ارادہ فتح پیدا کیا اور وہ تخت سلطنت پر جا بیٹھا۔

۵۸۷ھ میں شہاب الدین غوری غزنین سے بقصد تسخیر ہندوستان روانہ ہوا سب سے پہلے
قلعہ بھنڈا کو جو ایک بڑے راجہ کا تختگاہ تھا فتح کیا۔ اب یہ قلعہ پٹیالہ کے راج میں ہے اور علاقہ
بانگیر میں واقع ہے۔ وہاں ملک ضیاء الدین توسکی کو مع بائیس ہزار سواروں کے حفاظت قلعہ کے لئے
چھوڑ کر خود جانب غزنین روانہ ہونا چاہا کہ اتنے میں مخبر نے خبر دی کہ رائے پتھورا والئی اجمیر اور
کھانڈے رائے سپہ سالار دہلی متفق ہو کر ایک عظیم الشان لشکر کیساتھ بعزم مقابلہ چلے آرہے ہیں
یہ خبر سنکر سلطان شہاب الدین غوری رکا اور ایک قلیل فوج کی مدد سے مقابلہ کیا میدان جنگ
میں ہندوستان کا راجہ قتل کیا گیا۔ رائے پتھورا کو قتل کرنے کے بعد سلطان شہاب الدین
غوری نے اندر سین کے بتخانوں کو جو اجمیر میں واقع تھے مسمار کر کے خانہ خدا بنا دیا۔ اور
دس ہزار ہندوؤں کو مسلمان کیا۔ جو اسوقت دیسوالی کے نام سے اجمیر میں مشہور ہیں اس سال کی
بنائی ہوئی مسجدیں بھی اس شہر میں موجود ہیں۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اثنائے مقابلہ میں
سلطان شہاب الدین غوری بھی زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے اور کھانڈے راؤ صرف زخمی ہو کر بھاگ
گیا۔ سلطان پر غشی طاری تھی اور رات کا وقت تھا کوئی پہچان نہ سکا آخر ایک جماعت ترکوں کی سلطان
کی تلاش میں نکلی۔ اور مقتولوں میں سلطان کو ڈھونڈھنے لگے سلطان نے اپنے غلاموں کی آواز
پہنچانی اور اُنہیں اپنے حال سے اطلاع دی۔ غلاموں نے بادشاہ کو کاندھے پر بٹھا کر علی الصباح

لشکر مظفر ومنصور سے جا ملا پایا۔ رائے پتھورا نے قلعہ بھنڈا کا محاصرہ کر لیا تھا جہاں ملک ضیاء الدین تو سکی ایک سال تیرہ مہینے محصور رہا۔ آخر صلح کر کے قلعہ رائے مذکور کے حوالہ کر دیا سلطان کو اس شکست کا بہت بڑا صدمہ ہوا۔ آرام و عیش کو تلخ سمجھا گیا بالآخر ۵۸۸ھ میں ایک لاکھ ستر ہزار ترک تاجیک اور افغانوں کی جمعیت سے ہندوستان پر پھر حملہ آور ہوا۔ پیر غوری کی سفارش سے مصلحتاً امرائے ملک کے قصور معاف کئے گئے اسکے بعد اقوام الملک رکن الدین حمزہ کو بطور سفیر رائے پتھورا کے پاس بھیجا رائے پتھورا فرمان شاہی پڑھتے ہی آگ ہو گیا۔ اور بالاتفاق کھانڈے راؤ لاکھوں راجپوت جرار دو سو راؤں کی جمعیت میں مع تین ہزار جنگی ہاتھیوں کے تھانیسر کے پاس تلاوڑی کے میدان میں پہنچا چھپن مورچال تیار ہوئے اور تین ہزار ساتھ جوان انکی حفاظت کیلئے مقرر کئے گئے ادھر سلطان شہاب الدین غوری نے اپنی فوج کو حکم آراستگی دیا۔ وقت صبح دونوں لشکر بالمقابل آمادہ جنگ ہوئے کبھی ترک ہندوستانیوں پر اور کبھی ہندوستانی ترکوں پر غالب آتے تھے۔ آخر شام تک یہ معرکہ جاری رہا۔

قوم راجپوت کے نوجوانوں نے جس طرح داد دلیری دی اسیطرح بہادر ترکوں نے بھی دکھا دیا کہ مسلمانوں کے رگ وریشہ میں جو خون جوش زن ہے اسکے سامنے راجپوتوں کی شجاعت ہیچ ہی آخرالامر سلطان شہاب الدین غوری نے خود بارہ ہزار سواروں کے ساتھ فوج حریف پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف سے سپہ سالار خرمیل نے رائے پتھورا پر حملہ کیا ہندوستانی فوج ترکی فوج کی تاب نہ لا سکی آخر بھاگ نکلی۔ کھانڈے راؤ مع راجگان ہمراہی مارا گیا۔ اور راجہ پتھورا بھی بھاگا لیکن اسکی بھی قضا دامنگیر تھی اسلئے قتل ہوا۔ القصہ راجہ جلد ھشتر سے لیکر رائے پتھورا تک ایک سو بیس راجاؤں نے چار ہزار آٹھ برس سلطنت کی اور راہی ملک عدم ہوئے۔ راجہ پتھورا نے انچاس برس سلطنت کی جسکے مارے جانیکے بعد ہندوستان میں رایت اسلام لہلہانے لگا فتح کے بعد

سلطان شہاب الدین غوری نے اپنے غلام قطب الدین ایبک کو نائب السلطنت بنا کر ہندوستان میں چھوڑ دیا۔ اور خود براہ سوالک اکثر محال کوہستان غارت کرتا ہوا غزنین جا پہنچا۔

قطب الدین ایبک نے چند ہی سال میں قلعہ جات کول میرٹھ گوالیار، بدایوں وغیرہ فتح کر لئے۔ پھر جانب گجرات یورش کی۔ اور وہاں جب تاراج و تاراج سے فرصت پائی تو دہلی آیا۔ یہاں آکر سنا کہ سلطان شہاب الدین غوری نے تیسری شعبان کو بروز شنبہ ۶۰۲ھ اثنائے نماز میں وزرائے گکھڑہ کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کیا۔ یہ سنکر ا۔ ربیع الاول ۶۰۲ھ کو شاہ غزنین سے اجازت لیکر ہندوستان میں اپنا سکہ و خطبہ جاری کر دیا۔ مسلمان بادشاہوں میں سب سے پہلا بادشاہ یہی تھا جو تخت دہلی پر بیٹھا۔ سید السادات حضرت حسن مشہدی المشہور بہ خنگ سوار اسی بادشاہ کی طرف سے اجمیر شریف کے قلعہ دار تھے جن کا حال انشاء اللہ آگے درج ہوگا۔

اجمیر میں رونق افروزی

جب حضرت خواجہ صاحبؒ اجمیر میں آکر زیر درخت معہ چالیس ہمراہیوں کے رونق افروز ہوگئے تو تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آکر کہنے لگا کہ بابا تم نے یہاں کیوں بستر لگا دیا ہے یہاں تو راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ راجہ بھی وہ جس کا نام رائے پتھورا ہے اور جس کے ہیبت و جلال سے سارا جہان کانپتا ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ یہاں سے اپنا بستر اُٹھا لو۔ حضرت خواجہ صاحب نے کچھ زیادہ تکرار نہ کی اور فرمایا کہ اچھا بھائی ہم یہاں سے اُٹھے جاتے ہیں اب راجہ کے اونٹ ہی یہاں بیٹھے رہیں گے۔ یہ فرما کر آنا ساگر کے قریب ایک پہاڑ پر کسی سایہ دار درخت کے نیچے جا ٹھہرے (یہاں آپ کا چلہ ابتک بنا ہوا ہے) خادم نے بستر لگا دیا۔ اس زمانہ میں تالاب آنا ساگر کے آس پاس بہت سے بتکدے تھے۔ ساڑھے تین سو پجاری ان بتخانوں میں

رہتے تھے اور روز ساڑھے تین من تیل کی روشنی راجہ اجمیر کیطرف سے انمیں ہوا کرتی تھی شام کو جب راجہ کے اونٹ آئے تو حسب معمول اُس درخت کے نیچے بٹھائے گئے لیکن اونٹ بیٹھے تو پھر کسیطرح بھی نہ اُٹھہ سکے۔ ہرچند ساربانوں نے کوشش کی ناکامی ہوئی وہ بہت گھبرائے اور سارا حال راجہ کو سنایا۔ راجہ نے کہا کہ مجھہ سے کیا کہتے ہو اُسی درویش باکمال سے بعجز و انکساری عرض کرو اگر وہ ہی دعا کریگا تو یہ اونٹ اُٹھ سکیں گے ورنہ ہر تدبیر بیکار اور ہر کوشش ناکام ہوگی۔ چنانچہ وہ لوگ پھر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بکمال منّت و سماجت اونٹوں کے اُٹھنے کے لئے درخواست کی جب اُن کی عاجزی حد سے زیادہ گزر گئی تو آپنے فرمایا کہ جاؤ جس کے حکم سے اونٹ بیٹھ گئے تھے اُسی کے حکم سے کھڑے ہو گئے۔ ساربان یہ سنکر واپس آئے دیکھا تو فی الحقیقت تمام اونٹ کھڑے ہوئے ہیں اور طاقت رفتار اُن میں موجود ہے۔

یہ قصّہ تمام شہر میں مشہور ہوگیا تو کافروں کی ایک جماعت راجہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ حضور کچھ درویش مسلمان کہیں سے آگئے ہیں اور ہمارے بتخانوں کے قریب بستر ڈالے بیٹھے ہیں۔ وہاں ان کا ٹھہرنا ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ راجہ نے یہ سنکر خادموں کو حکم دیا کہ اُن درویشوں کو بتخانوں کے پاس سے ہٹاوو۔ راجہ کے ملازم حکم پاتے ہی خواجہ غریب نواز کے پاس پہنچے اور نہایت درشت الفاظ میں وہاں سے اُٹھہ جانیکے لئے تاکید کی۔ خواجہ صاحب نے تھوڑی سی خاک اُٹھاکر اُن لوگوں پر پھینکی جسکی پڑتے ہی کچھہ تو دیوانے ہوگئے بعض کا جسم خشک ہو گیا اور کچھ لوگ بھاگ کر راجہ کے پاس گرتے پڑتے پہنچے اور یہ تمام واقعات بیان کرئے۔ دوسرے روز رام دیو مہنت نے اور دوسرے پجاریوں نے جو راجہ کیجانب سے بتخانوں میں مقرر تھے حضرت خواجہ صاحب کیساتھ مخالفت شروع کی لیکن جب آنکھیں چار ہوئیں تو سب کے سب کانپنے لگے۔ رام دیو مہنت جو اِس جماعت مخالف کا سرگروہ تھا قدموں پر گرا اور مسلمان ہوگیا آپنے اُسکا نام شادی دیو یعنی فرحت دہندہ رکھا اور وہ بھی درجۂ کمال کو پہنچ گیا سفر اور وہ بھی بے سہرد

سامانی میں۔ اکتالیس مردان خدا بے برگ و ساز خارستان اجمیر میں پڑے ہوئے تھے سب باتوں کیلئے صبر و شکر سے کام لیتے تھے۔ کھانا نہ ملتا تو شکایت نہ کرتے کبھی کبھی حضور کی خاطر سے کچھ شکار کر لاتے اور کباب بنا کر حاضر کرتے۔ لیکن وضو کی ضرورت دن رات اور طہارت کی ضرورت اکثر ضرور رہتی تھی یہ لوگ بغرض وضو یا طہارت آنا ساگر ہی پر جاتے تھے کہ قریب میں سکے سوا کوئی آب رسانی کا ذریعہ نہ تھا۔ لیکن وہاں مندر وں کی کثرت تھی اور پجاری جب ان کو وضو کرتے دیکھتے تو مانع آتے۔

ایک روز خدام نے آکر حضور سے عرض کیا کہ ہمیں وضو کیلئے پانی کی بڑی تکلیف ہے اور آنا ساگر سے ہندو پانی نہیں لینے دیتے۔ اور آمادہ فساد ہو جاتے ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے یہ شنکر شادی دیو سے کہا جاؤ آنا ساگر سے ایک شکیزہ پانی بھر لاؤ۔ وہ جو بھرنے گئے تو تمام تالاب کا پانی اسمیں آگیا اور آنا ساگر خشک ہو گیا۔ عورتوں کی پستانوں میں دودھ خشک ہو گیا۔ اور شیر خوار بچے تک شدت تشنگی سے تڑپنے لگے تمام شہر میں العطش العطش کی فریاد ہونے لگی۔ راجہ پتھورا آپکی گذشتہ و موجودہ کرامتوں سے موثر ہو کر حساب لگانے لگا کہ کہیں یہ وہی درویش تو نہیں ہیں جنکی خبر میری والدہ نے از روئے نجوم دی تھی معلوم ہوا کہ یہ وہی درویش ہیں جو اس سلطنت کی بیخ کنی کے باعث ہونگے گھبرایا ہوا اپنی ماں کے پاس پہنچا اور تمام باتیں بیان کر دیں۔ ماں نے بھی حساب لگا کر بتا دیا کہ ہاں تیرا خیال صحیح ہے۔ اب سوائے اسکے کوئی تدبیر نہیں ہے کہ انکا مطیع ہو جائے ورنہ زوال ملک و مال کے علاوہ تیری اولاد کو اور تجھے سخت تشویش و آلام کا سامنا ہو گا۔ ماں کا یہ جواب سنکر راجہ پتھورا دربار خاص میں آیا۔ وزرا اور امرا کو بلا کر مشورہ کر نیلگا کہ کسی ترکیب سے اس درویش کو یہاں سے ٹالو۔ وہ سب کہنے لگے کہ حضور اس کی نگاہ تو عجب اثر آفریں ہے کہ جو اسکے سامنے جاتا ہے وہ اسی کا ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے۔ ہم تو تدبیر مدافعت سے مجبور ہیں ہاں اگر جوگی اجیپال جنہیں سحر میں کمال حاصل ہے وہ یہاں

آئیں تو شاید اس درویش کا مقابلہ کر سکیں ۔ پتھورا کو یہ رائے پسند آئی ۔ فوراً قاصد کو بلایا اور کہا کہ تم جوگی اجیپال جی کی خدمت میں جاؤ اور کہو کہ میرے ملک میں ایک ایسا درویش آگیا ہی جس کا مقابلہ میرے سرداران لشکر بھی نہیں کر سکتے ۔ میں بہت پریشان ہوں ۔ تم جلد آؤ اور مجھے ہلاکت سے بچاؤ قاصد جوگی اجیپال کے پاس پہنچا اور یہ تمام واقعات کہہ سنائے اجیپال یہ سنکر متحیر و سرگرداں ہوا سوچ ساچ کر قاصد سے کہنے لگا کہ بھائی یہ کام تو میرے قابو سے باہر ہی ۔ وہ تو کوئی بہت ہی بڑا درویش ہی ۔ ادھر رائے پتھورا قاصد کا راستہ دیکھتے دیکھتے مضطرب ہو گیا تھا ۔ دوسرے آدمی کو ادھر بھیجا کہ جائے اور جوگی جی کو لیکر اُلٹے پاؤں واپس آئے ۔ یہ اُدھر روانہ ہوا ۔ ادھر راجہ نے فوج کو آراستگی کا حکم دیدیا اور خیال کیا کہ جبتک جوگی جی آئیں خود چلکر حضرت خواجہ صاحب سے مقابلہ کروں ۔ لیکن خدا کی قدرت دیکھیے کہ اس خیال کے آتے ہی بینائی آنکھوں سے جاتی رہی ۔ غرضکہ اسیطرح سات بار ایسا عزم فاسد کیا اور ساتوں دفعہ اندھا ہو گیا ۔ آخر پچھتا کے اپنے خیالات سے توبہ کی اور ارادۂ بد سے باز آیا ۔ اتنے میں جوگی اجیپال آگیا ۔ دیکھا اور سُنا کہ سارا شہر شدت تشنگی سے جان بلب ہے ۔ زبانیں سوکھ کر ہونٹوں پر آگئی ہیں اور فریاد و شور کی صدائیں ہر طرف سے بلند ہیں بہت گھبرایا ۔ خواجہ صاحب کے پاس حاضر ہو کر باآواز بلند کہنے لگا کہ فقیروں کو تو رحیم و کریم سنا ہی ۔ آپ اپنے کو فقیر کہتے ہیں اور خلق خدا کی ہلاکت و جان بلبی کا خیال نہیں کرتے ۔ دریا دلی کے معنی ہیں کہ شہر کو اس مصیبت سے چھڑائیے جسمیں وہ مبتلا ہے ۔ تاکہ آپکے فقر کی آبرو رہے ۔ خواجہ صاحب نے یہ باتیں سنکر تامل کیا ۔ اور پھر شادی دیو سے ارشاد فرمایا کہ اس مشکیزہ کا پانی تالاب اناساگر میں ڈالدو تبتک از حکم جسوقت مشکیزہ کا پانی اناساگر میں ڈالا گیا سارا تالاب بدستور لبریز ہو گیا ۔ اور جس مقام میں پانی نظر آنے لگا ۔ اور قحط آب کے آثار بالکل دور ہو گئے ۔

شب جیپال بڑا زبردست ساحر اور کامل جادوگر تھا اب ہر طرح سے طیار ہو کر خواجہ صاحب

کے مقابلہ کو طیار ہوا۔ خواجہ صاحب نے اُسے آمادۂ سحر پردازی دیکھکر ایک بڑا سا حصار کھینچ لیا
اور اُسمیں معہ اپنے ہمراہیوں کے مطمئن ہوکر بیٹھے رہے۔ جوگی اجیپال نے سات سو اژدہے
زبردست و خونخوار آپکی طرف بھیجے مگر وہ سب بیرون حصار گر گر خاک ہوگئے۔ آگ برسائی
نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ بہت سے مہیب و مہلک ساحروں کی خیالی تصویریں پیدا کیں مگر وہ سب حرفِ
غلط کیطرح مٹ مٹا کر رہ گئیں۔ پھر اپنے چکر دُ حلقہائے سحر پھینکے جن کی تعداد ہزار سو بتاتے
ہیں لیکن وہ بھی کچھ اثر نہ دکھا سکے۔ اجیپال اپنی ناکامیوں سے سخت پیچ و تاب میں تھا۔ غصّہ
سے لال پیلا ہوا جاتا تھا لیکن کچھ بس نہ چلتا تھا۔ آخر خواجہ صاحب سے کہنے لگا کہ آپنے بارگاہ
ایزدی میں کیا منصب پایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے فقیروں کے منصب و مرتبہ سے کیا کام ہے
تو نے جو سحر میں درجہ پایا ہو وہ دکھا۔ اجیپال نے ایک مرگ چھالا نکالا اور ہوا میں چھوڑ دیا۔ وہ
جب ہوا میں بچھ گیا۔ تو علبس دم کرکے خود بھی اُس پر جا بیٹھا اور ہوا میں اُڑنے لگا۔ آپ یہ دیکھکر
متبسم ہوئے اور فرمایا کہ ؎

تو کارِ زمین را نکو ساختی — کہ بر آسمان نیز پرداختی

یہ کہکر خواجہ صاحب نے مراقبہ فرمایا اور آنکھیں کھول کر خدام سے پوچھا کہ اسوقت اجیپال
کہاں ہے؟ خادموں نے عرض کیا وہ اب اتنی دور ہے کہ مرغ کی برابر نظر آتا ہے۔ یہ سُنکر
خواجہ صاحب نے اپنے نعلین چوبی کو حکم دیا کہ جاؤ سرکش اجیپال کو مغلوب کرکے زمین پر لاؤ
نعلین اس حکم کے پاتے ہی ہوا میں اُڑنے لگیں اور آسمان پر جا پہنچیں۔ پہنچتے ہی سر
سر کوبی شروع کردی اور مارتے مارتے اسکو زمین پر اُتار لائیں اور خواجہ صاحب کے قدموں
یہ واقعہ اجمیر کی تمام مخلوق دیکھ رہی تھی اور اجیپال کی فریاد ہر گوش شنوا میں پہنچ رہی تھی
جب اجیپال خواجہ صاحب کے قدموں پر آکر گر پڑا تو توبہ کرنے لگا اور امان کا خواستگار ہوا۔

کیا اور نعلین کو سرکوبی سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اجیپال کو جب ذرا ہوش آیا تو کہنے لگا کہ اب
آپ بھی حسب وعدہ اپنا رتبۂ عالی مجھے دکھائیں آپنے اُسیوقت مراقبہ کیا اور روح پُرفتوح
راجع عالم بالا ہوگئی۔ چونکہ اجیپال کو بھی اپنی محنت و ریاضت کیوجہ سے قوت استدراج حاصل
تھی مراقبہ کرکے اپنی روح کو بھی خواجہ صاحب کے ہمرکاب کردیا حضرت کی روح مقدس جب
قریب آسمانِ اوّل کے پہنچی اُسوقت اجیپال کی روح کو بلند پروازی کا موقع نہ ملا اور آہ وزاری
کرنیلگی۔ آپکو رحم آیا اور اپنے ہمراہ عالم بالا کیطرف اُسے بھی لیچلے۔ ملاء اعلیٰ آپکی روح پُرنور کی تعظیم
کرتے تھے اور حجاب اُٹھتے جاتے تھے پھر آپکی روح راجع آسمانِ اول ہوئی اور وہاں سے دوبارہ
جانب عرش بریں جانیکا قصد کیا۔ اجیپال کی روح نے بھی ہمرکابی کی تمنا ظاہر کی کہ حضور مجھے
اپنے ہمراہ رکھیں تاکہ مشاہدۂ باطنی سے میں بھی محروم نہ رہوں آپ کو اُسکی عاجزی پسند آئی۔
لیکن فرمایا کہ اجیپال جبتک تم مسلمان ہوکر کلمۂ طیبہ نہ پڑھوگے اُن مقامات کی سیر نہیں کرسکتے
اجیپال نے اقرار کیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ خدا مجھے تا قیامت زندہ رکھے
آپنے دعا کی اور اجیپال کے سر پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ انشاءاللہ تو تاقیامت زندہ رہے گا۔
اجیپال نے کلمۂ شہادت پڑھا اُسوقت آپنے اُسکی روح کو ہمراہ لیکر پھر عروج فرمایا یہاں
تک کہ عرش اعظم کے قریب جا پہنچے۔ حجاب باطنی اُٹھ گیا اور اجیپال کی روح نے تمام عالم روحانیت
کی سیر کرلی۔ پھر دونوں روحیں مراجعت فرمائے زمین ہوگئیں دونوں نے مراقبہ سے آنکھیں
کھولدیں اور اجیپال کلمۂ طیبہ پڑھتا ہوا قدموں پر گر پڑا۔ اجیپال کا نام آپنے عبداللہ بیابانی رکھا
وہ ابتک زندہ ہے اور صحرائے اجمیر میں بھولے بھٹکے مسافروں کی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ عبداللہ بیابانی
نے جس مقام پر ریاضات کی تھیں وہ تاہنوز اجمیر کے غرب میں تین کوس پر موجود ہیں بعض لوگوں نے
بعد شب جب درگاہ شریف کے دروازہ بند ہوچکے ہیں اجیپال کو جوگیانہ وضع میں داخل آستانہ ہوتے ہوئے دیکھا

جب اجیپال کی یہ حالت رائے پتھورا نے دیکھی تو سخت حیران و پریشان ہوا۔ خواجہ صاحب نے راجہ کو مسلمان ہونے کی ہدایت فرمائی لیکن وہ بدنصیب اور شقی ازلی ایمان نہ لایا عبداللہ بیابانی اور شادی دیو دونوں ساتھ رہتے تھے اور آپکی خدمت سے برکات حاصل کرتے تھے۔

اب آپنے ایک مقامِ خاص پر سکونت اختیار کرلی۔ اور اپنے فیض باطنی سے خلق اللہ کو اپنی طرف کھینچنے لگے جسکو سعادت دینی و دنیوی حاصل کرنی تھی وہ آپکے حلقۂ خدمت میں چلا آتا تھا ایک مرتبہ ایک شخص رائے پتھورا کے پاس سے بہ نیت بیعت آپکے پاس حاضر ہوا لیکن آپنے اُس کو مُرید کرنے سے انکار کردیا۔ اُسنے سبب پوچھا تو آپنے فرمایا کہ تین سبب سے تجھے بیعت نہیں کرسکتا اور وہ تینوں باتیں تجھ سے جا بھی نہیں سکتیں۔ اول یہ کہ تو بڑا گندہ ہے دوسرے ہمارے طریقہ کا نہیں ہے۔ اور ہم اُس شخص کو کلاہ نہیں دیتے جو کسی غیر کے در پر سر جھکائے تیسرے لوحِ محفوظ پر ہمنے لکھا دیکھا ہے کہ تو اِس دُنیا سے بے ایمان جائیگا۔ وہ شخص یہ سنکر چلا گیا اور راجہ پتھورا سے تمام حال بیان کردیا راجہ کو یہ سنکر سخت رنج ہوا اور کہنے لگا کہ یہ درویش تو غیب کی باتیں کرتا ہے۔ ہمنے سوچا تھا کہ پڑا ہے پڑا رہنے دو۔ لیکن اب اُس سے جا کر کوئی کہدے کہ میرے شہر سے چلا جائے جب یہ حقیقت آپ نے سُنی آپ بہت مُسکرائے اور راجہ سے کہلا بھیجا کہ ہمیں تین روز کی مُہلت دے۔ اس عرصہ میں یا تو ہم اجمیر چھوڑ دینگے یا تو چھوڑ دیگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پتھورا کو ہمنے زندہ گرفتار کیا اور دیدیا۔ جو شخص مُرید ہونیکو آیا تھا وہ قصداً دوبارہ

اجمیر بحیثیت دارالاسلام

۵۸۷ھ میں سلطان غازی (معزالدین شام) لشکرِ اسلام کو تیار کرکے قلعہ سرہند پر آیا اور اُسکو فتح کیا۔ پھر ملک قاضی ضیاءالدین تولک کو اس شرط پر سپرد کیا کہ وہ

آٹھ مہینے قلعہ کی حفاظت کرے تاکہ سلطان غزنین ہوکر واپس آجائے۔ ابھی یہ اسی ارادہ میں
تھا کہ رائے پتھورا کے نزدیک آپہنچنے کی خبر سنی جو تمام ہندوستان کے راجاؤں کے ساتھ آمادۂ
جنگ ہوکر آیا تھا۔ سلطان بھی اُس کے مقابلہ میں آجمے اثنائے جنگ میں سلطان نے نیزہ
لیکر اُس ہاتھی پر حملہ کیا جس پر راجہ گوبند رائے حکمران دہلی بیٹھا تھا۔ نیزہ ایسا لگا کہ راجہ کے دو
دانت ٹوٹکر اسی کے منہ میں جا پڑے راجہ نے بھی سلطان پر سیل مارا اور بازو کو زخمی کردیا۔
سلطان نے گھوڑے پر بیٹھنے کی طاقت نہ دیکھ کر باگ موڑ دی۔ یہ دیکھ کر لشکر سلطان نے
بھاگ دوڑ مچا دی۔ اور اس آپا دھاپی میں کوئی سلطان کا سنبھالنے والا بھی نہ رہا۔ قریب تھا
کہ سلطان گھوڑے سے گر پڑیں لیکن ایک بہادر خلجی نے سلطان کو بچا لیا اور فوراً اپنا گھوڑا
چھوڑ کر سلطان کے گھوڑے پر آگیا اور سلطان کو ہوشیاری سے گود میں لیکر گھوڑے کو ایسی ایڑ
دی کہ میدانِ جنگ سے باہر نکل آیا۔ اور اُس جگہ جا پہنچا جہاں شکستہ حال لشکر نے راجہ ہند
کے تعاقب سے امن پاکر قیام کیا تھا سلطان کے پہنچنے سے سب کو تسلی ہوئی لشکر جو
پریشان تھا جمع ہوگیا سلطان نے غزنین کی راہ لی اور قلعہ سرہند پر قاضی تولک کو چھوڑا
رائے پتھورا نے قلعہ کو جا گھیرا۔ تیرہ مہینے تک لڑائی ہوتی رہی آخر صلح کرکے قلعہ لے لیا۔

سال بھر کے بعد سلطان غازی نے لشکر اسلام جمع کرکے فتح ہندوستان کا دوبارہ
ارادہ کیا۔ اب کی مرتبہ اس فوج میں ایک لاکھ بیس ہزار سوار تھے۔ حدود ترائن میں
سلطانی کمپ آراستہ ہوا اور رائے پتھورا نیز گوبند رائے نے بھی لڑائی کا سامان
کیا۔ ہر طرف سے دس دس ہزار سواروں نے دھاوا کیا۔ اور چالیس ہزار سوار چاروں طرف
سے لشکر کفار پر جا پڑے۔ اس معرکہ میں راجگان ہند کے پاؤں اکھڑ گئے۔ حریفوں کو
پشت دکھا کر بھاگ گئے۔ راجہ گوبند رائے قتل کیا گیا اور رائے پتھورا ہاتھی پر سے اُتر کر گھوڑے

پر سوار ہوا اور بھاگ نکلا لیکن سرسہ کیطرف سے گرفتار ہو کر آیا اور قتل ہوا۔
شہر اجمیر ہانسی اور سرسہ وغیرہ اکثر ملک اور شہر فتح ہوئے اور یہ فتح ۵۸۸ھ ہجری میں سلطان کو نصیب ہوئی۔

سلطان غازی معزالدین نے اجمیر کی فتوحات سے کئی چیزیں بطور سوغات سلطان غیاث الدین محمد سام کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجی تھیں ازاں جملہ پانچ جڑاؤ سونے کے کنگرے تھے اِن میں سے ہر ایک تین گز سے زیادہ اونچا اور دو گز چوڑا تھا۔ دو صراحی طلائی جن کا قد و قامت بڑے اونٹ کی برابر تھا۔ سونے کی زنجیریں اور حلقے۔ ایک جوڑا طلائی نقارے کا اور ایک جریرہ جس کا دائرہ پانچ گز کا تھا۔ ان تمام اشیاء کو سلطان نے قلعہ فیروز کوہ اور جامع مسجد میں رکھوا دیا۔

بعض لکھتے ہیں کہ بحکم خواجہ غریب نواز شہاب الدین غوری معہ افواج بیکراں جانب دہلی روانہ ہوا اور اثنائے راہ میں تمام شہروں کو فتح کرتا ہوا تھانیسر جا پہنچا۔ راجہ پتھورا یہ حال دیکھ کر قلعہ تاراگڈھ (اجمیر) سے چلا اور تھانیسر میں مقابلہ ہوا۔ راجہ نے شکست کھائی، بادشاہ فتحیاب ہوا۔ اور پتھورا کو زندہ گرفتار کر لیا۔ راجہ نے کہا کہ سلطان میں نے تجھے سات مرتبہ گرفتار کر کے رہا کر دیا ہے کیا تو مجھے ایک مرتبہ بھی رہائی نہ دیگا۔ بادشاہ نے ہنسکر جواب دیا کہ تو نے بیوقوفی کی دشمن کو گرفتار کر کے چھوڑ دینا آداب سلطنت کے خلاف ہے۔

غرضکہ اسطرح ہندوستان کی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی اور ہندو راج بالکل جاتا رہا۔ سلطنت اسلام کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ برسوں اجمیر شریف میں رہے۔ اور دیار و امصار کے لوگوں کو آپ سے فیض پہنچتا رہا۔ حضرت سید السادات سید حسن مشہدی المشہور بہ خنگ سوار جو اولیائے کاملین سے تھے اور سلطان شہاب الدین کی فوج میں بمنزل قطب تھے

قطب الدین ایبک کے زمانہ میں قلعہ دار اجمیر مامور ہو کر آئے تھے۔ اُن کے اور خواجہؒ صاحب کے دم سے دور دور تک آوازۂ اسلام پہنچتا رہا اور اشاعت اسلام ہوتی رہی جسوقت خواجہؒ صاحب کا سن شریف نواسی برس کا ہوا تو اُسوقت بموجب حکم جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کتخدا ہوئے۔ آپکی پہلی بیوی بی بی عصمت اللہ دختر حضرت سید حسن مشہدی موصوفۃ الصدر تھیں اور زوجۂ ثانی بی بی امتہ اللہ تھیں جو کسی راجہ کی بیٹی تھیں۔

خواجہ صاحبؒ کی اولاد امجاد

زوجہ اوّل سے تین فرزند پیدا ہوئے۔

(۱) خلف اکبر خواجہ محی الدین محمدؒ اجمیری۔

(۲) خلف وسطی خواجہ ضیاء الدین ابوالخیر۔

(۳) خلف اصغر شیخ حسام الدین۔

دوسری بی بی سے دو لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ لڑکے بزمانہ شیرخوارگی انتقال فرما گئے اور لڑکی بی بی حافظ جمالؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کے بڑے بیٹے خواجہ فخرالدین بڑے اہل کمال اور صاحب تصرف بزرگ تھے بعض لوگ کہتے ہیں کہ خواجہؒ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی لیکن اکثر تواریخ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ صاحب اولاد تھے سلطان التارکین ناگوریؒ کا بیان خواجہؒ صاحب کے عیالدار ہونے پر دلالت کرتا ہے جسکو اُنکے فرزند نے اسطرح بیان کیا ہے کہ ایک روز خواجہ غریب نوازؒ نے عیالدار اور صاحب اولاد ہونیکے بعد مجھسے کہا کہ اے حمید بیشتر جوانی و تجرد کے زمانہ میں جو بات دلمیں آتی تھی بطلب یا بلا طلب ظہور پذیر ہو جاتی تھی۔ اب اِس زمانہ میں میری عیالداری و فرزند نمودار ہیں۔ اور دلمیں آئی ہوئی

کوئی بات بھی علم سے عین میں نہیں آتی۔ میں نے جواب میں عرض کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے حضرت مریم علیہما السلام کا بھی یہی حال تھا کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا اور ولادت کے بعد یہ درجہ ہو گیا هٰذَا اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ آپ یہ جواب سنکر بہت خوش ہوئے خواجہ صاحب کے بیان کے موافق حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اوشی بختیار کاکی دہلوی خلیفہ اکبر تھے۔ اور ۶ خلفائے اصغر اور ۵ صاحبان مجاز ہیں حضرت خواجہ قطب الدین دہلوی تحریر فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب جامع مسجد اجمیر شریف میں رونق افروز تھے اُس جلسہ میں آپ کے اور خلفاء و اصحاب بھی موجود تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ "موت ایسی چیز ہی جو دوست کو دوست سے ملا دیتی ہے محبت اسکو کہتے ہیں کہ دوست کی یاد دل سے ہو نہ کہ صرف زبان سے محبت کے بیان میں لکھا ہے کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا ذکر تجھ پر غالب ہو جاتا ہے میں تجھ پر عاشق ہو جاتا ہوں"۔ اسکے بعد فرمایا کہ ہمارا مزار اسی جگہ ہوگا اور اسی سال میں ہمکو سفر آخرت بھی درپیش ہے بعدہٗ حضرت شیخ علی سنجری سے فرمایا کہ فرمان خلافت لکھدو ہمنے سجادۂ خلافت قطب الدین دہلوی کو عطا فرمایا چنانچہ فرمان خلافت مرتب ہوا حضرت نے بندہ کو طلب فرمایا میں حاضر ہوا۔ آداب بجالایا۔ ارشاد ہوا بیٹھو بیٹھ گیا حضرت نے کلاہ و عمامہ مبارک میرے سر پر رکھا۔ خرقہ مبارک پہنایا عصا میرے ہاتھ میں دیا مصلی نعلین مبارک اور قرآن شریف مرحمت فرماکر ارشاد فرمایا کہ یہ نعمت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے مرشدوں کو پہنچی تھی اور میرے مرشدوں نے مجھے عنایت کی تھی اس وقت تک خدا کے فضل و کرم سے میں نے اُن امانتوں کو باحسن الوجوہ محفوظ رکھا اب یہ امانت تم کو دیتا ہوں۔ خبردار حق امانت کما حقہٗ ادا کرنا ایسا نہو کہ قیامت کے دن

مجھے ندامت و شرمندگی حاصل ہو۔ پھر حضرت خواجہ صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ تجھے مع ان امانتوں کے سپرد خدا کرتا ہوں میں نے اجازت چاہی فرمایا کہ جاؤ جس جگہ رہو باعزاز رہو۔ بندہ آداب بجا لایا اور دہلی کو رخصت ہوا۔ قطب صاحبؒ بعد وصول خلافت بیس روز دہلی میں رہے اور پھر خواجہ صاحبؒ کی خبر وصال سنکر اجمیر شریف چلے آئے۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے جو کرامتیں اور خرق عادات اثنائے قیام اجمیر شریف اور دوران سفر میں ظہور پذیر ہوئیں اُن میں سے بعض ہم درج کر چکے ہیں۔

جب اشاعت اسلام حسب فرمان نبی علیہ السلام راجپوتانہ میں خوب ہوگئی اور لاکھوں آدمی آپ کے فیوض باطنی سے مستفیض ہو چکے تو ایک روز بعد نماز عشا خواجہ غریب نوازؒ نے حجرہ مبارک کا دروازہ بند کر لیا۔ اور تمام خدام معتقدین کو آمد و رفت سے منع فرمادیا۔ محرمان درگاہ نے جو در حجرہ پر حاضر تھے تمام رات آپ کے قدم مبارک کی پچھل سنی۔ آخر شب تک خواجہ صاحب پر حالت وجد طاری رہی اور پھر موقوف ہوگئی۔ نماز صبح کے وقت خادموں نے حجرہ کے دروازہ پر دستک دی مگر کچھ جواب نہ ملا۔ مجبوراً حجرہ کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضور پر نور خواجہ ہندوستان والئی ہند واصل حق ہو چکے ہیں۔ اسی رات کو اکثر اولیاء اللہ نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں ہم آج محبوب خدا معین الدین چشتی کے استقبال کو آئے ہیں۔ آپ نے ۶۔ رجب المرجب ۶۳۳ھ بروز شنبہ دار البقا کا سفر اختیار کیا اور ستانوے برس دنیا میں زندہ رہے۔

آپ کے قطعاتِ وصال مختلف کتب معتبر سے یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

از مخزن الواصلین

روزِ جمعہ ششم رجب بودہ — کز جہاں خواجہ نقل فرمودہ
نود و ہفت سال عرش بود — کاں زماں نقل ازجہاں فرمود
سالِ نقلش بہ عزت و تمکین — گو "سراجِ جناں معین الدینؒ"
روضۂ پاکِ اوست در اجمیر — زائرش جن و انس اژدر و شیر

از خزینۃ الاصفیا و مخزن الواصلین

معین الدینؒ معینِ ہر دو عالم — دلش روشن ز انوارِ تجلی
بتولیدش "امام مجتبیٰ" خواں — وصالش "نیرِ اکبر معلی" ۶۳۳ھ

ایضاً

شد ز دنیا چو در بہشت بریں — مرشدِ متقی معین الدینؒ
گفت تاریخ رحلتش سرور — "محرمِ دل ولی معین الدینؒ" ۶۳۳ھ

ایضاً

سالِ نقلش بجواں بصدق و صفا — بیگماں "زیب جنت والا" ۶۳۳ھ
روضۂ پاک اوست در اجمیر — زائرش جن و انس ہم دد و شیر

ایضاً

خواجۂ والا معین الدینؒ کہ از انوار او — گشت روشن در دو عالم ماہتاب ملک ہند

محو شد در نورِ حق چوں آں مہِ چرخِ یقیں — شد ندا از چرخِ چارم "آفتابِ ملکِ ہند"

ایضاً

فیض بخشِ جہاں بہ علم و یقیں — خواجۂ حق نما معین الدین
رونقِ خاندانِ چشت از دست — زینتِ روضۂ بہشت از دست
سالِ ترحیل و نقلِ او بر خواں — ہاتفم گفت "شمسِ عدنِ جناں"

تاریخ ولادت و وفات

ولادت "عاشقِ نو" سالِ عمرش — بود در "والیِ ہند" آشکارا
وفاتش "آفتابِ ملکِ ہند" است — ز ابجد کن شمار ایں را خدارا

آپکی اولاد بعد وفات

آپ کے خلف اکبر خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۵ شعبان ۶۶۱ھ میں وفات پائی اور اُن کے بھائی خواجہ ضیاء الدین ابو الخیرؒ جانشین ہوئے۔ بعض کے نزدیک آپ کی کنیت ابو سعید ہے۔ آپ بھی کاملین میں سے تھے آخر ۶۹۵ھ ہجری میں وفات پائی۔ خواجہ شیخ حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ جو سب سے چھوٹے تھے لوگوں کی نگاہ ظاہری سے غائب ہو کر ابدال اور رجال الغیب میں جا ملے تھے۔ بدیں وجہ سجادہ نشینی پوتوں اور نواسوں کی طرف منتقل ہو گئی۔ سلسلہ اور خانوادہ کا اجرا خواجہ صاحبؒ اپنی حین حیات ہی میں خواجہ قطب الاولیاءؒ کے سپرد فرما گئے تھے۔

شیخ رفیع الدینؒ بایزید اور شیخ نور الدینؒ محمد اجمیری خواجہ صاحب کے پوتوں میں

سے تھے۔ یہ دونوں بزرگ تصوف اور طریقۂ سلوک میں ظاہر و باطن سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ شیخ حسام الدین سوختہ خواجہ فخر الدین اجمیری کے فرزند ارجمند تھے آپ کا دل آتشِ محبت سے جل چکا تھا اس وجہ سے آپ کو سوختہ کہتے تھے۔ سلطان نظام الدین اولیا کے بہت ہم صحبت رہے۔ ان کا مزار قصبہ سانبھر میں جانب مشرق اجمیر کے راستہ میں واقع ہے۔ آپ کے دو فرزند تھے ایک خواجہ معین الدین خورد آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ نفس کشی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ اور خواجہ مرحوم کے باطن سے فیض میسر۔ آپ کا مزار پائین روضہ منورہ سے جنوب حویلی سنگ مرمر میں ہے۔ دوسرے شیخ قیام الدین بایزید ثانی۔ آپ وجیہ دانا اور نیک طینت بزرگ تھے۔

خواجہ معین الدین خورد کے فرزند ارجمند شیخ قطب الدین ہیں۔ اجمیر سے آغاز ہوش ہی میں مانڈو کو چلے آئے تھے۔ مانڈو کسی زمانہ میں مالوہ کا ایک بہت بڑا شہر تھا اب بالکل ویران ہے۔ سنگین محلات و عمارات سب برباد ہو رہی ہیں۔ کچھ آبادی بھیلوں کی ضرور ہے۔ پہلے اسے منڈو بھی کہتے تھے۔ خواجہ شیخ قطب الدین کو سلطان محمود خلجی نے زمانہ شباب میں خطاب چشت خانی دے کر بارہ ہزار سواروں پر افسر مقرر کر دیا تھا۔ جب اولاد حضرت خواجہ صاحب سے اجمیر شریف میں اسلام تازہ ہو گیا تو اجمیر شریف چشت خانی کو دیا گیا لیکن چشت خاں کو مانڈو کی محبت ہو گئی تھی بدیں وجہ قبول نہ کیا۔

شیخ بایزید بزرگ شیخ قیام الدین کے بیٹے ہیں۔ آپ نے خواجہ صاحب کے روضہ میں بارہ سال درس دیا۔ شیخ احمد مجاور وغیرہ بہت سے آپ کے مشہور شاگرد ہیں

میں ہیں جب حکومت دہلی میں ہنگامہ آرائیاں ہونے لگیں اُسوقت شیخ بایزید جانب بغداد تشریف لے گئے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ رانا سانگا کی عملداری سے شہر اجمیر جب برباد ہوگیا تھا اُسوقت آپ بیت اللہ شریف تشریف لیگئے تھے۔ لیکن جب اسلام کا دوردورہ ہوگیا تو پھر واپس چلے آئے۔ بادشاہ کی طرف سے درس وتدریس پر مامور ہوگئے۔ ایک جماعت نے آپ کو خواجہ صاحبؒ کی اولاد ماننے سے انکار کردیا۔ اور اولاد خواجہؒ میں جو اختلاف واقع ہوا ہے اُس کا آغاز اسی واقعہ سے ہے۔ جب یہ قصہ بادشاہ وقت تک پہنچا۔ بادشاہ نے علماء ومشائخ سے اس بارہ میں تصدیق طلب کی۔ شیخ حسینؒ ناگوری اور مولانا رستم اجمیری جو کہ علمائے عصر اور قدمائے اجمیر میں سے تھے معہ دیگر علماء وقت فیصلہ کیا [illegible] نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ آپ شیخ قیام الدین بن حسام الدین بن شیخ فخر الدین فرزندان خواجہ [illegible] کی اولاد [illegible] شیخ حسین ناگوری نے فرزندانِ شیخ بایزید سے نسبت خویشی بھی کی آپ کی دختر نیک اختر بی بی حافظ جمال نہایت عابدہ تھیں اور خواجہ صاحبؒ سے آپ کو بیعت حاصل تھی۔ آپ نے ۱۱۔ ربیع الآخر ۵۹۹ھ میں بروز دوشنبہ وقت عشا خلعتِ خلافت اپنے پدر بزرگوار سے پایا۔ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں عورتوں کو معراج کمال تک پہنچا دیا آپ کا نکاح شیخ رضی الدینؒ سے ہوا تھا۔ اور مزار مقدس آپ کا مزار خواجہ صاحب کے قریب ابتک زیارت گاہ عوام ہے۔

خلفائے خواجہ اجمیر

آپ کے خلیفۂ اکبر قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین اوشی بختیار کاکیؒ تھے۔ آپ کے

والد ماجد کا نام شیخ کمال الدین احمد موسیٰ اوشی تھا۔ اوش توابع ماوراء النہر سے ایک قصبہ مشہور ہے۔ قطب صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۵۸۲ھ میں بمقام اوش پیدا ہوئے۔ گویا اس حساب سے آپ خواجہ صاحب سے کوئی گیارہ سال چھوٹے تھے ڈھائی برس کی عمر میں آپ یتیم ہو گئے جب عمر ۵ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ نے آپ کو ایک ہمسایہ کے سپرد کر دیا کہ کسی مکتب میں آپ کو بٹھا دے۔ ہمسایہ آپ کو مکتب میں بٹھانے کے لئے جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک بزرگ ملے اور پوچھنے لگے کہ یہ بچہ کس کا ہے۔ ہمسایہ نے جواب دیا کہ یہ لڑکا خاندان اہل صلاح سے ہے باپ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اس کی ماں نے مجھے سپرد کیا کہ میں اسے کسی مکتب میں [illegible] وہ بزرگ کہنے لگے کہ لاؤ میں اس بچہ کو ایک ایسے صاحب کمال کے سپرد کر دوں [illegible] تک پہنچا دے [illegible] قطب صاحب ان دونوں کی [illegible] سے مولانا حفص کے پاس بٹھائے گئے اور اس مرد بزرگ نے سفارش کی کہ مولانا یہ لڑکا آئندہ اولیائے کاملین سے ہوگا۔ اس کی تعلیم میں ذرا ہوشیاری سے کام لینا۔ آپ کو ہوش سنبھالتے ہی پیر طریقت کی جستجو دامنگیر ہو گئی۔ چاہا کہ شیخ محمود کے مرید ہو جائیں کہ اس اثناء میں خواجہ اجمیری اوش میں تشریف لائے۔ آپ حاضر خدمت ہوئے اور پہلی ہی حاضری میں بیعت حاصل کر لی۔ اور [illegible] کی عمر میں [illegible] خرقہ خلافت حاصل کر لیا۔

[illegible] سال کی عمر میں ہدایت و رہنمائی کی استعداد ہو گئی۔ اور اکثر یاد حق میں لگے رہتے۔ آپ اس زمانہ میں شب و روز میں ڈھائی سو رکعتیں ادا کرتے اور تین ہزار درود شریف روح پر فتوح حضرت سرور کائنات پر بھیجتے۔ جب آپ کی شادی

ہوگئی تو درود شریف جاتا رہا۔

تیسری شب رئیس احمدؒ کو جو کہ آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے حضور سرور کائنات عالم رویا میں نظر آئے اور ارشاد فرمایا کہ رئیس احمدؒ ہمارا اسلام قطب الدین کو پہنچاؤ اور کہو کہ تین راتیں ہوئیں تمہارا تحفہ ہم تک نہ پہنچا۔ رئیس احمدؒ نے یہ پیام قطب الاقطاب کو پہنچایا۔ آپ نے سنتے ہی بی بی کو طلاق دیدی اور پھر مدت العمر تک ہر رات صرف درود شریف کے لئے وقف کر دی۔ اور پیر روشن ضمیر خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی تلاش میں جانب بغداد روانہ ہوئے۔ بغداد پہنچکر شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ شیخ اوحد الدین کرمانیؒ اور دیگر مشائخ کرام سے شرف نیاز حاصل کر کے استفادہ حاصل کیا۔ ایک دن خبر ملی کہ حضرت خواجہ صاحبؒ دہلی میں رونق افروز ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ بہمراہی شیخ جلال الدین تبریزی ہندوستان روانہ ہوگئے ملتان پہنچکر شیخ بہاؤ الدین ذکریا کے پاس چندروز قیام فرمایا اس زمانہ میں ترکوں کے لشکر نے خطا و ختن سے آکر قلعہ ملتان کا محاصرہ کرلیا تھا قباچہ بیگ حاکم ملتان نے حضور سے التماس دعا کی کہ کسی طرح دشمنوں کی ایذا سے نجات ملے۔ خواجہ قطب صاحبؒ نے اس کو ایک تیر عنایت کیا اور فرمایا کہ بوقت شب برج سے ترکوں کے لشکر کی طرف چھوڑ دو۔ چنانچہ قباچہ بیگ نے ایسا ہی کیا بفضل خدا اطراف قلعہ میں کوئی دشمن باقی نہ رہا۔ پھر وہاں سے آپ روانہ ہوگئے دہلی پہنچے اور خطہ کیلوکھری میں ٹھیرے۔ شیخ الاسلام شیخ جمال الدین محمد بسطامیؒ اور قاضی حمید الدین ناگوری جن کا نام محمد ابن عطا ہے خواجہؒ کے ہم جلیس قدیم سے تھے وہ مسافت دور دراز کی وجہ سے پریشان رہتے تھے اس لئے سلطان

شمس الدین التمش سے عرض کر کے قطب الاولیا کو شہر میں ملک اعزالدین کی مسجد کے برابر لا کر اتارا۔ چند روز کے بعد آپ نے خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں عریضہ بھیجا اور حاضری کی اجازت چاہی۔ جواب ملا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنی آدمی جس کو دوست رکھتا ہے اُسی کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہیں ٹھیرو۔ درویش بھی انشاء اللہ وہیں آتا ہے۔ لاچار قطب الاولیاء کو قیام دہلی پر راضی ہونا پڑا چند روز بعد خواجہ صاحبؒ دہلی تشریف لے آئے اور اُن کی خدمت میں رہ کر قطب الاولیا نے حصولِ مراد کیا۔

ایک روز قاضی حمید الدین ناگوری خواجہ محمود پوستین دوز شیخ بدرالدین غزنوی اور شیخ تاج الدین منوراوشی آپ کی خدمت میں حوض شمسی کے کنارے صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے باہم حقایق کی گفتگو میں مصروف تھے کہ ناگاہ ایک شتر سوار جو کبود پوش تھا کنارِ حوض سے غسل کر کے برآمد ہوا اور شیخ تاج الدین منوراوشی سے کہا کہ قطب الاولیا سے نیاز مند قدیم ابو سعید دمشقی کا سلام کہدو۔ شیخ تاج الدین ابو سعید کا نام سُنکر فوراً کھڑے ہو گئے اور اُس شخص کے پاس پہنچنا چاہا لیکن اُن کے پہنچتے پہنچتے وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔

شیخ نظام الاولیا فرماتے ہیں کہ ایک روز قطب صاحب۔ اثنائے راہ میں بہت دیر تک کھڑے روتے رہے اور فرمایا کہ اس زمین سے دل سوختہ کی بو آتی ہے اُس زمین کے مالک کو بلایا اور کچھ روپیہ دیکر اُسے خرید لیا۔ اب وہیں آپ کا مزار ہے وہی نظام الدین راوی ہیں کہ ایک روز میں قطب الاولیا کے مزار مبارک پر معتکف تھا میرے دل میں یکایک خیال آیا کہ کیا صاحبِ مزار کو زائر کی آمد و رفت سے آگاہی

ہو گی۔ ناگاہ میں نے سُنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہر زماں از غیب جانے دیگر است

آپ کے نام کے ساتھ جو لفظ "کاکی" لکھا جاتا ہے اسکی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قطب الاولیا کسی کے دئے ہوئے روپیہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے ناچار متعلقین کو خرچ کے لئے قرض لینا پڑتا تھا۔ ایک روز ایک قرضخواہ نے ادائے قرضہ کیلئے بہت اصرار کیا۔ ان لوگوں نے مجبور ہوکر عہد کرلیا کہ آئندہ فاقہ کرلینگے لیکن قرض نہ لینگے۔ جب قطب الاولیا کو یہ حال معلوم ہوا تو جملہ خانہ نشین لوگوں سے فرمایا کہ اس طاق سے فی کس ایک کاک گرم (روغنی روٹی) روز لے لیا کرو۔ وہ ایسا ہی کرتے تھے۔ اس نسبت سے آپ کو "کاکی" کہتے ہیں۔

آپ نے بروز دوشنبہ ۱۴۔ ربیع الاوّل ۶۳۵ھ بوقت چاشت بمقام دہلی وفات پائی قبل وفات خرقۂ خلافت مصلّیٰ نعلین اور کفش چوبی وغیرہ شیخ فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کو آپ کے فرمان کے مطابق سپرد کردیا گیا تھا۔

بابا فریدالدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے خرقِ عادات اظہر من الشمس و ابین من الامس ہیں۔ آپ بڑے صاحب کمال بزرگ گزرے ہیں آپ کا سلسلۂ نسب فرخ شاہ عادل بادشاہ کابل تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ نے بروز شنبہ ۵۔ محرم الحرام ۶۶۹ھ بزمانۂ سلطان غیاث الدین بلبن وصال فرمایا۔ اور ۹۵ سال کی عمر پائی۔

خواجہ صاحبؒ کے خلفائے اصغر بیشمار ہیں۔ لیکن جن کا حال تواریخ معتبر سے معلوم ہوسکا اُن کے اسمائے گرامی بہ ترتیب سال خلافت یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

اسمائے خلفائے اصغر بہ ترتیب سال خلافت

نمبر شمار	اسمائے خلفاء	زمانہ خلافت	مقام خلافت	زمانہ وفات	مدفن	کیفیت
۱	حضرت احمد قہر رحمۃ اللہ علیہ	بروز جمعہ وقت مغرب ۱۳۔ رجب ۵۴۴ھ	اجمیر شریف	۱۲ شوال ۶۲۱ھ	دہلی کہنہ	
۲	حضرت عبد الغفار رحمۃ اللہ علیہ	یکشنبہ وقت عصر ۲۳۔ ربیع الاول ۵۵۲ھ	〃	۲۴۔ صفر ۶۹۲ھ	ملتان	
۳	حضرت شیخ احمد کابلی رح	چہار شنبہ وقت عصر ۶ صفر ۵۵۶ھ	〃	محرم الحرام ۶۹۵ھ	بنارس	
۴	حضرت قادر سعید رحمۃ اللہ علیہ	سہ شنبہ وقت اشراق ۸۔ محرم ۵۶۲ھ	〃	دوشنبہ وقت عصر ۱۹۔ رجب ۶۰۶ھ	اجمیر شریف	
۵	حضرت معروب شہاب قرشی رح	شنبہ وقت عصر ۱۲۔ محرم ۵۷۵ھ	〃	یکشنبہ وقت شب ۹۔ صفر ۶۶۳ھ	〃	
۶	حضرت غلام ہادی ترک رحمۃ اللہ علیہ	یکشنبہ وقت عصر ۱۴۔ رجب ۵۷۷ھ	〃	۱۰۔ شوال ۵۸۸ھ		
۷	حضرت قرآن احمد رح	پنجشنبہ وقت عصر ۸ شوال ۵۸۰ھ	〃	دوشنبہ ۴۔ رمضان ۵۸۴ھ	دہلی کہنہ	
۸	حضرت احمد خاں غلزی رح	بعد نماز جمعہ ۵ محرم ۵۸۰ھ	〃	۱۸ ماہ ذیقعدہ ۶۰۳ھ	قنوج	
۹	حضرت احمد خاں ملتانی رح	دوشنبہ وقت چاشت ۲۳۔ صفر ۵۸۱ھ	〃	۴۔ شعبان ۶۰۳ھ	اجمیر شریف	
۱۰	حضرت سلطان شاہ رح	شنبہ وقت عصر ۱۵۔ شعبان ۵۸۳ھ	〃	۱۵۔ جمادی الاول ۵۹۳ھ	〃	
۱۱	حضرت عبد اللہ اصغر رح	جمعہ وقت عصر ۲۳۔ ربیع الآخر ۵۸۵ھ	〃	۱۱ شعبان ۶۲۴ھ	دہلی	
۱۲	حضرت ابو الفرح قرشی رح	بعد نماز جمعہ ۱۹۔ ذی الحجہ ۵۸۵ھ	〃	۱۴۔ ذیقعدہ ۶۱۷ھ	〃	
۱۳	حضرت یعقوب خاں رح	دوشنبہ وقت فجر ۱۴۔ ربیع الاول ۵۸۸ھ	〃	۲۷۔ محرم ۶۹۸ھ	دہلی	
۱۴	حضرت خواجہ احمد شاہ رح	یکشنبہ وقت عشاء ۲۱۔ محرم ۵۹۲ھ	〃	۲۳۔ صفر ۶۸۱ھ	〃	
۱۵	حضرت عبد اللہ شاہ عرف جوگی جیپال	بروز چہار شنبہ ۲۱۔ جمادی الاول ۵۹۵ھ	〃	ابھی تک زندہ ہیں		نواح اجمیر میں رہ کر گم کردہ راہ مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں
۱۶	حضرت کریم شعیب بن محمود شاہ ایرانی رح	سہ شنبہ وقت صبح ۲۔ صفر ۵۹۶ھ	〃	۲۳۔ رجب ۶۷۲ھ	دہلی	
۱۷	حضرت خواجہ محی الدین رح	بروز جمعہ ۱۸۔ رمضان ۵۹۵ھ	معلوم نہیں	معلوم نہیں	اجمیر شریف	
۱۸	حضرت شیخ حمید الدین ناگوری رح	سہ شنبہ وقت عصر یکم رجب ۵۹۵ھ	اجمیر شریف	۵ محرم ۶۳۳ھ	دہلی	

۱۹	حضرت خواجہ ... رحمۃ اللہ علیہ	... شنبہ وقت ظہر ۱۰ ذی الحجہ سنہ ...ھ	اجمیر شریف	سہ شنبہ وقت مغرب ۸ شوال سنہ ...ھ	اجمیر شریف
۲۰	حضرت خواجہ برہان الدین رح	بعد نماز عصر ۳۔ رمضان سنہ ۵۹۵ھ	〃	۱۴۔ رجب سنہ ۶۳۳ھ	〃
۲۱	حضرت سید احمد رحمۃ اللہ علیہ	جمعہ وقت صبح ۱۱۔ ربیع الاول سنہ ۵۹۰ھ	〃	جمعہ وقت زوال ۸ اشعبان سنہ ۶۱۵ھ	〃
۲۲	حضرت امیر ... رح	پنجشنبہ وقت مغرب ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۵۹۹ھ	〃	وقت اشراق یکشنبہ ۱۲ محرم سنہ ۶۰۰ھ	〃
۲۳	حضرت شیخ حمید الدین صوفی ناگوری رح	وقت ظہر ۲۲ شعبان سنہ ۵۹۹ھ	〃	جمعہ بعد زوال ۲۹ ربیع الاول سنہ ۶۳۲ھ	ناگور
۲۴	حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ	چہارشنبہ وقت شب ۲۹۔ محرم سنہ ۵۹۹ھ	〃	۱۳۔ محرم سنہ ۶۳۲ھ جمعہ وقت اشراق	اجمیر شریف
۲۵	حضرت شیخ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ	پنجشنبہ وقت فجر ۱۷ اشعبان سنہ ۵۹۵ھ	〃	معلوم نہیں	معلوم نہیں
۲۶	حضرت بی بی حافظہ جمال رح	دوشنبہ وقت عشا ۱۱۔ ربیع الآخر سنہ ۵۹۹ھ	〃	معلوم نہیں	اجمیر شریف
۲۷	حضرت غریب اصغر رح	وقت عصر ۹۔ صفر سنہ ۶۰۰ھ	〃	دوشنبہ وقت اشراق ۲۱ صفر سنہ ۶۰۸ھ	〃
۲۸	حضرت خوشبوغ اعراقی رح	یکشنبہ وقت شب ۱۳۔ محرم سنہ ۶۰۰ھ	〃	۱۳ محرم سنہ ۶۰۰ھ	دہلی
۲۹	حضرت شیخ وجیہ الدین رح	دوشنبہ وقت اشراق ۵ صفر سنہ ۶۰۰ھ	〃	۱۱۔ رجب سنہ ۶۰۲ھ	ملتان
۳۰	حضرت کریم احمد شاہ رح	جمعہ وقت اشراق ۲۷۔ ذی الحجہ سنہ ۶۰۸ھ	〃	سہ شنبہ وقت مغرب ۴۔ ذی الحجہ سنہ ۶۱۲ھ	اجمیر شریف
۳۱	حضرت خواجہ سلمان کرمشکی رح	دوشنبہ وقت صبح ۱۹۔ شعبان سنہ ۶۰۱ھ	〃	معلوم نہیں	معلوم نہیں
۳۲	حضرت شیخ شمس الدین فوشنی رح	وقت عصر ۱۵ اشوال سنہ ۶۰۱ھ	〃	۷۔ صفر سنہ ۶۴۴ھ	احمد آباد گجرات
۳۳	حضرت محمود احمد رحمۃ اللہ علیہ	یکشنبہ وقت اشراق ۱۸۔ ربیع الاول سنہ ۶۰۳ھ	〃	چہارشنبہ وقت تہجد ۱۵ محرم سنہ ۶۰۷ھ	اجمیر شریف
۳۴	حضرت شعبان خاں ترک رح	چہارشنبہ وقت صبح ۲۱۔ محرم سنہ ۶۰۳ھ	〃	دوشنبہ وقت صبح ۱۴۔ جمادی الآخر سنہ ۶۱۷ھ	〃
۳۵	حضرت خواجہ حسن خیاط رح	جمعہ نماز یکم محرم سنہ ۶۰۳ھ	〃	معلوم نہیں	معلوم نہیں
۳۶	حضرت حسن داؤد جی رح	شنبہ وقت عصر صفر سنہ ۶۰۴ھ	〃	دوشنبہ وقت فجر ۱۹۔ رجب سنہ ۶۲۱ھ	اجمیر شریف
۳۷	حضرت مراد بیگ مغل رح	چہارشنبہ وقت عصر ۱۱۔ ذی قعدہ سنہ ۶۰۶ھ	〃	یکشنبہ وقت اشراق ۲۷۔ شوال سنہ ۶۱۴ھ	〃
۳۸	حضرت ہادی محمد عفت رح	دوشنبہ وقت صبح ۳۔ صفر سنہ ۶۰۶ھ	〃	یکشنبہ وقت ظہر ۱۲ ذی الحجہ سنہ ۶۰۹ھ	
۳۹	حضرت انظہر خاں ترک رح	چہارشنبہ وقت عصر ۲۶۔ محرم سنہ ۶۰۷ھ	〃	۹۔ شعبان سنہ ۶۰۷ھ	دہلی کہنہ
۴۰	حضرت کیوان اصغر قندہاری رح	سہ شنبہ وقت صبح ۱۱ محرم سنہ ۶۰۷ھ	〃	۱۷۔ ذی الحجہ سنہ ۶۱۵ھ	〃

نمبرشمار	اسمار خلفاء	زمانۂ خلافت	مقام خلافت	زمانۂ وفات	مدفن	کیفیت
۴۱	حضرت سفیان احمد رحمۃ اللہ علیہ	چہارشنبہ وقت صبح ۱۱ - صفر سنہ ۶۰۶ھ	اجمیر شریف	سہ شنبہ وقت فجر ۲ - رجب سنہ ۶۱۰ھ	دہلی	
۴۲	حضرت عبدالغفار رح	یکشنبہ وقت صبح ۲۴ - شعبان سنہ ۶۰۷ھ	״	جمعہ وقت اشراق ۲۵ - رجب سنہ ۶۱۶ھ	اجمیر شریف	
۴۳	حضرت عزیز احمد شاہ رح	دوشنبہ وقت عصر ۱۴ رمضان سنہ ۶۰۷ھ	״	۱۲ - صفر سنہ ۶۹۷ھ	دہلی	
۴۴	حضرت شیخ محمد زاہد ترک رح	پنجشنبہ وقت صبح ۱۹ شعبان سنہ ۶۰۷ھ	״	۱۱ المحرم سنہ ۶۳۴ھ	״	
۴۵	حضرت فقیر محمد نور رح	سہ شنبہ وقت عصر ۱۱ شعبان سنہ ۶۰۸ھ	״	۲۷ جمادی الآخر سنہ ۶۱۱ھ	جمرود	
۴۶	حضرت شہاب ولی رح	پنجشنبہ وقت ظہر ۱۱ - رجب سنہ ۶۰۸ھ	״	شنبہ بعد نماز مغرب ۱۶ ربیع الآخر سنہ ۶۱۷ھ	اجمیر شریف	
۴۷	حضرت شیخ محمد علی سنجری رح	یکشنبہ وقت عصر ۲۱ - رجب سنہ ۶۰۸ھ	״	معلوم نہیں	معلوم نہیں	مراجعت فرمائے بلخ ہوگئے
۴۸	حضرت خواجہ یادگار خرم رح	جمعہ وقت صبح ۲ - رمضان سنہ ۶۰۹ھ	״	۱۰ المحرم الحرام سنہ ۶۴۰ھ	غزنی	
۴۹	حضرت سوعتی بہادر شاہ رح	دوشنبہ وقت اشراق ۹ - صفر سنہ ۶۰۹ھ	״	جمعہ وقت اشراق ۱۱ المحرم سنہ ۶۱۸ھ	بیرشریف	
۵۰	حضرت مردعاد خاں ترک رح	پنجشنبہ وقت عصر ۸ - رجب سنہ ۶۰۹ھ	״	سہ شنبہ وقت ظہر ۱۶ شعبان سنہ ۶۱۱ھ	״	
۵۱	حضرت نعمت احمد صفا رح	یکشنبہ وقت صبح ۸ - صفر سنہ ۶۰۹ھ	״	دوشنبہ وقت صبح ۱۴ - جمادی الآخر سنہ ۶۱۷ھ	״	
۵۲	حضرت شیخ صدرالدین رح	دوشنبہ وقت صبح ۲ - ربیع الاول سنہ ۶۰۹ھ	״	معلوم نہیں	معلوم نہیں	
۵۳	حضرت خواجہ سبز یادگاری رح	شنبہ وقت شب ۵ - محرم سنہ ۶۰۹ھ	״	۲۱ ذی الحجہ ۶۴۵ھ	قندھار	
۵۴	حضرت خواجہ عبداللہ بابانی رح	چہارشنبہ وقت تہجد ۱۹ ذیقعدہ سنہ ۶۱۰ھ	اجمیر شریف	معلوم نہیں	معلوم نہیں	
۵۵	حضرت رماوا اکبر شاہ رح	دوشنبہ وقت عصر ۲۴ - شعبان سنہ ۶۱۱ھ	״	دوشنبہ وقت اشراق ۱۹ - رمضان سنہ ۶۲۱ھ	اجمیر شریف	
۵۶	حضرت محمد اصغر بہاری رح	سہ شنبہ وقت نماز فجر ۵ - محرم سنہ ۶۱۳ھ	״	۱۱ رجب سنہ ۶۹۷ھ	دہلی کہنہ	
۵۷	حضرت فتح محمد رفتار خواجہ رح	جمعہ وقت صبح ۲۹ - ذی الحجہ سنہ ۶۱۱ھ	״	۹ - رجب سنہ ۶۳۳ھ	اجمیر شریف	
۵۸	حضرت سلطان ابومسعود غازی رح	سہ شنبہ وقت صبح ۱۳ - جمادی الآخر سنہ ۶۱۳ھ	״	معلوم نہیں	״	یہ وہ بزرگ نہیں ہیں جنکا مزار [illegible]
۵۹	حضرت سبحان علی خاں حمقی رح	یکشنبہ وقت صبح ۱۴ - ذیقعدہ سنہ ۶۱۳ھ	״	دوشنبہ وقت عصر ۹ - ذی الحجہ سنہ ۶۱۹ھ	״	
۶۰	حضرت شیخ وحیدالدین خراسانی رح	سہ شنبہ وقت عصر ۱۱ ربیع الاول سنہ ۶۱۴ھ	״	۹ - جمادی الآخر سنہ ۶۴۵ھ	بہات	
۶۱	حضرت نظام الدین خاں ترک رح	بعد نماز جمعہ سنہ ۶۳۰ھ	״	روز جمعہ وقت تہجد ۱۲ - رجب سنہ ۶۲۱ھ	دہلی کہنہ	

ان کے علاوہ حضرت امام الدین بن نجم الدین دمشقیؒ حضرت نیاز اللہ بن شفیق احمد خراسانیؒ حضرت امام شہاب کوفیؒ اور حضرت داؤد الدین ساکن طائف شریفؒ آپ کے ہم جلیس و ہم مکتب تھے اور خواجہ صاحبؒ کے ہمراہ بخارا کنہ میں آئے تھے! اور وہیں بیعت و خلافت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ حضرت امام الدینؒ نے ۱۷۔ ربیع الاول ۵۷۵ھ کو بروز پنجشنبہ بوقت تہجد رحلت فرمائی۔ پھر حضرت امام احمد شہابؒ نے ۱۳ شعبان ۵۷۵ھ کو بروز شنبہ وقت زوال انتقال فرمایا۔ پھر حضرت شاہ نیاز اللہؒ نے ۱۵۔ ماہ ربیع الاول ۵۸۰ھ کو بروز جمعہ قبل از نماز وصال فرمایا۔ ان چاروں حضرات کے مزار مقدس خواجہ صاحبؒ کے روضہ مطہر کے پائنداز ہیں۔

صاحب مجاز جنات حضرت خواجہ صاحبؒ نے ۱۹۵ جنوں کو صاحب مجاز بنایا۔ ان سب کا حال کسی کتاب میں نہیں ملتا۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ ۵ اجنات جو اولاد ہارون سے تھے آپکے ساتھ ہندستان تشریف لائے تھے۔ اور یہ آپکے برادر خواجہ تاش تھے۔ خواجہ صاحب نے ۱۷۔ رمضان المبارک ۵۹۱ھ بروز جمعہ وقت چاشت ان پندرہ جنات کو صاحب مجاز کر دیا۔ اور ۱۸۰ جنات کو ۱۷۔ رمضان المبارک ۶۹۱ھ قبل از تہجد صاحب مجاز کیا۔ محمد طیغاف جنوں پر سردار اور مجاز اکبر ہیں۔ یہ سب جنات زندہ ہیں! اور اجمیر شریف کے کوہستانی مقامات ان کے مسکن ہیں۔ بعض کے ذمہ درگاہ خواجہ صاحبؒ کی جاروب کشی بھی ہے

روضہ منورہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ آپکے روضہ منورہ کی بنیاد خواجہ حسین ناگوریؒ نے ڈالی تھی۔ خواجہ حسینؒ ناگوری حضرت شیخ حمید الدین صوفی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں شیخ حمید الدین صوفی ناگوری رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ ناگوری کے بیعت سے نہایت باکمال و صاحب باطن بزرگ گذرے ہیں آپکا مزار قصبہ ناگور میں واقع ہے آپکی کنیت ابو احمد اور لقب سلطان التارکین ہے۔ ربیع الاول کی انیسویں تاریخ کو بڑی دھوم

دھام سے آپ کا عرس ہوتا ہے۔ آپکی درگاہ کا احاطہ سلطان غیاث الدین تغلق نے بنایا اور کچھ حصص درگاہ خواجہ حسینؒ ناگوری نے بنوائے۔

چنانچہ وہ یہی خواجہ حسینؒ ناگوری ہیں جنہوں نے روضۂ خواجہ غریب نوازؒ کی بنیاد ڈالی اور مدتوں مزار پر انوار پر مجاور بنکر بیٹھے رہے۔ اور عبادت کرتے رہے۔ اس زمانہ میں اجمیر شریف نہایت ویران تھا۔ چاروں طرف جنگل میں شیر رہتے تھے۔ اور مزار مبارک خام تھا سلطان غیاث الدین خلجی کو خواجہ حسینؒ ناگوری سے شرف نیاز حاصل کرنے کا بہت شوق تھا سلطان آپ کو ہمیشہ بلایا کرتے تھے اور وہ انکار کردیا کرتے تھے۔ اراکین دربار نے ایک روز بادشاہ کو صلاح دی کہ اگر آپ خواجہ حسین ناگوری سے یہ کہلا بھیجیں کہ میرے دربار میں حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک ہیں تو وہ یقیناً تشریف لائیں چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔

خواجہ صاحبؒ اس خبر کے سنتے ہی بیچین ہوگئے اور دربار سلطان میں چلے آئے چونکہ جذبۂ شوق کامل تھا۔ اس لئے موئے مبارک خواجہ حسینؒ کے ہاتھ پر آگئے۔

سلطان نے بعد اظہار عقیدت مندی بہت سے تحائف پیش کئے لیکن آپ نے انکے لینے سے انکار کردیا۔ آپ کے فرزند دلبند آپ کے ہمراہ تھے آپ کو قبول تحائف کے لئے مجبور کرنے لگے خواجہ حسینؒ نے اس شرط پر تحائف قبول کرنیکی اجازت دی کہ وہ سب خواجہ غریب نوازؒ اور شیخ حمید الدین ناگوریؒ کے مزار کی تعمیر میں صرف کردئے جائیں۔ صاحبزادہ نے اس شرط کو منظور فرمالیا اور اس سال سے یہ عمارت جو مزار شریف پر بنی ہے یعنی گنبد وغیرہ تعمیر ہوئی گنبد کی غربی دیوار کی جالی پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

از پئے تاریخ نقش گنبد خواجہ حسین   گفت ہاتف گو "معظم قبۂ شمس منیر"
٩٣٥ھ

لیکن گنبد کی نقاشی سلطان محمود بن سلطان ناصر الدین غیاث الدین کے زمانہ میں

نقشہ روضہ منورہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ (بمقام اجمیر شریف)

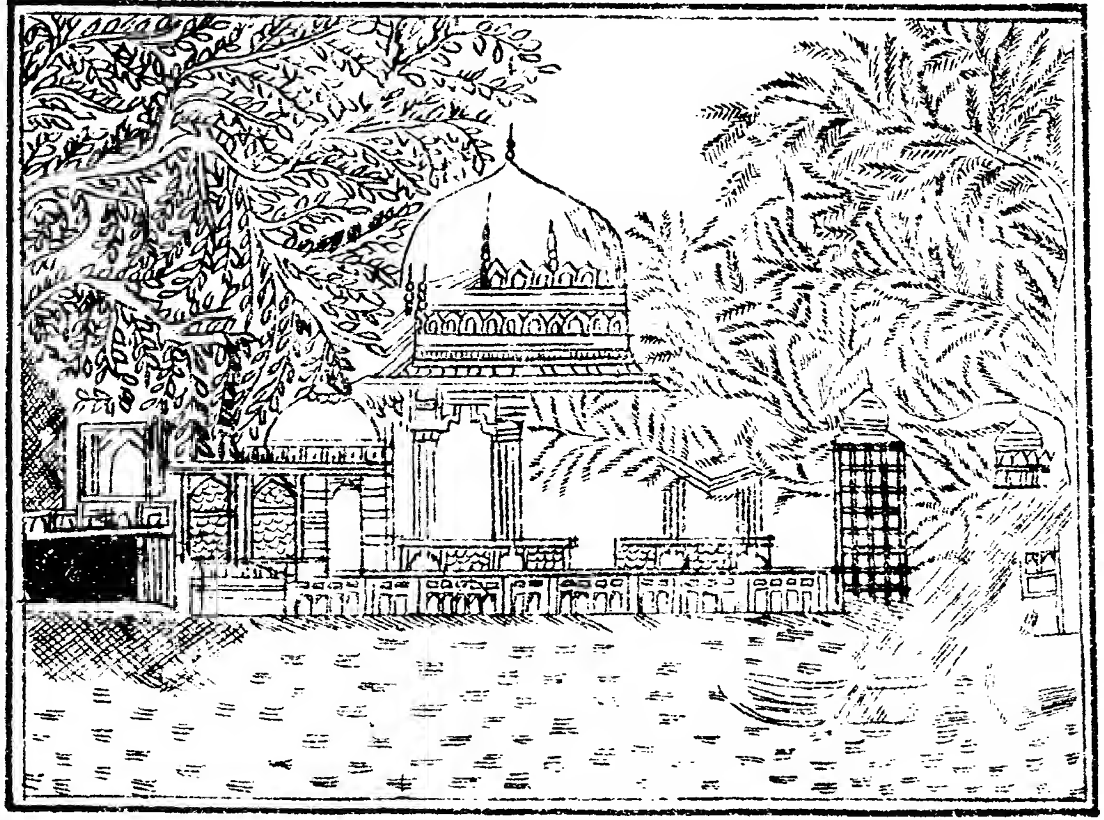

ہوئی ہے۔ کیونکہ سلطان غیاث الدین ۸۶۸ھ میں انتقال کر چکے تھے۔

روضہ اقدس کا دروازہ کسی اور بادشاہ مانڈو نے بنوایا ہے یہ گنبد قبر خام پر بنا ہوا ہے گنبد پر سونے کا بہت بڑا کلس اور کونوں پر سنہری کلسیاں نہایت شان سے چمکتی نظر آتی ہیں۔ اور گنبدِ معلّیٰ کی سپیدی پر سنگ مرمر کا دہوکا ہوتا ہے۔ روضہ کے اندرونی حصہ میں سنہری اور لاجوردی کام کیا ہوا ہے اور چھت میں کاشانی مخمل کی زرین چھت گیری لگی ہوئی ہے۔ چھت گیری کے نیچے ستون کے قمقمے طلائی زنجیروں میں آویزاں ہیں اور چاروں گوشوں پر چار طلائی قمقمے سونے کی زنجیروں میں لٹکے ہوئے ہیں زمانہ شاہی میں ان قمقموں کی قیمت کا تخمینہ کیا گیا تو فی قمقمہ پانچ پانچ ہزار روپیہ لاگت اندازہ کیگئی تھی۔ علاوہ ان کے چاندی کے قمقمے چاروں طرف قریب قریب آویزاں ہیں اور دیوار کے اندر سنہری چوکھٹوں میں آئینے نصب ہیں۔ اور یہ اشعار آب زر سے روضہ کے اندر چاروں طرف لکھے ہوئے ہیں۔

خواجۂ خواجگان معین الدین	اشرفِ اولیائے روئے زمین
در جمال و کمال آں چہ سخن	ایں مبیّن بود بحصنِ حصین
مطلعے در صفاتِ او گفتم	در عبارت بود چو دُرِّ ثمین
اے درت قبلہ گاہ اہلِ یقیں	بر درت مہر و ماہ سودہ جبین
خادمان درت ہمہ رضواں	در صفا روضہ ات چو خلد بریں
ذرۂ خاک او عبیر سرشت	قطرۂ آب او چو ماءِ معین
جانشین معین خواجہ حسین	بہر تقاشیش بگفت چنیں
کہ شود رنگ تازہ کہنہ زنو	قبّۂ خواجۂ معین الدین

اس کے آگے کے دو شعر مدتیں گزر جانے کی وجہ سے اسقدر فرسودہ ہوگئے ہیں کہ

پڑھے نہیں جاتے لیکن یہ ثابت ہوچکا ہے کہ روضہ شریف میں نقاشی کا کام ازسرنو حضرت خواجہ حسین اجمیری کی معرفت ہوا ہی جسکو تخمیناً ڈھائی سو برس ہو گئے مزار شریف پر سیپ کے کام کا چھپر کھٹ صندلی بنا ہوا ہے۔ بنانیوالے نے عجیب باریک کام کیا ہی چھپر کھٹ کی چھت میں کبھی سبز مخمل رونی کی چھت گیری اور کبھی زردکی لگی ہوئی رہتی ہی چھپر کھٹ کے اندر نہایت بیش قیمت سنگ مرمر کا مزار بنا ہوا ہی اُس پر سنگ طلائی فیروزہ یشب اعجوبہ لہسنیہ کی پچیکاری ہی جس پر بیل بوٹے منبت کاری کے نہایت نادر و نایاب بنے ہوئے ہیں مزار پُرانوار ہمیشہ زربفت کمخواب نامی اور مشجر کے قبر پوشوں سے نہاں رہتا ہی جنپر پھولوں کی چادر پڑی رہتی ہی چھپر کھٹ کے بیچ میں چاندی کا کٹہرا لگا ہوا ہی۔ اسکی قیمت ایک لاکھ روپیہ بتاتی ہیں لیکن اس کٹہرہ سے پہلے سنہری کٹہرہ لگا ہوا تھا چنانچہ سلطان جہانگیر نے تزک جہانگیری میں لکھا ہی کہ ۱۰۲۵ھ میں میری بعض مرادیں برآئیں تو میں نے نمنت مانی کہ مرقد خواجہ بزرگ پر محجر طلائی جالیدار نذر دونگا۔ یہ محجر ۲۷۔ رجب المرجب کو طیار ہوا تو میں نے حکم دیا کہ لیجا کر روضہ منورہ میں نصب کردیں۔ اس کی لاگت میں دس ہزار روپے صرف ہوئے تھے۔ اسی کٹہرہ سے ذرا فاصلہ پہ ایک دوسرا چاندی کا کٹہرا ہی جسکی مرمت راجہ جے سنگھ والی جیپور کے حکم سے باہتمام شیخ محمد حیات اور حاجی منظور علیخاں متولی آستانہ کی گئی۔ اس کٹہرے کا وزن بیالیس ہزار نو سو اکسٹھ تولہ ۳ ماشہ یعنی تیرہ من سترہ سیر ایک تولہ ۳ ماشہ ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں کٹہرے جہاں آرا بیگم دختر شاہجہاں بادشاہ نے بنوائے کہ انکو خواجہ بزرگ پر بیحد اعتقاد تھا۔ اور اپنے تمام شاگرد پیشوں کو آستانہ شریف کی خدمت گذاری کیلئے نذر کردیا جنکی اولاد ابتک موجود ہی اور یہ لوگ نقادمونکے نام سے مشہور ہیں۔

اس گنبد کے فرش میں سنگ مرمر کے پتھر نہایت نفاست سے لگے ہوئے ہیں جنمیں

اردگرد سنگ موسیٰ کی پٹریاں جڑی ہوئی ہیں۔ گنبد کے مشرقی دروازے سے ملحق دائیں بائیں دو حجرے ہیں۔ ایک میں تیغہ لگا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کہ اسمیں سونے کی سلاخیں اور سیمیں و طلائی ظروف محفوظ ہیں۔ دوسرا دروازہ کھلا ہوا ہے جسمیں چیتوڑگڈھ کے قلعہ والی جوڑی چڑہی ہوئی ہے اس دروازہ کے آگے جو دوسرا دروازہ ہے اُسکی دیوار پر یہ نظم لکھی ہوئی ہے۔

بیاکہ کعبۂ اہلِ دل است خواجہ معینؒ طوافِ مرقدِ او می کنند شاہ و گدا
زراہِ صدق درآ در مقام خواجہ معینؒ کہ ہست روضۂ پاکش چو جنت الماوا

سنہ ۱۲۴۰ھ میں نواب فیض اللہ خاں بنگش مرحوم رئیس فرخ آباد نے باہر والے دروازے میں جوڑی چڑھائی جس پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

خان فیض اللہ بنگش کہ نگاہش عالیست ساخت دروازہ درگاہ معین جاوید
چونکہ درگاہِ معین است چو خورشید بلند سالِ تاریخ شدہ باب طلوع خورشید ۱۲۴۰ھ

ایک عقیق یمنی بہت بڑا ابنگ زرد اس دروازہ کے شمالی رخ پر جڑا ہوا ہے روضہ شریف کی مرمری جالیوں پر زرین پردے پڑے رہتے ہیں۔ اور موسم گرما میں اُنکے بجائے خس کے پردے ڈالدئے جاتے ہیں۔ ۵ ہزار روپیہ سالانہ کی جاگیر شاہان مغلیہ کے زمانہ سے درگاہ کے نام وقف ہے جو آج تک قائم ہے۔

اب ہم اُن تمام مقامات کے تفصیلی حالات لکھیں گے جنکو درگاہ سے یا اجمیر شریف سے تعلق ہے۔ ان مقامات کے تلاش کرنے میں ناظرین کو اکثر الجھن ہوتی تھی اس لئے ہمنے تمام ایسے مقامات کو بہ ترتیب حروف تہجی درج کیا ہے کہ آپکو جو مقام دیکھنا ہو اس حساب سے فوراً تلاش کر لیا جائے اور ورق گردانی میں دقت اٹھانی نہ پڑے۔ جن مقامات کا تعلق صرف درگاہ شریف سے ہے وہ سب ایک جگہ جمع ہیں اور جن کا تعلق شہر سے یا سوادِ شہر سے ہے وہ ایک جگہ ملیں گے۔

مقامات متعلق درگاہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ

احاطۂ نور روضۂ خواجہؒ صاحب کے غربی اور جنوبی حصّہ سے کسی قدر حصّہ شمالی تک یہ محوطہ سنگ مرمر کا بشکل بارہ دری بنا ہوا ہے دروازوں پر سونیکے کلس لگے ہوئے ہیں۔ سنگ مرمر کی جالیاں نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ اس احاطے کے دو دروازے ہیں ایک جنوب رویہ دوسرا غرب رویہ جنوب رویہ کا نام پائنداز دروازہ اور غرب رویہ کا بہشتی یا مکّی دروازہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ اس دروازہ میں سے جو شخص سات بار نکلجائے اُسپر آتش دوزخ حرام ہوجاتی ہے۔ اور یہ بہشتی دروازہ صرف ایام عُرس میں ۶ روز تک اور محرم کی ۱۰ تاریخ کو کھلا رہتا ہے

اولیا مسجد یہ مسجد سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے دونوں طرف دو حجرے ہیں اسے اولیا مسجد اسلئے کہتے ہیں کہ یہاں حضرت خواجہ غریب نوازؒ بزمانہ حیات نماز ادا کرتے تھے۔ چھوٹا سا ایک نفیس مقام ہے۔ یہاں پہلے شادی جن کا بتخانہ تھا۔

اکبری مسجد سنہ ۹۷۰ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے اس کو تعمیر کرایا تھا۔ تمام مسجد سنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے لیکن محرابوں پر سنگ مرمر کی پچیکاری میں لاجوردی کام ہے طول ایک سو چالیس فیٹ اور مع صحن و دروازہ کے عرض بھی اتنا ہی ہے وسط محراب ۵۶ فیٹ بلند ہے۔ بازو و نیز مینار ہیں مسجد کے صحن میں ایک حوض ہے اور مسجد کے قریب سمت جنوب ایک قدیم دالان ہے جو خانقاہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کا ذکر آگے آئیگا۔

ایک بالشت کی چھتری

یہ چھتری سولہ کھمبے کے متصل دروازہ کی محراب پر بنی ہوئی ہے جسکی وسعت ایک بالشت سے زیادہ نہیں ہے۔ اسکا گنبد لاجوردی کا اور دستیاب سنگی ہیں۔ گنبد کے نیچے آٹھ دس آدمی بخوبی بیٹھ سکتے

ہیں۔ فی الاصل یہ دروازہ خواجہ حسینؒ کے محوطہ کا تھا۔ اب اُس محوطہ کا تو نشان بھی نہیں لیکن یہ دروازہ تاہنوز قائم و موجود ہے۔

بیگمی دالان

سنہ ۱۰۵۳ھ میں جہاں آرا بیگم بنت شاہجہاں نے گنبد شریف کے دروازہ سے ملحق یہ وسیع و عالیشان دالان بنوایا ہے۔ اسکی چھت ستون کٹہرے کنگرے سنگ مرمر کے ہیں۔ اور فرش دالان سنگ فشاں و ابری کا ہے۔ چھت میں تمامی کی چھت گبری لگی ہوئی ہے۔ اور چاروں طرف چاندی کے قمقمے لٹکے ہوئے ہیں۔ محراب وسطی پر سنگ مرمر میں عمدہ عمدہ کتبے کندہ ہیں یہ مقام قوالی کیلئے مقرر ہے۔ خوبصورت سنہری کلس کلسیاں آگے سنگ سرخ کا سائبان دالان کے سامنے سنگ مرمر کا فرش اور اسکے گرد سنگین کٹہرا لگا ہوا ہے۔ بانی دالان بیگم صاحبہ موصوف نہایت خوش اعتقاد فاضل تھیں۔ مونس الارواح انہیں کی تصنیف سے ہے اسمیں خود لکھتی ہیں۔

"بعد حمد خدا و نعت جناب مصطفےٰ عرض ہے جب میں آگرہ سے اپنے والد ماجد کیساتھ اجمیر شریف وارد ہوئی تو ہر منزل پر دو رکعت نماز نفل ادا کرتی تھی اور ایکبار سورۂ یٰسین نہایت عقیدتمندی سے پڑھکر اُس کا ثواب خواجہ غریب نوازؒ کی روح کو پہنچاتی تھی۔ انہیں ایام میں ایکدفعہ مجلس میلاد بھی منعقد کی۔ خدا کا شکر کرکے بروز پنجشنبہ ۱۴۔ رمضان المبارک سنہ ۱۰۵۳ھ روضۂ مقدس میں باریاب ہوئی۔ سات بار طواف مزار کیا۔ اور اپنے ہاتھ سے روضۂ منورہ میں جھاڑو دی اُس وقت عجیب عالم ذوق تھا اور مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میں کہاں ہوں اور کیا کر رہی ہوں الغرض اپنے ہاتھ سے مرقد منور پر عطر ملا اور پھولوں کی چادر چڑھائی۔ اور سنگ مرمر کی مسجد میں جو میرے پدر بزرگوار نے دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف کرکے تعمیر کی تھی جاکر نماز ادا کی۔ بعد نماز گنبد مبارک میں بیٹھی رہی۔ مغرب کے وقت سورۂ یٰسین اور سورۂ فاتحہ پڑھتی رہی۔ پھر حضرت کے مزار پر شمع روشن کرکے جماعت ہو گئی اور روزہ افطار۔ وہ شام عجیب لطف افزا تھی کاش میں

اپنے اختیار میں ہوتی تو ہمیشہ کیلئے روضۂ منورہ کیلئے وقف ہوجاتی کہ گوشہ نشینی کی مدینے عاشق ہوں
اور اس سے بہتر گوشۂ عافیت مل نہیں سکتا۔ الغرض والد بزرگوار کیساتھ بچشم اشکبار جمعہ کیدن
صبح کیوقت آگرہ روانہ ہوگئی اس بیان سے جہان آرا بیگم کی خوش اعتقادی کا پورا ثبوت ملتا ہی

بلند دروازہ | یہ دروازہ سلطان محمود خلجی نے بنوایا ہی۔ اسکو بنے ہوئے کچھ اوپر چار سو برس

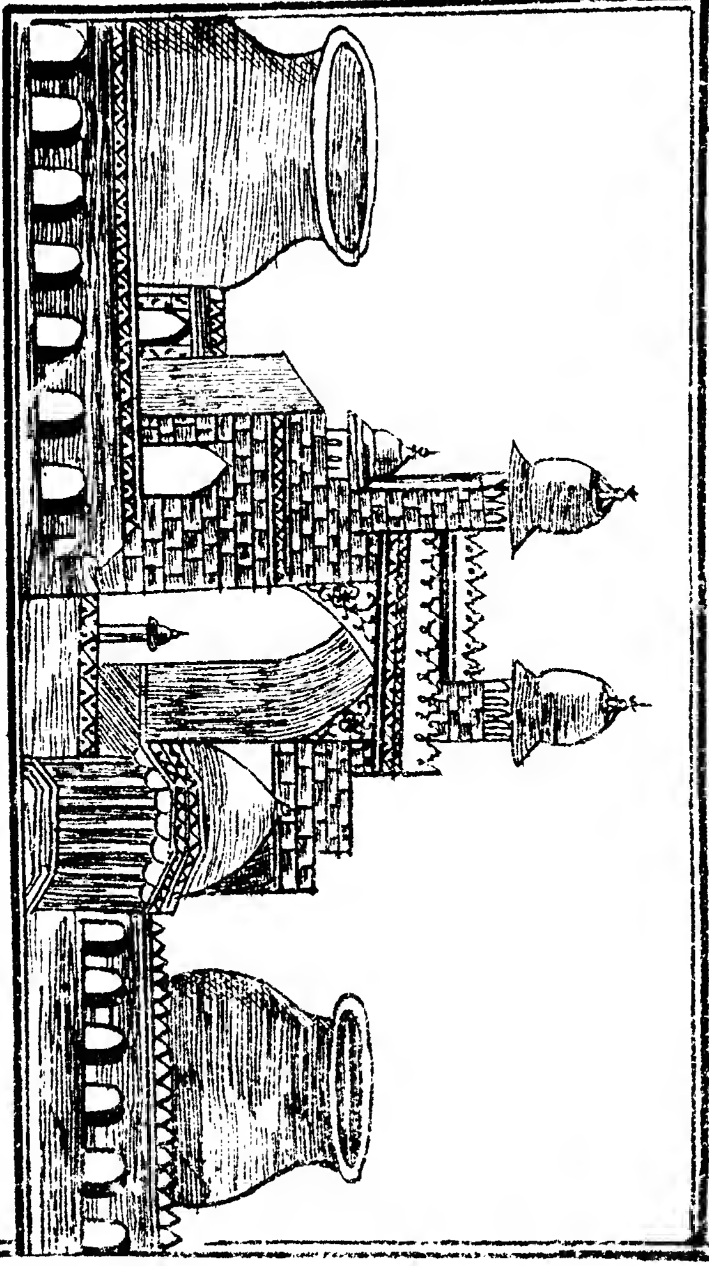

نقشہ بلند دروازہ کا جو فتحپور سیکری میں شیخ سلیم چشتی کی درگاہ میں بنا ہوا ہے (صفحہ ۶۶)

گزر گئے۔ لیکن اُسی شان سے ابتک قائم ہے اسکی بلندی پچیس گز ہے۔ سنگ سُرخ سے بنا ہوا ہی۔ اسکے اندر سنگ مرمر کا فرش ہی محرابوں میں طلائی قمقمے دریچیوں پہ سنہری کلس لگے ہوئے ہیں عمارات درگاہ میں چونکہ یہ عمارت سب سے زیادہ بلند ہی اسلئے اسے بلند دروازہ کہتے ہیں۔ جانب شمال تھوڑا سا صحن ہی جسکے شرق میں حجرے بنے ہوئے ہیں۔ چبوترہ پر حضرت مولانا شمس الدین رح معروف بہ سید احمد رح جو ایک بزرگ کامل تھے آسودہ ہیں۔

جامع مسجد شاہجہانی

یہ مسجد روضہ شریف کے مغرب میں بنی ہوئی ہی۔ جب شاہجہاں بادشاہ فتح اودے پور کے بعد اجمیر شریف بارادہ زیارت آئے تو ایک وسیع مسجد بنانے کا خیال پیدا ہوا۔ الغرض جس وقت لاہور میں سریر سلطنت پر بیٹھے تو تعمیر مسجد کے لئے حکم دیدیا۔ اسکی تعمیر پر دو لاکھ چالیس ہزار روپیہ صرف ہوا۔ اور چودہ سال میں یہ مسجد بنکر تیار ہوگئی۔ طولاً ۷۹ گز شرعی اور عرضاً ۲ گز ہے۔ صحن میں پانچ دروازے ہیں۔ ایک جانب جنوب دو مطر جانب شمال درمیں دروازے مشرق کی طرف ہیں۔ تاریخ تعمیر مسجد یہ ہے "بقول اہل زبان شد مسجد شاہ جہاں"

یہ مسجد نہایت عمدہ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہی۔ محراب وسطی میں کلمۂ طیبہ سنہری حروف میں لکھا ہوا ہی۔ اور چھوٹی محرابوں پر خدا تعالیٰ کے ۹۹ نام کندہ ہیں۔ درسے اوپر یہ کتبہ لکھا ہوا ہے

شنیدم ز خاصانِ فرخندہ فال — کہ پیش جلوس ابد اتصال
شہنشاہ دین پرور دین پناہ — فلک قدر شاہجہاں بادشاہ
پناہِ امم صاحبِ تخت و تاج — کہ دارد شریعت بعہدش رواج
پس از فتح رانا بصد عز و جاہ — بدولت در اجمیر زد بارگاہ
بطوف مزار حقیقت شعار — معینِ جہاں خواجۂ روزگار

نقشہ جامع مسجد شاہجہانی اندرون درگاہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بمقام اجمیر شریف

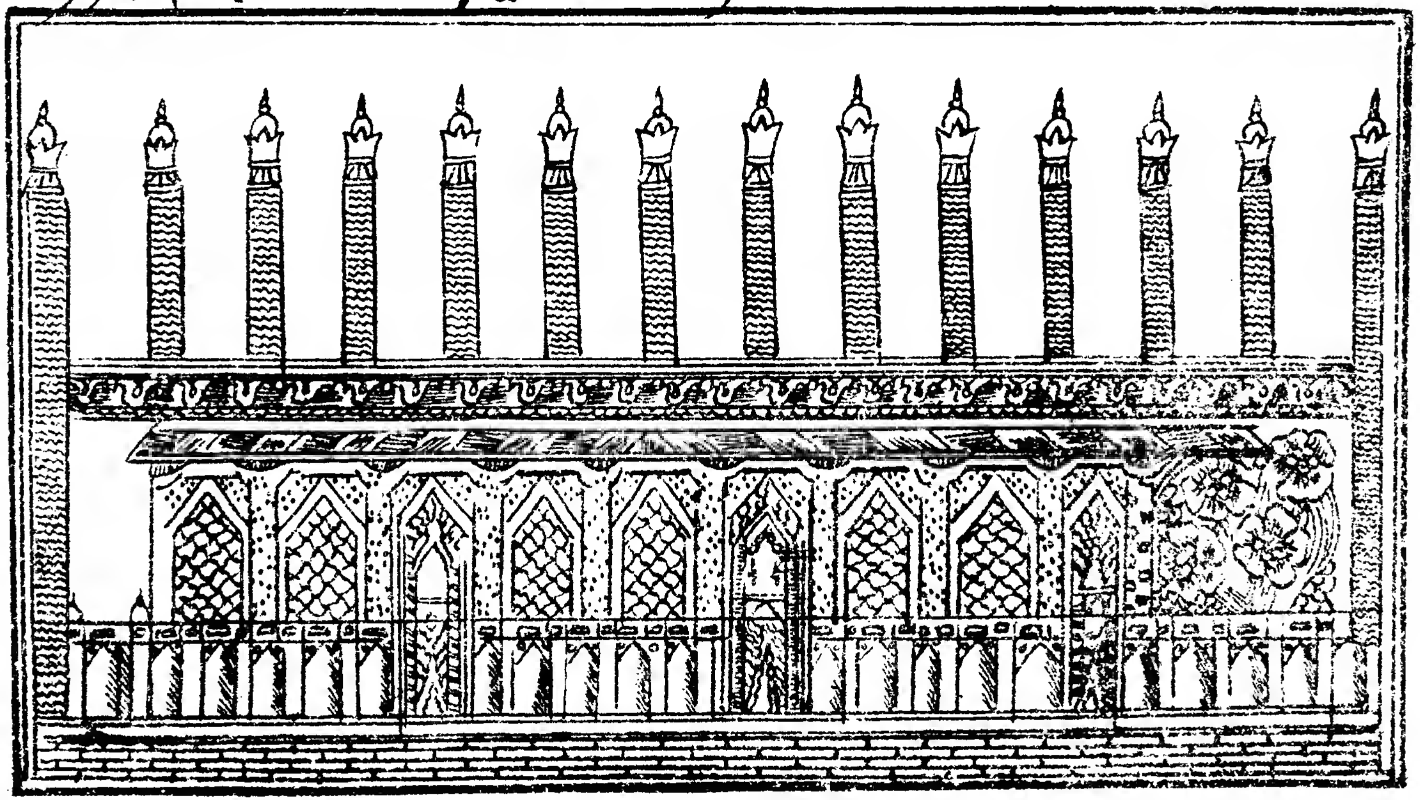

حقایق پناه و معارف مآب	که دادش فلک قطب عالم خطاب
درآں روضهٔ پاک مسجد نبود	دلش را تمنائے مسجد فزود
خداوند را با خدا شد قرار	که ماند ازو مسجدے یادگار
بسے برنیامد ز دورِ فلک	که آں قبله گاهِ ملوک و ملک
چو بنشست بر تخت شاهنشهی	ز لطفِ الٰهی به فرماندهی
کمر بست چست و قدم برکشاد	نه از راه و رسم از رهِ اعتقاد
به توفیقِ حق گشت کارش تمام	بنا کرد ایں مسجد و شد تمام
زہے مسجدِ بادشاه جهاں	که دارد ز بیت المقدس نشاں
خوشا قدر ایں خانه کز احترام	بود ثانی اثنین بیت الحرام
مقدّس حریمے چو قدسِ خلیل	بوصفش زباں وقف ذکرِ جمیل
شمارند با کعبه اش توأماں	که دیده است مسجد بایں فرّ و شاں
کند دسته مژگانِ خود آفتاب	که جاروب کش باید اینجا خطاب
نمایاں در و کعبه وقتِ نماز	ز محراب در بر حرم کرده باز
به فرشش گزاری چو روئے امید	شود نامه چوں سنگ مرمر سفید
طلبگار حاجات دل بسته اش	بهار مناجات گلدسته اش
چو شاهِ جهاں در محلِّ نماز	به محرابش آورد روئے نیاز
ز توفیق محراب کرد از دو سو	بیک قبله پشت و بیک قبله رو
جهاں را دو چشمند مردم نشیں	یکے خانهٔ کعبه و دیگر ایں
نشسته به مسجد شهنشاه دیں	بود کعبه پیوسته مسجد نشیں

اجابت زند بر عبادت نیاز — خوش آنکس کہ آنجا گذارد نماز

تواں کرد بر ممبرش جاں سپند — کزاں نام شاہ جہاں شد بلند

بہ تکلیف مردم برائے نماز — درش چوں درِ توبہ پیوستہ باز

بود خطبۂ شاہ تا در خورش — زبالِ ملائک سنر ممبرش

لبِ حوضش از آبِ زمزم پر است — ز محراب با کعبہ در بر در است

زلالش زہر موجۂ بے دریغ — بہ قطع تعلق کشیدہ است تیغ

ز سنگش چناں کار پرداز رنگ — کہ گوئی نباشد زیک پارہ سنگ

بہ فرمودۂ سایۂ کردگار — چو کرد ایں بنا را قضا استوار

نوشتند تاریخش اہل یقیں — "بنائے شہنشاہِ روئے زمیں"

۴۷ ۱۰ ھ

سنہ ۱۲۹۱ھ میں دہلی سے تبرکات نبوی اس مسجد میں لاکر رکھے گئے تھے تو محراب مسجد سے پانی بہنے لگا تھا جیسے آنسو کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے ہنوز اجمیر میں موجود ہیں جمعہ اسی مسجد میں ہوتا

جھالرہ

اسی مسجد کے جنوبی پہلو میں ایک گہری جھیل ہے جو جھالرہ کے نام سے مشہور ہے اسے بھی شاہجہاں بادشاہ نے بنایا ہے جسے حوض مسجد کی جگہ سمجھ لیجئے۔ پہلے زمانہ بارش میں نالہ گدھ جھیلی اس طرف سے بہتا تھا۔ اور یہی نالہ آگے جاکر ندی کی صورت میں منتقل ہو جاتا تھا اس ندی کو ریوندی کہتے تھے۔ جب اکبر بادشاہ نے شہر اجمیر کی فصیل[۱] بنوائی تو اس نالے کو بازار پیش درگاہ کی جانب کاٹ دیا اور بند بندھوا دیا۔ شاہ قلی خاں صوبہ دار اجمیر نے دوسری طرف دہانہ بندی پر اپنی زندگی میں اپنا مقبرہ تعمیر کرایا۔ اب ہزاروں آدمی اس جھالرہ سے سیراب ہوتے ہیں۔ یہ جھالرہ بہت زیادہ عمیق ہے۔ ضروریات درگاہ میں بھی پانی یہیں سے

(۱) یہ فصیل سنہ ۹۶۳ھ میں پتھر اور چونے کی بنیاد سے تیار ہوئی اس کا عرض بتیالیس گز ہے۔

صرف ہوتا ہی۔ اسکی ایک بدر رو آستانہ میں ہوتی ہوئی عین بازار میں جانکلی ہے۔

چلہ حضرت شیخ فریدالدینؒ یہ وہ مقام ہی جہاں حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کشی کی ہی اور جو سلطان محمود خلجی کی مسجد کے پیچھے واقع ہے۔ خانخاناں محمد بیرم خاں نے آپکی شان میں یہ مطلع خوب کہا ہے ؎

کانِ نمک جہان شکر شیخ بحر و بر　　آں کز شکر نمک کند و از نمک شکر

اس چلہ میں دو رنگ نہ خانے سے بنے ہوئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں یہ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مزار خاص کا راستہ ہی۔ اسکا دروازہ ہمیشہ مقفل رہتا ہی صرف ۵۔ محرم الحرام کو کھولا جاتا ہی مسجد مذکور کی دیوار سے ملحق اور چلہ کے قریب حضرت بایزید خورد اور انکی والدہ و زوجہ کے مزارات ہیں۔ ان مزاروں پر چنبیلی کے درخت چھائے ہوئے ہیں۔ بعض انکو خواجہ صاحب کی ازواج مطہرات کی قبریں بتاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

چار یار یہ مقام جامع مسجد شاہجہانی سے جانب غرب واقع ہی۔ اس احاطہ میں بکثرت صلحا و فقرا مصروف خواب ہیں۔ ان میں چار مزار اُن بزرگوں کے بھی ہیں جو خواجہ صاحبؒ کے ہمراہ تشریف لائے تھے۔ مولانا شمس الدین صاحبؒ بھی اسی جگہ آسودہ ہیں اور مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی بھی جن کا وصال مجلس سماع میں اس شعر پر ہوا تھا ؎

گفت قدوسے فقیرے در فنا و در بقا　　خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

اسی مقام محمود میں مدفون ہیں۔

خانقاہ یہ مقام اکبری مسجد کے قریب جانب جنوب بنا ہوا ہی۔ اسی کو خانقاہ کہتے ہیں رجب کی پانچویں تاریخ تیسرے پہر یہاں قوالی ہوتی ہے۔

دیگ کلاں ۹۷۴ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے چڑھائی تھی تسخیر قلعہ

چتوڑ گڈھ کے وقت عہد کیا تھا کہ بعد فتح پیادہ پا حاضر اجمیر ہو کر ایک بڑی دیگ چڑھاؤں گا۔ خدا نے اکبر بادشاہ کو فتحمند کیا۔ تو حسب منت اُس نے فوج کو کوچ کا حکم دیدیا اور خود پا پیادہ منزل بمنزل طے کرتا ہوا ۶ رمضان المبارک روز یکشنبہ ۹۷۶ھ اجمیر پہنچا اور زیارت سے مشرف ہو کر دیگ چڑھائی۔ دیگ کی تاریخ یہ ہے۔

شاہِ دین پرور جمشید سریر　　خسروِ عہد محمدؐ اکبر
ساخت بے شبہہ پئے فتح چتوڑ　　دیگ در وئیں تن داژدر پیکر
بہرِ تاریخ وے از عالم غیب　　"دیگ چیتور کشا" شد پیکر

اسمیں سو من چاول پک جاتا ہے۔ اس دیگ کا محیط ساڑھے تیرہ گز کے قریب ہے۔

دیگ خورد | چھوٹی دیگ بلند دروازہ کی جانب رکھی ہوئی ہے ۱۰۲۲ھ میں نور الدین محمد جہانگیر نے آگرہ میں اس دیگ کو تیار کرایا اور درگاہ خواجہ غریب نواز میں لاکر چڑھائی اور کھانا پکوایا جس سے پانچہزار مساکین کا پیٹ بھر گیا۔ چھوٹی دیگ کی تیاری کی تاریخ یہ ہے۔ بدنیا باد دایم نعمتِ دیگ جہانگیری
کثرتِ استعمال سے دیگیں پرانی ہوگئی تھیں اور جابجا سوراخ ہو گئے تھے لیکن ۱۲۶۶ھ میں لا مداری مدار المہام ریاست گوالیار نے سیٹھ لکھے چند مہتہ کے اہتمام سے دونوں دیگوں کو از سرِ نو بنایا دیگوں کے کناروں پر یہ تاریخ کندہ ہے جو جوہر علی صاحب پیرزادہ کی تصنیف سے ہے۔

صرفِ زر لا مداری کرد در تعمیر دیگ　　باد نامش در جہاں روشن بمثلِ آفتاب
بخشتور مہتہ لکھے چندش نمودہ اہتمام　　گفت ہاتف سالِ تاریخش "جہاں شد فیضیاب"

چھوٹی دیگ میں (۸۰) من کھانا پکتا ہے یہ دیگیں ایام عرس میں اکثر پکتی ہیں اور صبح کیوقت ایک خاص جماعت کھانا لوٹتی ہے۔ لوٹنے والے جسم سے بے انتہا گودڑ باندھ لیتے ہیں اور جب کھانا ذرا نیچا رہ جاتا ہے تو اسمیں کود پڑتے ہیں۔ پھر یہ فروخت ہوتا ہے۔ گو یہ رسم مناسب معلوم نہیں ہوتی لیکن لینے

وقت ایک عجیب لطف آتا ہے۔

سولہ کھنبہ

شیخ علاؤالدین نے ۱۰۷۰ھ میں یہ مقبرہ سنگ مرمر سی بنوایا ہی۔ وسط مقبرہ میں سولہ ستون ہیں۔ اور اُنکے گرد سنگ مرمر کا جالیدار کٹہرہ لگا ہوا ہی فرش میں سنگ ہائے زنگارنگ کی پچیکاری ہی۔ محراب شرقی پر یہ کتبہ کندہ ہے۔

بنائے مقبرہ بنہاد شیخ علاؤالدین	کہ باد عافیتِ او بہ خیر ارزانی
جوار مرقدِ آں شاہباز عرش نشیں	کہ زیر مرقد او بیضۂ مسلمانی
چو فکر در پئے اتمام سال کرد خرد	بگفت روضہ مرتب شمر بہ آسانی

سید نظام سقے کا مزار

یہ مزار اولیا مسجد کے متصل واقع ہی۔ قبر کے تعویذ پر نبت کاری نہایت نفیس کیگئی ہی۔ سنگ مرمر کے چبوترہ کے گرد جالیدار کٹہرا ہی پہلے شاہان مغلیہ کے زمانہ میں اس مزار پر شامیانہ زرین کھنچا رہتا تھا لیکن ایکمرتبہ عالمگیر بادشاہ اجمیر شریف آئے اور حاضر درگاہ شریف ہوئے۔ تو نظام سقے کی قبر پر مزار خواجہ صاحبؒ کا دھوکا کھایا۔ لوگوں نے کہا کہ جناب یہ قبر تو نظام سقے کی ہے۔ یہ سنکر شاہ موصوف نے فرمایا کہ "چراغ پیش آفتاب پرتو ندارد" اور قبر پر جو کچھ آرائش تھی لٹوادی۔

یہ نظام وہ ہیں کہ جب نصیرالدین محمد ہمایون بادشاہ نے معہ فوج قنوج کے پاس گنگا کے عبور کا ارادہ کیا تو بادشاہ کا گھوڑا ڈوب گیا۔ اور ہمایوں غوطے کھانے لگا اُسوقت نظام جو اپنی مشک پر سوار تھے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور دریا کے اُس پار اوتار دیا ہمایون نے نام دریافت کیا۔ جواباً عرض کیا کہ بندہ کو نظام کہتے ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ جو کچھ مانگتے ہو مانگو عرض کیا کہ جسوقت حضور آگرہ میں پہنچیں تو نصف روز مجھے بادشاہت کر لینے دیں۔ بادشاہ نے بعد تبسم اسبات کو منظور کر لیا۔ اور آگرہ پہنچکر میاں نظام کو سلطان نیمروز بنا دیا۔ عہد نظام کی

یہ بات مشہور ہے کہ مشک کاٹ کر حجام کے دام چلائے تھے۔

صندل خانہ حقیقت میں یہ مسجد ہے جسے سلطان محمود خلجی نے ۸۵۹ھ میں بنوایا تھا اسکی مختصر تاریخ یہ ہے کہ نواح ہاروتی کے مسلمانوں نے ایک مرتبہ عرض کیا تھا کہ اجمیر میں اگر کوئی عالیشان مسجد بنوادی جائے تو اسلام کفر پر غالب آئے۔ سلطان محمود خلجی فوراً اجمیر پہنچا اسوقت گجادھر انا کمبھا کی طرف سے اجمیر میں قلعہ دار تھا۔

پانچ دن کے عرصہ میں تیار ہو کر قلعہ سے باہر آیا۔ پے در پے حملے ہوئے راجپوتوں کے کشتے کے پشتے لگ گئے۔ آخر گجادھر مارا گیا اور لشکر اسلام نے فتح پائی محمود خلجی نے سجدۂ شکر ادا کیا اور مسجد بنوادی۔ یہ مسجد روضۂ عالی کی شمالی دیوار سے ملحق ہے۔ دیواریں اسکی خشتی سقف سنگین اور سنگ مرمر کا فرش ہے۔ چونکہ اب یہاں صندل گھسا جاتا ہے اسلئے یہ مقام صندل خانہ کے نام سے مشہور ہو گیا ہے یہ مقام متبرک ہے جہاں خواجہ غریب نوازؒ عبادت وطاعت میں مشغول رہتے تھے۔ پہلے مسجد میں انکا نشان حجرہ موجود ہے۔

صحن چراغ درگاہ شریف کے شرقی حصہ میں جو دالان بنے ہوئے ہیں ان میں دیواریں کھینچکر حجرے بنائے گئے ہیں دالان کے صحن میں ایک ہشت پہل چھتری بشکل گنبد بنی ہوئی ہے اسمیں اژدھا کا فتیل سوز قد آدم زنجیروں سے بندھا ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ صحن چراغ اکبر کے زمانہ میں قلعہ چتوڑ گڈھ سے لاکر چڑھایا گیا تھا۔

کرناٹکی دالان روضۂ شریف کے مقابل جانب جنوب یہ دالان بنا ہوا ہے جسے نواب لالہ جاہ رئیس کرناٹک نے بنوایا ہے۔ رجب ۱۲۰۸ھ میں یہ دالان بنکر تیار ہو گیا تھا۔ اب اسمیں صبح وشام قوالی ہوتی ہے۔ یہ کتبہ محراب دالان پر کندہ ہے

در حضور خواجۂ ہر دو جہاں آن معین الدین شہ شاہنشہاں

چوں امیر الہند[۵] کانِ عدل وداد | بحرِ جود و آسمانِ اعتقاد
یعنی آن نواب والا مرتبت | نام والا جاہ عالی منزلت
کامرانِ ملک کرناٹک بود | بندۂ خاصِ خدا بیشک بود
از خلوصِ نیت و صدق عفیف | بر نہادہ کرسی جائے لطیف
تا بیاسایند مردم اندریں | موجب برکات باشد بالیقین
گفت چوں تعمیر والاجاہی است | ہم بنائش موقفِ للّٰہی است
سالِ تعمیرش ز دل کردم طلب | وجد در خود کرد دل واکرد لب
سالِ تاریخش بجود ایں دعا | باد دائم قائم ایں فرخ بنا
از جلوسِ شاہ پنج و سی طلب | شد مرتب در مہِ پاکِ رجب

اسی سے ملحق ایک سبیل ہے جو نواب مذکور ہی کی تعمیرات سے مشہور رہے۔ اسی دالان کے سامنے پایان روضۂ انور دروازہ جنوبی کے پہلو سے ملحق دو سنگ مرمر کے محوطے ہیں جنمیں حضرت معین الدین خردؒ شیخ بایزیدؒ حضرت قیام الدین بابر بالؒ اور شیخ بدہؒ مخاطب بہ سید الملک نبیرگان حضرت خواجۂ بزرگ آسودہ ہیں۔

لنگر خانہ درگاہ شریف کے شمال میں ایک دالان بنا ہوا ہے اور صحن میں ایک چھتری ہے دالان مذکور کے ایک در میں آہنی کڑھاؤ چڑھا ہوا جسمیں صبح وشام جو کا لنگر پکتا ہے اور غربا کو تقسیم ہوجاتا ہے۔

مزار خواجہ فخر الدین روضہ کے جانب شرق وجنوب دو حجرے ہیں۔ جنمیں حضرت فخر الدین مرید حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ اور انکی بیوی کے مزارات ہیں۔ جب علیا حضرت جہاں آرا بیگم نے بیگمی دالان بنوایا تو ان دونوں مزاروں کے

[۵] امیر الہند کا خطاب رئیس کرناٹک کو شاہ عالم بادشاہ دہلی کی طرف سے عطا ہوا تھا۱۲

تعویذوں کو زمین دوز کرادیا ہر سال ۲۵- رجب المرجب کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔

حضرت فخر الدینؒ کے تین صلبی فرزند تھے۔ بڑے حضرت مسعود چھوٹے بہلول تیسری حضرت اسمٰعیلؒ۔ ان حضرات کے مزارات بیگمی دالان کے سامنے بنے ہوئے ہیں جہاں اب فرش ہموار کر کے صرف سنگ ابری کے تعویذ بنا دئے گئے ہیں۔ انہیں کی اولاد میں یہاں کے خدام ہیں جنکی تعداد کسی وقت گیارہ سو تک تھی۔ اور اب پانچ چھ سو کے قریب ہی۔ یہی لوگ زردار زائرین کو زیارت کراتے ہیں اکبر بادشاہ اور نورالدین جہانگیر بادشاہ کے زمانہ سے چھ ہزار روپیہ کی جاگیر بطور معاش انکے نام وقف ہی اور اسوقت تک بحال ہے۔

مزار خواجہ حسین | شاہجہانی مسجد کے پچھم میں یہ مقبرہ بنا ہوا ہی جو ۱۰۴۷ھ میں تعمیر ہوا ہی۔ اسمیں حضرت خواجہ حسین رحؒ اجمیری آسودہ ہیں اس مقبرہ کا نقشہ بعینہٖ خواجہ صاحبؒ کے روضہ کے مطابق ہی ساز و سامان میں فرق ضرور ہی۔ صرف مزار کے گرد سیپ کا نایاب چھپر کھٹ بنا ہوا ہے۔ یہ مقبرہ عہد شاہجہانی میں باہتمام سید لاڈ تیار ہوا۔ محراب دروازہ پر یہ کندہ ہے۔

شد از توجہ ہادی مرشدی و معین ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ ‏‏ شہنشہ دو سرا خواجہ معین الدین
بنائے مقبرہ با صفائے خواجہ حسین ‏‏ بلفظ **مغز** شدہ سال خاتمت ایں

مزار شاہ قلی خاں | محمد تقی بخش المخاطب بہ شاہ قلی خاں عہد اکبر بادشاہ میں منصب تین ہزار تعدی پر مامور تھا انہوں نے اپنی حیات میں یہ مقبرہ تیار کرایا تھا۔ لیکن آگرہ میں انتقال کیا اور یہاں دفن ہونا میسر نہ آیا۔ عہد شاہی میں یہ اجمیر کے صوبیدار تھے۔ اجمیر شریف سے کوس بھر کے فاصلہ پر جانب شرق ابتک یہ باغ انکی یادگار باقی ہے جس کو لوگ میہ شاہ قلی کہتے ہیں۔ اس مقبرہ کو بنے ہوئے کچھ کم تین سو سال گذر چکے ہیں۔ فرش ستون اور دیواریں سنگ مرمر کی ہیں۔ گنبد لداؤ کا ہے۔ اور مرمری کٹہرہ لگا ہوا ہے۔

مجّہر بی بی حافظ جمال

یہ مجّہر روضۂ شریف کی دیوار سے ملحق سمت جنوب بنا ہوا ہے۔ اسمیں حضور خواجہ غریب نواز کی صاحبزادی آسودہ ہیں۔ غالباً یہ مجّہر روضۂ شریف کیساتھ ہی تعمیر ہوا ہے آپ کے مزار سنگ مرمر کے تعویذ میں سنگ ابری طلائی لبسنایہ اور فیروزہ کی پچیکاری ہے۔ کمخواب تمامی اور مشجر کے قبر پوش دار اور پھولوں کی چادریں چڑہی رہتی ہیں مجّہر کا دروازہ کمانی دار بنایا گیا ہے۔ اسکے سامنے دو چھوٹی چھوٹی قبریں آپکے صاحبزادوں کی ہیں۔ جو صغر سنی میں فوت ہوگئے تھے آپکے شوہر حضرت شیخ رضی الدین تھے جنکا مزار ناگور سے ایک کوس پر کنار حوض منڈھولا واقع ہے۔

مجّہر حور النسا بیگم بنت شاہجہان

۱۹ - ماہ جمادی الاول ۱۰۲۵ھ بروز چہارشنبہ حور النسا بیگم نے انتقال کیا اور پس دیوار روضۂ غریب نواز اس مجّہر میں دفن ہوئیں مقبرہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اسکے کواڑ بھی سنگ مرمر کے ہیں۔ تعویذ قبر عقیق یمنی کی ایک بیش بہا تختی لگی ہوئی ہے عام لوگ اسمیں پیسے اور کوڑیاں پھینکتے تھے اور لوح کے ٹوٹ جانیکا اندیشہ تھا۔ اس لئے اب تیغہ لگا دیا گیا ہے اور جالیاں بھی بند کردی ہیں۔

نقارخانہ شاہجہانی

یہ نقارخانہ ۱۰۴۷ھ میں شاہجہان بادشاہ نے بنوایا ہے بلند دروازہ کے سامنے واقع ہے اسکا دروازہ سنگ سرخ سے بنا ہوا ہے اور اندر باہر سنگ مرمر کا فرش ہے اسمیں نقاروں کی عمدہ عمدہ جوڑیاں رکھی ہوئی ہیں ایک جوڑی بہت بڑی ہے جسکو اکبر بادشاہ چتوڑگڈھ کے قلعہ سے لائے تھے اس نقارخانہ میں صبح شام دوپہر اور آدھی پچھلی رات کو نوبت بجا کرتی ہے دروازہ کی محراب پر بخط جلی کلمہ طیبہ اور یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

بعہد شاہجہان بادشاہ دین پرور　　زدود ظلمت کفر آفتاب دین پرور

صدر دروازہ جدید یا حضور نظام کا نقارخانہ

یہ نقارخانہ صدر دروازہ درگاہ شریف سے آگے ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹۱۳ء بتقریب تشریف آوری حضور نواب میر محبوب علیخان غفران پناہ والی ملک دکن (نور اللہ مرقدہ) تیار ہوا ہے تقریباً تین سال تک تعمیر جاری رہا اور تخمیناً ۲۵ ہزار روپیہ اسکی تیاری میں صرف ہوا اسمیں پنجوقتہ نوبت بجتی ہے اور گھڑیال ہر وقت گھنٹہ بجاتا ہے آدھی رات کے وقت اس نقارخانہ میں نوبت کی ٹکور نہایت بھلی معلوم ہوتی ہے جسکے سننے سے سماعت کو سرور اور دل کو کیفیت حاصل ہوتی ہے

دروازہ کی بلندی ستر فٹ چوڑائی مع دو رویہ سہ درہ دالانوں کے ۷۶ فٹ دالان ۲۴-۲۴ فٹ کے ہیں محراب کی چوڑائی سولہ فٹ ہی نظام دکن کی جانب سے ایک منتظم ایک منشی دو چپراسی و گھڑیالی چھ شہنائی نواز آٹھ نقارچی وغیرہ اکیس اشخاص کو پانچسو روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہی اس صدر دروازہ کا نقشہ بغرض ملاحظہ ناظرین کتاب کے شروع میں چھپا ہے

مجلس خانہ یا محفل خانہ درگاہ شریف کے رقبہ دوم میں یہ ایک نہایت وسیع و عظیم الشان دالان ہے جو میر حفیظ علی مرحوم متولی آستانہ کے اہتمام سے ۱۲۷۷ھ میں تعمیر ہوا ہی تخمیناً چھ ہزار روپیہ اسکی تعمیر میں درگاہ شریف سے صرف کیا گیا ہے۔ اب اسمیں بڑے بڑے جھاڑ بلوری آویزاں ہیں جو غلافوں سے ڈھکے

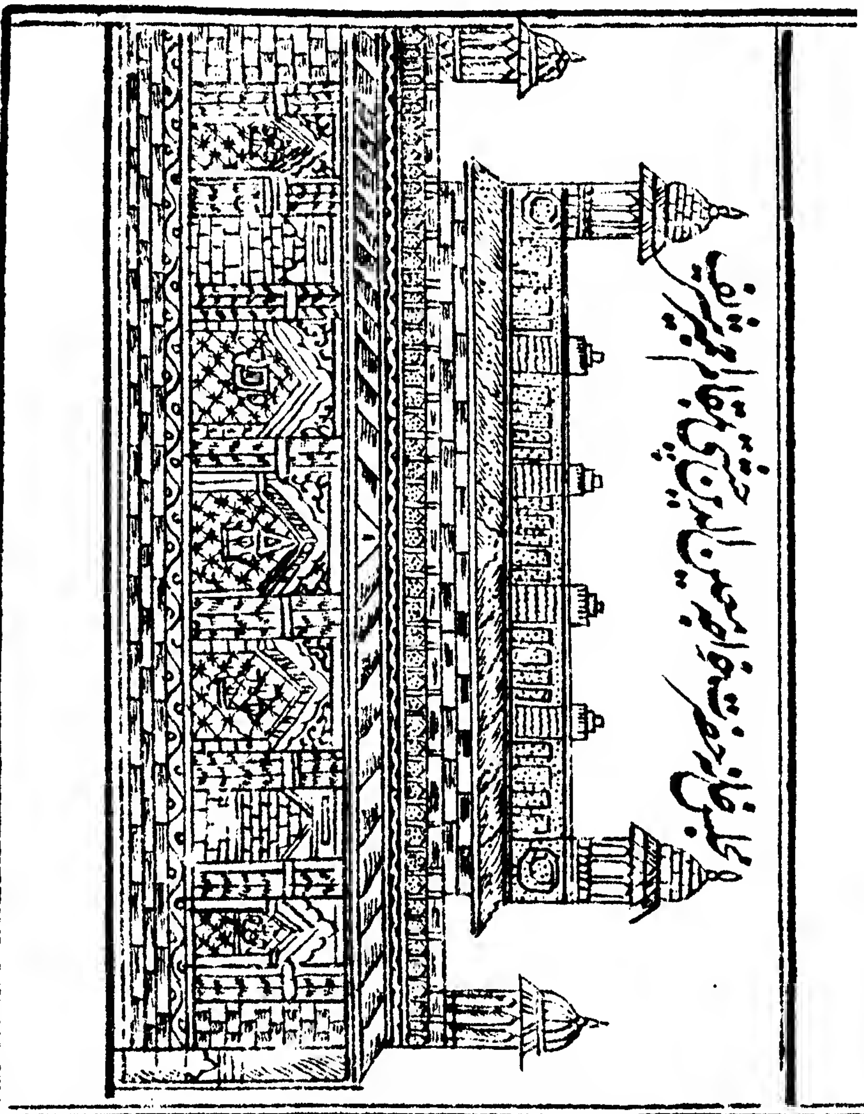

مجلس خانہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی بمقام اجمیر شریف

رہتے ہیں۔ ایام عرس میں کھلے اور روشن ہوتے ہیں۔ انہیں دنوں یہاں مجلس قوالی ہوا کرتی ہے۔ اسکے آگے ایک دروازہ ہے جو بیلی دروازہ کہلاتا ہے۔ اسکی پہلو میں ایک مختصر ٹٹی پوش دالان ہے اور اُسکے سامنے ایک مربع حوض بنا ہوا ہے۔ اسکی شرقی حصہ میں سنگ مرمر کا ایک چبوترہ ہے جس پر شاہ نصیر الدین کا مزار ہے انہیں کے متصل مولنا کافی کا مزار ہے۔

متفرقات درگاہ شریف میں علاوہ مزارات مذکورکے اور بہت سے مزار ایسے ہیں جنکا حال معلوم نہیں۔ بعض کے متعلق اکثر تواریخ میں چند حالات درج ہیں مثلاً میر جو داراشکوہ کے امراسے تھا سنہ ۱۰۶۹ھ میں بمقام ارکہ عالمگیر کی فوج کے مقابلہ میں قتل ہوا روضہ شریف کے شرقی حصہ میں دفن ہے۔ اسیکے قریب شاہ نواز خاں جو اسی لڑائی میں فوج داراشکوہ کے ہاتھ سے قتل ہوا دفن ہے عالمگیر بادشاہ نے دونوں کو باحترام تمام یہاں دفن کیا انکے مقبرے کی گلکاری ہو رہی ہے قریب چھتری دروازہ میرزایان مندسور کے مزار ہیں۔ جو مادھوجی سندھیا اور دولت راؤ سندھیا کیطرف سے حاکم اجمیر تھے۔ ان میں سے مرزا عادل بیگ ایک نامی میر تھا سنہ ۱۲۱۸ھ میں فوت ہوا۔ لوح مزار پر تاریخ کندہ ہے

تسع عشرین مہ سوال دراں دم بودہ — واصلِ رحمتِ حق گشت بفضل آمودہ
ہاتفِ غیب ز تاریخ چناں فرمودہ — میرزا عادل با عدل بہ خلد آسودہ

روضۂ شریف کے شرقی حصہ میں بہت سے درخت ہیں انہیں میں ایک بڑ کا درخت ہے جو بہت پرانا ہے اس درخت کے پہلو میں ایک سنگین ستون لگا ہوا ہے جو کسی بتخانہ سے لایا گیا ہے۔ عوام اسکی پینڈ میں دودھ ڈالا کرتے ہیں۔ بڑ کے متعلق یہ روایت مشہور ہے کہ جوگی جیپال نے جب حضرت خواجہ غریب نواز کیطرف ایک خونخوار سانپ پھینکا تو آپ نے اُسے مارکر یہاں دفن کر دیا۔ چند روز کے بعد اُس جگہ سے یہ درخت اُگ آیا۔ اِسکی تاثیر اب تک قایم ہے کہ جس کسی کو سانپ کاٹے اُسے اس درخت کی پتیاں پیسکر پلا دینے سے زہر اثر نہیں کرتا۔

متصلات درگاہ شریف (بہ ترتیب حروف تہجی)

پھول محل درگاہ بازار میں موتی کٹرہ کے شمالی جانب جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ کا یہ محل بنا ہوا ہے جس کے اب صرف نشانات باقی ہیں۔ اور اصلی نشان کا پتہ نہیں ملتا۔

درگاہ بازار

۹۷۸ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے اس بازار کو تعمیر کرایا۔ اسمیں دو رویہ پختہ ابداو کی دوکانیں ہیں جسمیں ہر قسم کے دوکاندار بیٹھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عہد اکبر میں یہاں مینا

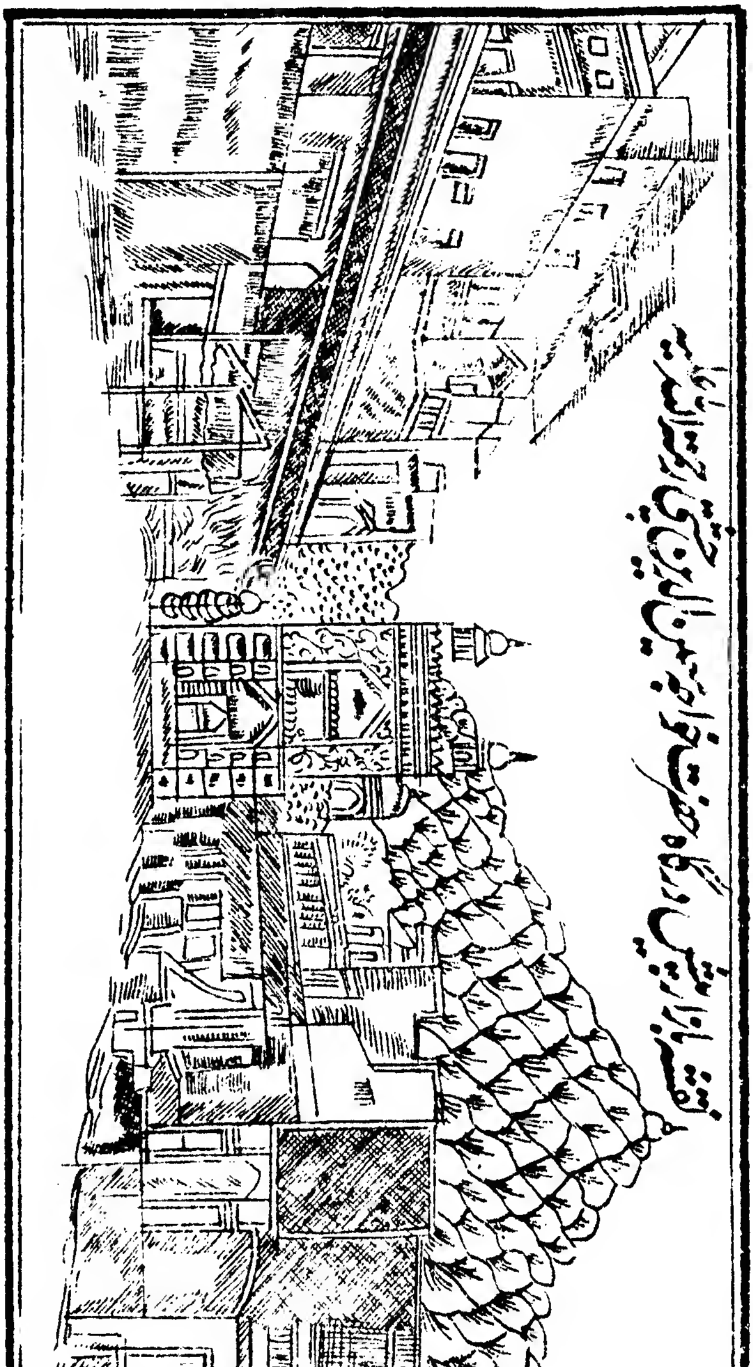

بازار لگایا جاتا تھا۔ بیگمات اور شہزادیاں سودا خریدتی تھیں۔ کپتان ہٹین صاحب بہادر سابق ڈپٹی کمشنر اجمیر نے دوکانوں پر برآمدے اور کمرے بنوادئے ہیں جس سے ایکدرجہ دوکانیں بلند ہوگئی ہیں پہلے ان دوکانوں کے دروں میں ہوکر دولتخانہ شاہی تک راستہ تھا جب بیگمات شاہی زیارت درگاہ شریف کو آئیں تو دوکانوں میں پردے ڈالکر دوکا اندر باہر جاتے اور وہ اندر ہی اندر پیادہ پا چلی آتیں اور اسیطرح واپس چلی جاتیں

درگاہ برہان الدین قتالؒ

درگاہ بازار میں پھول محل کے گوشۂ شمال اور مشرق کیطرف واقع ہے محوطہ کے اندر ایک گنبد چونہ کاری کا بنا ہوا ہے اسمیں حضرت برہان الدین قتالؒ اور آنکی زوجہ محترمہ مدفون ہیں آپکا عرس شریف ۱۲۔ رجب کو ہوتا ہے۔ قریب گنبد ایک کنواں سنگ سرخ کا بنا ہوا ہے جنوب کیطرف ایک دالان شکستہ پڑا ہے۔ چونکہ آپ کا مزار عطر سازوں کے محلہ کے قریب ہے اس سبب سے جو عطر ساز نیا عطر بناتا ہے وہ پہلے آپ کے مزار پر چڑھاتا ہے اسلئے آپ کا مزار ہر وقت مہکا رہتا ہے۔

ڈھائی دن کی مسجد یا ڈھائی دن کا جھونپڑا

کسی زمانہ میں راجہ اندر سین نے شہر اندر کوٹ میں یہ بتخانہ بنایا تھا۔ اسمیں صدہا مورتیں اور قسم قسم کے جانوروں کی صورتیں پتھر سے تراشی ہوئی رکھی تھیں جب ۵۹۵ھ میں سلطان شہاب الدین غوری اجمیر آئے تو اس بتکدہ کو خداکدہ بنادیا۔ بتوں کی صورتیں مسخ کردیں۔ غربی دیوار کے وسط میں ایک سنگ مرمر کی محراب بنواکر اسمیں تاریخ بنایہ لکھوائی "بناقی الحادی والعشرین جماد الآخر سنہ خمس وتسعین وخمسمائۃ (اور دیوار غربی میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی "بناقی تولیت ابوبکر بن احمد جمال بفعلہ تاریخ ذی الحجہ سنہ ستہ وتسعین وخمسمائۃ") پھر عہد شاہ شمس الدین میں یہ بتکدہ بالکل تبدیل ہوگیا اور ۶۱۴ھ میں سنگ سرخ کی مسجد تیار کیگئی دو طرف تین تین برجیاں بیچ میں بڑا گنبد قائم کیا گیا اور محراب وسطی کے بازوؤں پر دو مینار سنگ سرخ کے بنوائے طول اُس کا ۲۰۰ گز اور عرض بھی مع صحن کے اتنا ہی ہے بیچ کی محراب ۵۶ فٹ بلند ہے۔ محیط کی دیواریں ۳۵ فیٹ اونچی ہیں۔ صحن کے آگے دو وضو

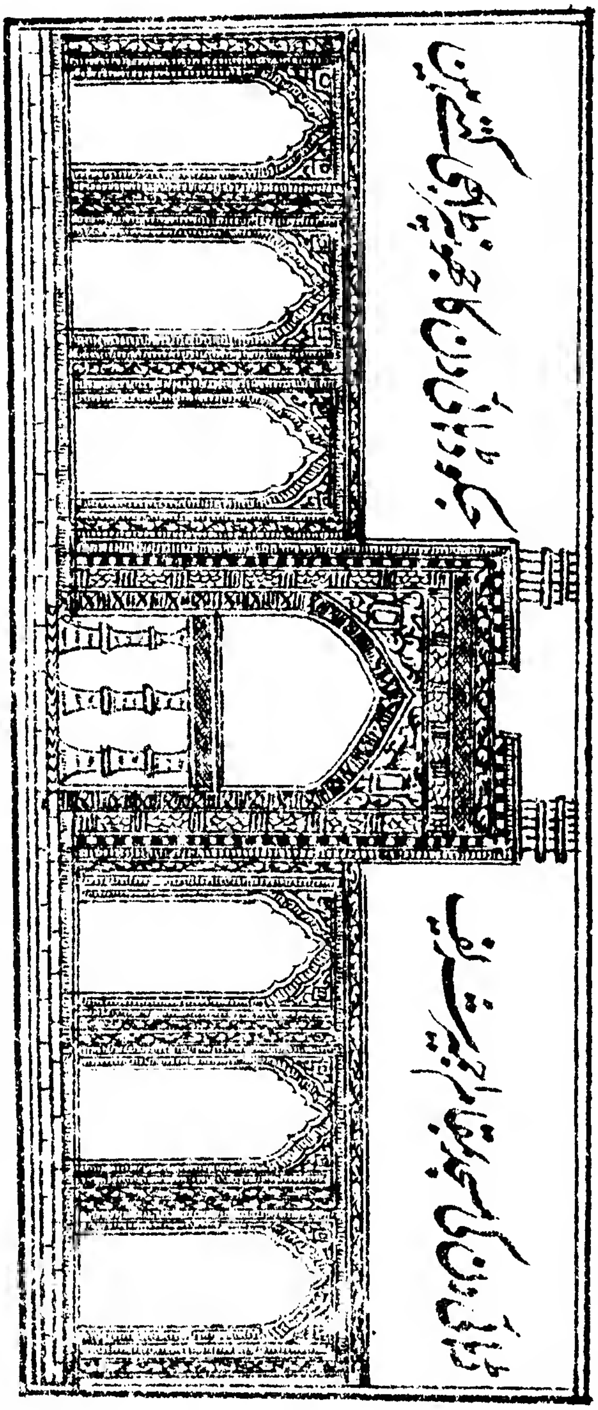
ڈہائی دن کی مسجد بمقام اجمیر شریف
جسکو ڈہائی دن کا جھونپڑا بھی کہتے ہین

آمد رفت کیلئے بنے ہوئے ہیں۔ محمد عارض کے اہتمام سے علی احمد معمار نے اس مسجد کو تعمیر کیا ہے پھر سرکار دولتمدار کی طرف سے ۱۲۹۳ھ میں بصرف زر کثیر اسکی مرمت ہوئی۔ اس مسجد کی دائیں محراب پر سورہ انا فتحنا اور سن تعمیر اور بائیں محراب پر سورہ تبارک اور وسطی محراب پر یہ کتبہ بخط طغرائے جلی کندہ ہے۔

"امر بہذہ العمارت السلطان العادل المعظم والخاقان الاعظم ملک الترک شہنشاہ الاعظم مالک رقاب الامم مولی ملوک العرب الترک والعجم ظل اللہ فی العالم شمس الدنیا والدین غیاث الاسلام والمسلمین تاج الملوک والسلاطین قامع الکفرۃ والملحدین قاہر الظلمۃ والمشرکین ناصر الاسلام علاء الدولۃ القاہرۃ والملۃ الباہرۃ مالک البر والبحر سلطان الشرق المؤید من السماء المظفر علی الاعداء ابی المظفر التمش السلطان معشر خلیفۃ اللہ ناصر امیر المومنین اعلی اللہ فی کل شانہ واظہر فی کل ساعۃ بزمانہ واکتبہ فی العشرین مع ربیع الآخرین"۔

اس مسجد کے نام کے متعلق بہت سی بے سر و پا روایتیں مشہور ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں بعد تعمیر مسجد اکثر فقرا آ کر ٹھیرتے تھے اور ایک دو روز ٹھیر کر پھر روانہ ہو جاتے تھے اس لئے اسے ڈھائی دن کا جھونپڑا کہتے ہیں۔ ورنہ دراصل یہ مسجد سلطان شمس الدین التمش کی ہے۔ مورتیں اب بھی مسجد کے ایک پہلو پر چنی ہوئی رکھی ہیں جنکی مسخ شدہ صورتیں دیکھ دیکھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔

مسجد سید محمد عہد عالمگیر میں یہ مسجد درگاہ بازار کی دوکانوں کی چھتوں پر سید محمد نے بنوائی تھی۔ جو کتبے اسکی محراب اور طاق مسجد پر کندہ ہیں وہ اسکے معلوم نہیں ہوتے شاید کہیں اور سے لا کر لگائے گئے ہیں اس لئے اُن کا درج کرنا فضول ہے۔

مسجد میا بائی یہ مسجد درگاہ بازار کے وسط میں شرق رویہ دوکانوں سے ملحق ہے اور سنگ سرخ سے بنائی گئی ہے۔ اسکے پانچ عالیشان دروازے ہیں۔ اندر صندلہ ہے اور فرش سنگین ہے مسجد کے صحن میں جانب شمال ایک پختہ کنواں ہے اور جانب جنوب حجرے بنے ہوئے ہیں ۱۱۵۳ھ میں میا بائی نے اسکو تعمیر کرایا۔

مسجد شاہجہانی

درگاہ بازار کے شمال میں فصیل شہر اور دہلی دروازہ سے متصل یہ مسجد سنگ سرخ سے بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کے تین در ہیں پہلو میں حجرے بنے ہوئے ہیں۔ یہ مسجد زمانہ شاہجہاں کی عمارتوں سے بالکل مشابہ ہے اور اُسی عہد کی یادگار ہے۔

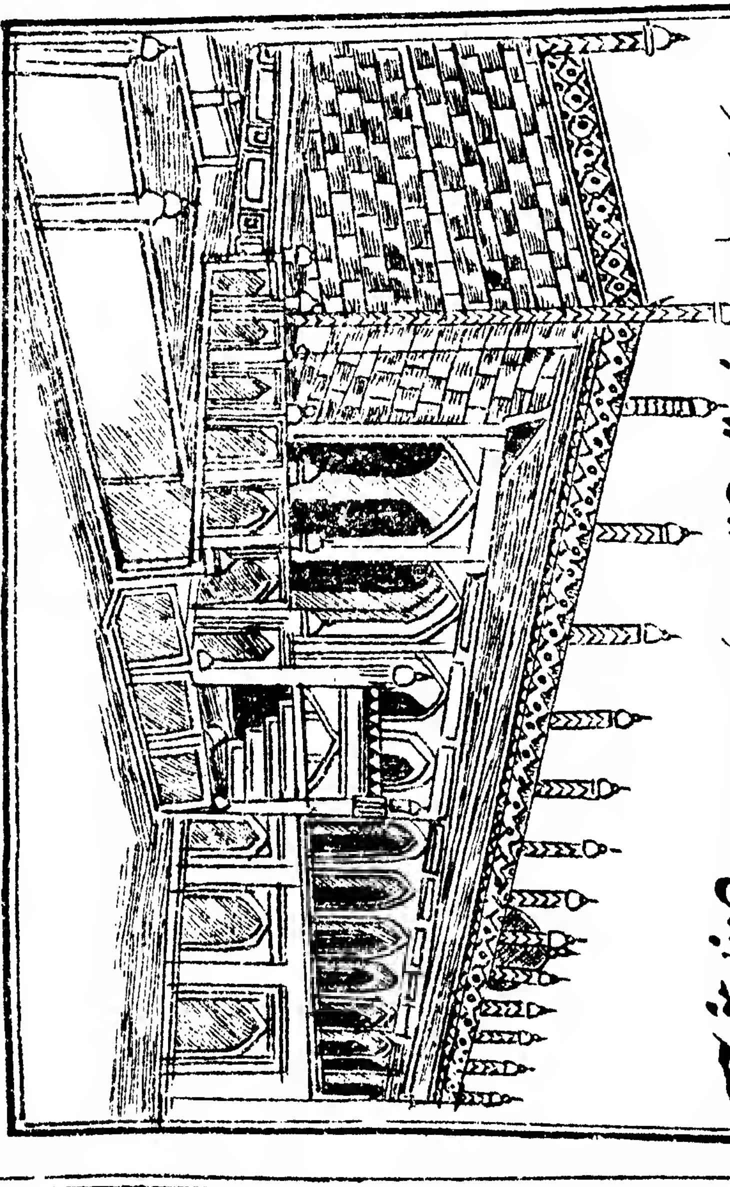

نقشہ مسجد شاہجہانی اندرون درگاہ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی مقام اجمیر شریف

منفصلات درگاہ شریف

مقامات متعلقہ شہر اجمیر شریف (بہ ترتیب حروف تہجی)

تاراگڈھ

یہ ایک بہت بڑا قلعہ ہے جو اجمیر شریف کے جنوب میں پہاڑوں پر واقع ہے۔ اور راجہ ہتھورا نے اسے بنوایا ہے۔ یہ زمین سے آٹھ سو فیٹ بلند ہے۔ اسے بٹھلگڈھ بھی کہتے ہیں یہ قلعہ سنگ سرخ سے بکمال استحکام بنایا گیا ہے۔ ۹۵ھ میں ولید بن عبدالملک مروانی بادشاہ شام و عرب نے جب ہندوستان پر حملہ کیا اور تمام سندھ میں عمل کر لیا تو سپہ سالار افواج محمد بن قاسم نے بعد فتح سندھ اجمیر پر چڑھائی کی اسوقت دولھا راٹے نے مقابلہ کیا اور مع اپنے فرزند کے مارا گیا۔ اور یہ قلعہ اوّل صدی ہجری میں فتح ہو گیا۔ اب یہاں انگریزی فوج رہتی ہے۔

تالاب بیسلہ اجمیر کے شرقی حصہ میں ریلوے اسٹیشن کے قریب یہ تالاب واقع ہے اسے بیسل دیو نے بنایا تھا۔ پہلے اسکے چاروں طرف تبخانے تھے جنہیں سلطان محمود غزنوی نے مسمار کرڈالا اس تالاب میں چند پتلیاں ایسی بنائی گئی تھیں کہ جب پانی اُن کے منہ تک پہنچے تو فوارا چھوٹنے لگے یہ پتلیاں مرہٹوں کی عملداری تک موجود تھیں۔ لیکن اب کوئی باقی نہیں وسط تالاب میں دو ٹیلے تھے جن پر جہانگیر بادشاہ نے مکانات بنوائے تھے تالاب کا فرش سنگین تھا۔ لیکن اب نہ وہ فرش ہے نہ مکانات صرف تالاب باقی ہے۔ جو بیضوی شکل کا ہے۔ برسات میں اکثر پانی بھر جاتا ہے اور باقی دنوں میں خشک پڑا رہتا ہے۔

نقشہ تالاب بیسلہ بمقام اجمیر شریف

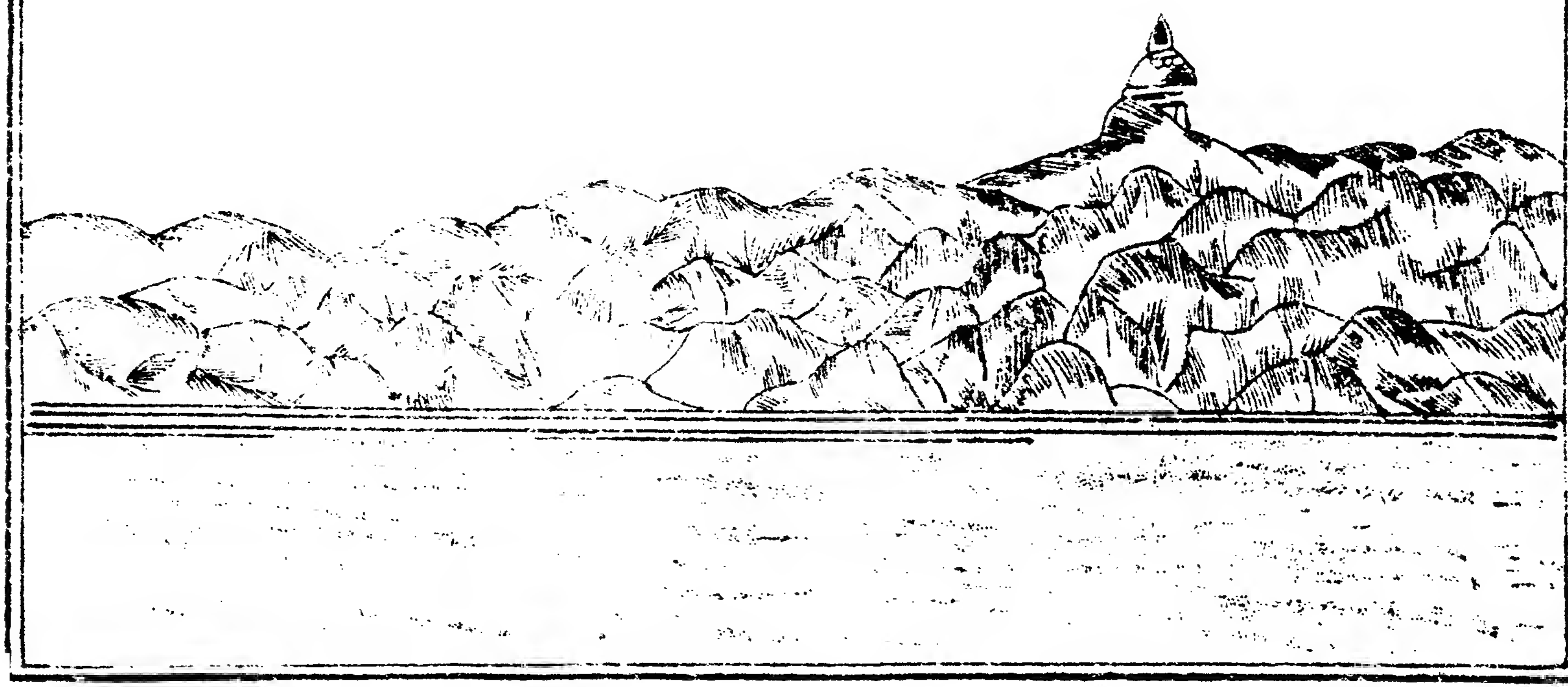

تالاب پُشکر

یہ تالاب بیضوی شکل کا بنا ہوا ہی جسے جھکرا اور پوکر بھی کہتے ہیں اجمیر سی تین کوس کے فاصلہ پر جانب غرب واقع ہے۔ یہاں مندر وغیرہ بنے ہوئے ہیں۔ اور پشکر ہندوں کا ایک تیرتھ گاہ ہے۔ اس تالاب کے شمال میں پہاڑ رتناگر جنوب میں نیلگری مشرق میں کٹ کاکتر اور مغرب میں سوناگور واقع ہی۔ چاروں طرف گھاٹ بنے ہوئے ہیں۔ اس تالاب کے جنوبی کناروں پر اکبر بادشاہ نے ایک محل بنوایا تھا جس کے اب صرف نشانات باقی ہیں۔ اور عالمگیر نے ایک بڑے مندر کو توڑکر یہاں ایک وسیع مسجد سنگ سُرخ کی بنوائی تھی۔ مسجد اب تک باقی ہے۔ تالاب ۱۲ گز گہرا اور ڈیڑھ کوس مدور ہے یہاں سالانہ ایک میلہ ہوتا ہے جسمیں گھوڑے اونٹ بیل وغیرہ فروخت ہوتے ہیں۔ یہاں سب سے بڑی عمارت برھما کا مندر ہی جس کو گوکل پارکھ خزانچی مہاراجہ سندھیا نے ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ صرف کرکے بنوایا ہے۔

تالاب آناساگر

اس تالاب کو بنے ہوئے قریبًا آٹھ سو برس ہوگئے۔ آنا دیوتے اسکا بند بندھوا کر اپنے نام سے نامزد کیا تھا۔ موسم بارش میں اسکا دور چھ میل سے زیادہ ہوجاتا ہی طول چھ سو گز اور عرض سو گز ہے۔ اسکے مشرقی اور جنوبی کنارہ پر بہت عمدہ گھاٹ اور باغ بنے ہوئے ہیں جو سمت ۱۹۰۵ میں بزمانہ قحط بنے تھے۔

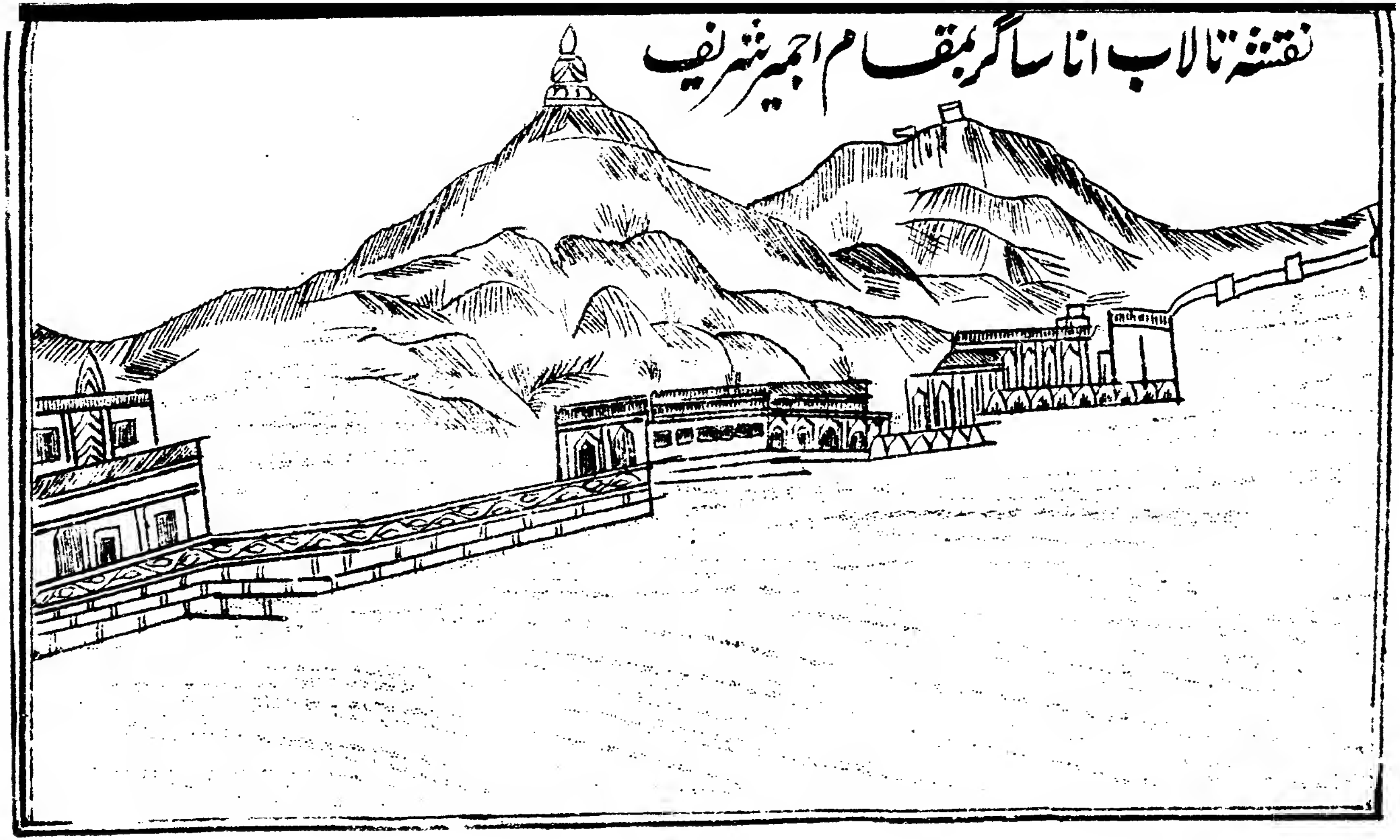
نقشہ تالاب انا ساگر بمقام اجمیر شریف

چلّہ بی بی حافظ جمال

تارا گڈھ سے جانب شرق پہاڑوں میں یہ مقام بنا ہوا ہے جہاں دختر حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے چلّہ کشی کی تھی۔ ہر سال ۱۹۔ رجب کو یہاں میلہ ہوتا ہے۔ اعتکاف و عبادت کے لئے نہایت یکسو مقام ہے۔

چلّہ پیران پیر دستگیر

ایک شخص سید سونڈا بغداد شریف جا کر حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر محی الدین جیلانیؒ کے مزار اقدس کی اینٹ لے آیا تھا۔ اور وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں تو میری قبر کے تعویذ میں اس اینٹ کو رکھدینا۔ وہ اینٹ اس قبر میں چنی ہوئی ہے۔ ورنہ پیران پیر دستگیرؒ نے یہاں چلّہ کشی ہرگز نہیں کی ہے۔ پہلے نواب جمشید خاں مرحوم نے جو نواب امیر خاں مرحوم والیٔ ٹونک کے مصاحبین میں سے تھے دالان در دالان بنوایا۔ پھر شیخ اصغر علی متولی چلّہ نے گنبد مسجد اور صحن پختہ بنوایا۔ پھر حکیم ارشاد علی جاگیردار اور متولی چلّہ نے قریب دروازہ ایک پختہ گہرا حوض بنوایا اور پہلو میں دالان بنوائے۔ ہر جمعرات کو یہاں روشنی ہوتی ہے۔ اور ۹۔ ربیع الآخر سے گیارہ تک میلہ ہوتا ہے۔ یہاں سے سارا اجمیر بخوبی نظر آجاتا ہے۔

چلّہ سالار غازیؒ

سالار غازی سالار ساہو کے بیٹے تھے جن کو سلطان محمود غزنوی کی بہن بیاہی تھیں جب سن تمیز کو پہنچے سدا بہار پہاڑی کی چوٹی پر معتکف ہوگئے یہیں گنبد میں سنگ سرخ کا ایک چبوترہ بنا ہوا ہے اور سنگ مرمر کی قبر ہے جس کے سرہانے ایک سنگ مرمر کی چوکی رکھی ہوئی ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ اس مزار میں کون بزرگ مدفون ہیں۔

چلّہ خواجہ غریب نوازؒ

یہ چلّہ بھی سدابہار پہاڑی پر نہایت خوشنما بنا ہوا ہے پہلے پہل خواجہؒ صاحب نے یہیں گوشہ نشینی کی تھی۔ یہاں پر ایک گنبد بنا ہوا ہے جسمیں ایک تخت سنگین رکھا ہوا ہے جس پر بیٹھکر آپ یادِ خدا میں مصروف رہا کرتے تھے ۱۰۳۷ھ میں مہابت خاں صوبہ دار اجمیر کے نشقدار دولت خاں نے چلّہ کے سامنے ایک محوطہ سنگین بنایا دروازہ پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

بہ زمانِ شہِ رفیع القدر	حامیٔ شرع دین شہاب الدین
رونقِ عدل وجود داد چناں	کہ بناز داز وزمان وزمین
گشت والیؔ صوبۂ اجمیر	خان خاناں بعزت وتمکین
پاک دیں پاکباز دولت خاں	بود شقدار او بہ رسم امین
ساختہ ایں مکانِ چلّہ چشت	تابود یادگارِ او بہ زمین
سالِ تاریخ طالبی گفتہ	سی وہفت وہزار بودنئین

چلّہ قطب صاحبؒ

اسی پہاڑ کے شرق میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کا چلّہ بنا ہوا ہے جب اجمیر شریف آتے اس جگہ مصروف عبادت رہتے۔ مولانا شمس الدین مرید مولوی فخر الدین صاحب دہلوی نے ۱۱۹۰ھ میں تین در کی ایک مسجد پختہ یہاں بنوائی جس کا گنبد للاؤ کا بنا ہوا ہے۔ کتبہ جو کندہ ہے وہ محو سا ہو گیا ہے صرف یہ ایک شعر بدقت پڑھا جاتا ہے ؎

از پے تاریخ سالش ہاتف از رہ نوید	داد پاسخ گو مؤرخ ذکر ہو رب مجید

چلّہ کے نیچے صحن کے دوسرے درجہ میں محمد شاہ خاں صاحب نواب امیر خاں والیٔ ٹونک

کی قبر ہے۔ محوطہ کے غرب میں پانچ در کی ایک مسجد بنی ہوئی ہے جو محمود خاں نائب محمد شاہ خاں نے سنہ ۱۲۳۹ھ میں تعمیر کی۔ سنگ مرمر کی لوح میں یہ کتبہ کندہ ہے ؎

بناکرد محمود عالی نگاہ ۔۔۔ مزارِ محمد شہِ دین پناہ

ز تاریخ تعمیر گو ید لطیف ۔۔۔ زہے مقبرہ مسجد و خانقاہ

۱۲۔ ربیع الاوّل سے ۱۴ تک یہاں میلہ ہوتا ہے۔

چلّہ شاہ مدار

یہ چلّہ اجمیر شریف کے مشرقی پہاڑ پر واقع ہے۔ جہاں حضرت سید بدیع الدین مکن پوری عرف شاہ مدارؒ کا چلّہ بنا ہوا ہے اس کی اونچائی تخمیناً سات سو فیٹ ہے۔ گنبد پختہ اور آگے پانی کا حوض بنا ہوا ہے۔ حوض کے آگے ایک چھتری جمن جتی کی جو حضرت شاہ مدار کے مریدوں میں سے تھا بنی ہوئی ہے۔ ۱۸۔ جمادی الاوّل کو یہاں میلہ ہوتا ہے مدار صاحب کا مزار مکن پور میں ہے اور یہ قصبہ آپ کے نام سے میراں کی سرائے کہلاتا ہے۔

دولت خانہ اکبر بادشاہ

یہ محل سنہ ۹۷۸ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے بنوایا تھا۔ اجمیر کی فصیل شہر کے مشرقی حصہ سے ملحق ہے اور یہ بھی بذاتِ خود ایک چھوٹا سا قلعہ ہے۔ چار دیواری میں چار برج ہیں اور ہر برج میں ایک ایوان۔ محل کا صدر دروازہ غرب رویہ ہے اور اسکے آگے ایک وسیع صحن ہے جہاں کسی زمانہ میں باغ تھا۔ مرہٹوں کے زمانہ میں یہاں صوبہ رہتا تھا اور سنہ ۱۸۵۷ء سے پہلے یہ مقام برٹش گورنمنٹ نے بطور میگزین منتخب کیا تھا لیکن اب صرف سرکاری دفتر تحصیل اور عملہ پولیس وہاں رہتا ہے۔ اور ایک ایوان میں مجسٹریٹ صاحب کی عدالت ہے۔

دولت خانہ شاہجہانی

شاہجہاں بادشاہ نے یہ عمارت لبِ آنا ساگر شرقی باندھ پر سنگ مرمر سے نہایت نفیس بنوائی تھی۔ اس میں ایوان و مکان نہایت قرینہ سے بنے ہوئے ہیں۔ وسط میں بارہ دری ہے۔ مرہٹوں کے زمانہ میں اس دولت کدہ پر خزاں آئی۔ ایوان وسطی کے سامنے ایک سنگ مرمر کا حمام بنا ہوا ہے۔ یہ تعمیر بادشاہ نے قبل جلوس تکمیل کو پہنچا دی تھی۔

دولت باغ

اس دولت خانہ کا پائیں باغ اب دولت باغ کے نام سے مشہور ہے۔ نہایت پُر فضا اور سر سبز رہتا ہے۔ وسط میں حوض اور بنگلے بنے ہوئے ہیں۔ سیر و تفریح کیلئے نہایت اچھی جگہ ہے۔ اب برٹش گورنمنٹ کے عہد میں سڑکیں اور دروازے نئے بنائے گئے ہیں جو نہایت موزوں معلوم ہوتے ہیں۔

درگاہ میراں سید حسین خنگ سوارؒ

آپ خواجہ صاحبؒ کے خسر ہیں۔ نہایت متقی اور صوفی منش بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب جناب امام حسین علیہ السّلام تک پہنچتا ہے۔ آپ بزمانۂ شہاب الدین غوری افسر فوج تھے۔ اور قطب الدین ایبک نے آپ کو اجمیر شریف کا قلعہ دار مقرر کرکے بھیجا تھا۔ قطب الدین ایبک کے انتقال کی خبر جب عام ہوئی تو رائے پتھورا کے علاقہ داروں نے ایک جماعت کثیر سے شبخون کیا۔ آپ اُس وقت بہت کم لوگوں کے ساتھ قلعہ میں موجود تھے۔ اور اکثر فوجی لوگ تحصیل زر کے لئے پرگنوں میں متفرق تھے۔ آخر ۱۷۔ رجب ۵۹۸ھ میں آپ شہید ہوئے آپ کی تاریخ وفات ''ماہتاب

ملک ہند ہے۔ صبح کے وقت حضرت خواجہ صاحبؒ نے آپ کو مع دیگر شہدا کے قلعہ پر دفن کر دیا پہلے آپ کا مزار خام تھا۔ لیکن ۱۰۲۴ھ میں اعتبار خاں خواجہ سرا نے جو اکبر کے عہد میں منصب دو ہزاری اور جہانگیر کے عہد میں منصب شش ہزاری ذاتی اور پانچ ہزار سوار رکھتا تھا۔ اور بخطاب ممتاز خاں ممتاز و سرفراز تھا۔ آپ کے مزار پر عمارت بنوائی جس پر زرین کلس ہے۔ جنوب رویہ کھڑکی پر یہ اشعار کندہ ہیں ؎

شاہنشہ زمانہ جہانگیر بادشاہ ۔۔۔ کاندر زمانِ او شدہ آسودہ دل جہاں
سال دہم بہ عہد جلوس مبارکش ۔۔۔ شد فتح ملک رانا ازاں شاہ کامراں
وقتیکہ اندر اجمیر آں شاہ گنج بخش ۔۔۔ بر تختِ زر نشستہ بد از فتح شادماں
بود از ہزار افزوں بست و چہار سال ۔۔۔ گیتی ز عدل و داد شن چوں روضۂ جناں
در روضۂ مقدس سید حسینؒ کرد ۔۔۔ ایں پنج رہ ز صدق و صفا اعتبار خاں

آپ کا مزار بھی زرین غلافوں سے ڈھکا رہتا ہے۔ کٹہرے میں سنہری چوکھٹے ہیں جن میں آئینے جڑے ہوئے ہیں۔ روضۂ شریف کے غرب میں راؤ سندھیا نے ایک سات در کا نہایت خوش وضع دالان ۱۲۲۷ھ میں بنوایا ہے۔ فرش محراب و ستون سنگ مرمر کے ہیں اور غربی محراب کی دیوار پر یہ کتبہ کندہ ہے **قطعہ**

معدنِ نور منبع اسرار ۔۔۔ ہست درگاہِ شاہ خنگ سوار
ساخت دالاں کہ ہست شانِ ثبت ۔۔۔ راؤ کما نجے سیندھیہ بوقار

ھ ۱۲ ۲۷

اور اختتام تعمیر کی یہ تاریخ کندہ ہے۔

کما نجے راؤ چوں کردہ بنائے ۔۔۔ مکانِ پر فضا بر کوہ محکم
پئے تاریخ جستم گفت ہاتف ۔۔۔ احاطش تا قیامت باد قائم

اِس دالان سے ملحق روضہ کے شمال میں ایک اور دالان ۱۲۲۳؁ھ میں بالا راؤ انگلہ نے بنوایا۔ بیچ کی محراب پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

از بشارت سید الشہدا حسین خنگ سوار	کرد دالان راؤ بالا انگلہ پیش شمار
یک ہزار و دو صد فزوں برازیں کن نسبت	سال ہجرت "خانہ بیت العدن" آمد شمار

روضہ کی چار دیواری کے دو دروازے ہیں ایک شرق رویہ دوسرا جنوب رویہ۔ دروازہ مشرقی پرانی تعمیر ہے اور جنوبی دروازہ سنگ مرمر سے نیا بنا ہے جس پر یہ تاریخ کندہ ہے۔

شہسوار ملک دنیا شاہباز ملک دین	قاتل کفار آں سید حسین مہ جبیں
منبع جود و سخا کانِ فتوت و اتقا	واقف سر ہدا آں مجبط نورِ معین
سرور سر دو جہاں مشکل کشائے انس و جاں	مغفر کون و مکاں آں حاکم دنیا و دین
خانقاہش پر عرق از عطر جنت ہر طرف	مرقدش بردہ شرف چوں طور بر کوہ زمیں
فرش دروازہ ببیں از سنگ مرمر شد مزیں	شد مرتب بر زمیں بر صفحہ اش در ثمین
از پئے تاریخ چوں کردم سوال از عقل کل	گفت جو تاریخ او از "روضۂ سلطان دین" ۱۲ ۲۵

درجہ دوم میں خنگ گھوڑے کی قبر ہے۔ غربی دوسرے درجہ میں مسجد ہے۔ جس کا طول جو بیس گز عرض پانچ گز ہے۔ درجہ سوم میں بھی بڑے بڑے دالان بنے ہوئے ہیں مغرب میں ایک مسجد قدیم بنی ہوئی ہے اور پانی کا حوض بنا ہوا ہے۔ شمال میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے زمانہ کا نقار خانہ بنا ہوا ہے۔ چونسٹھ فیٹ بلند اور سترہ فیٹ چوڑا ایک بلند دروازہ ہے جسکو اسمٰعیل قلی خاں صوبہ اجمیر نے ۹۷۶؁ھ میں سنگ سرخ سے بنوایا تھا۔ دروازہ میں سنگ مرمر کا فرش ہے اور لوح میں یہ قطعہ کندہ ہے۔

بعہدِ بادشاہِ آسماں قدر	پناہِ ملک و ملت ظلِ یزداں

جلال الدین محمد اکبر آں شاہ | کہ دارد نگین ملک سلیماں
بدیں درگہ کہ ہمچو کعبہ آمد | سوادش عین نور و نور ایماں
بنا فرمود ایں ایوانِ عالی | کریم الذات اسمٰعیل قلی خاں
ز "کاخ دلکشا" تاریخ اتمام | اگر خواہد کسے می یابد آساں

کتبہ الراجی درویش محمد الحاجی المشتہر بہ مزی۔

بلند دروازہ کے نیچے متعدد دالان ہیں اور ایک مسجد بنی ہوئی ہے۔ صحن میں شہداء کے مزار بنے ہوئے ہیں۔ دروازہ شمال کے پاس دو آہنی دیگیں ہیں۔ ایک دیگ نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ نے بنوائی ہے۔ اور دوسری ملا مداری نے۔ اور قطعہ تاریخ دیگ پر کندہ ہے

صرف زر ملا مداری کرد در تعمیر دیگ | بادنامش در جہاں روشن بمثلِ آفتاب
بخت در مہنہ اسکے چندش نمودہ اہتمام | گفت ہاتف سالِ تاریخش جہاں شد فیضیاب

لیکن یہی تاریخ اُس دیگ پر بھی کندہ ہے جو خواجہ صاحبؒ کی درگاہ میں چڑھی ہوئی ہے غالباً دونوں دیگیں ایک ہی زمانہ میں اور ایک ہی شخص کے اہتمام سے بنی ہونگی۔

حضرت سید حسینؒ کا عُرس ۱۶۔ رجب سے ۱۸۔ رجب تک ہر سال ہوتا ہے جو لوگ عرس خواجہ صاحبؒ میں شریک ہوتے ہیں وہ اس عرس کیلئے ٹھیر جاتے ہیں۔ اور اسے اوپر کا میلہ کہتے ہیں۔ عُرس کے دن مزار کے گرد سہروں کلاوہ لپیٹ دیا جاتا ہے جسے ہندو لوٹتے ہیں۔ اُس وقت عجب رقت طاری ہوتی ہے وہ لوٹ کر بھاگتے ہیں اور مسلمان اُنہیں زدوکوب کرتے ہیں اور کلاوہ چھیننے کی کوشش کرتے ہیں۔ خدام درگاہ کا مذہب امامیہ ہے۔

ڈگی یہ ڈگی اجمیر کے جنوب میں فصیل شہر کے باہر کرنیل ڈکسن صاحب بہادر سابق کمشنر اجمیر نے سنہ ۱۲۸۰ھ میں بنوائی ہے اسکے چاروں طرف مکانات ہیں جنمیں ڈگی کیطرف جھروکے

نکال دئے گئے ہیں۔ اس کے تین دروازے ہیں۔ اسمیں ایک گؤمکھ لگا ہوا ہے۔ جس کا سلسلہ سیسہ کان سے مل گیا ہے اور جب زمانہ خشک سالی میں ڈگی خالی ہوجاتی ہے تو کان سے پانی لے لیتے ہیں۔ گرد و نواح کے رہنے والوں کو اس سے بہت زیادہ آرام ملتا ہے۔

سہیلی بازار دولت خانۂ شاہجہاں کے بائیں باغ یعنی دولت باغ کے قریب یہ بازار چمیلی کا بنایا ہوا ہے جو زمانہ اکبر بادشاہ میں سہیلی تھی دورویہ لداؤ کی دوکانیں بنی ہوئی ہیں نہروں اور باغوں کے کچھ نشانات باقی ہیں۔

سدا بہار پہاڑی یہ پہاڑی تالاب آنا ساگر کے شرق میں اور دولت باغ کے جنوب میں واقع ہے اور اسپر متعدد مقبرے بنے ہوئے ہیں جن کا ذکر مسلسل کہیں آچکا ہے۔

سوت برج مالدیو راٹھور راجہ جودھپور نے یہ ایک چرخ بنوایا تھا جس سے چشمہ کا پانی قلعہ میں جاتا تھا۔ اِس بُرج کے ۲ تین درجے ابتک قایم ہیں۔ لیکن پانی اب نہیں جاتا بعض لوگ اسے روٹھی رانی کا محل بھی کہتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ یہ بُرج نورالدین جہانگیر کے محل سے بہت قریب واقع ہے۔

سورج کُنڈ یہ کُنڈ بھی کرنیل ڈکسن صاحب بہادر نے ۱۸۵۴ء میں بیرون مدار دروازہ بنوایا تھا۔ کنڈ کے چاروں طرف بارہ دریاں بنی ہوئی ہیں۔ غرب میں سنگ مرمر کا دروازہ ہے اور ایک دروازہ شمال میں بھی ہے۔ پہلے کبھی اس کنڈ میں پانی رہتا ہوگا اب تو بھروا دیا گیا ہے۔

سیسہ کان شہر پناہ اجمیر کے قریب ڈگی کے مغرب میں جس پہاڑ پہ پیر صاحب کا چلہ ہے اسکے نیچے یہ کان بڑی دور تک چلی گئی ہے۔ اندر جگہ جگہ کنوئیں اور باڑیاں بنی ہوئی ہیں۔ جیٹھ بیساکھ کے مہینوں میں کان میں سخت سردی ہوتی ہے لوگ اکثر دروازہ کے

قریب جا جا کر بیٹھتے ہیں اور اکثر چاندنی میں کنوئیں تک چلے جاتے ہیں کسی زمانہ میں اس کان سے بہت زیادہ سیسہ نکلتا تھا مگراب نہیں نکلتا۔

عیدگاہ عیدگاہ اجمیر شریف کے مشرقی شمالی حصّہ میں واقع ہے۔ نواب میرزا چمن بیگ ابن میرزا عادل بیگ نے ۱۰۸۰ھ میں اسے بنوایا۔ طول ۱۳۰ گز اور عرض ۴۰ گز ہے۔ شرق رویہ پانچ دروازے ہیں۔ پیش عیدگاہ بہت بڑی زمین پڑی ہوئی ہے محراب وسطی میں یہ قطعہ کندہ ہے

شہ ملک توحید خواجہ معین — جبیں بر درش سود عرش بریں
زفیضش شدہ فرو زیب جہاں — یگانہ زماں فخر دین متیں
زلطف وکرم آں ولیّ الٰہ — شدہ شمس دیں نور شرع مبین
زعونش بنا کرد ایں عیدگاہ — چمن بیگ از روئے صدق ویقین
بتاریخ سالش خرد ایں بگفت — شد آراستہ معبد اہل دیں

فصیل شہر پندرھویں سال جلوس اور ۹۷۷ھ میں جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کے محل میں شہزادہ مراد پیدا ہوئے۔ اور بادشاہ اس مرادمیں کامیاب ہوکر ۲۲۔ ربیع الثانی کو بار چہارم اجمیر شریف آئے اور فصیل شہر بننے کا حکم دیدیا۔ چنانچہ پتھر اور چونہ سے ایک دیوار بمنزل حصار شہر کے اردگرد کھینچی گئی۔ جس کا دور چار ہزار سینتالیس گز تھا۔ اب یہ فصیل اکثر مقامات پر شکستہ ہوگئی ہے لیکن کہیں کہیں باقی بھی ہے۔

فیل سنگ شہر پناہ کے باہر دولتخانۂ اکبر کے قریب (جو آجکل میگزین مشہور ہے) جو سڑک حوالی شہر کی ہے اُسکے کنارے ایک پیپل کے درخت کے نیچے ایک پتھر کا ہاتھی بنا ہوا ہے جس کو لوگ بھیروں جی کہتے ہیں۔ یہ ہاتھی سنگ خارا کا بنا ہوا ہے اس کی سونڈ اور کان ٹوٹے ہوئے ہیں۔ یہ ہاتھی عہد محمد جہانگیر بادشاہ میں کسی بڑے پتھر کو تراش کر

بنایا گیا تھا ہاتھی کے پہلوئے راست پر یہ شعر کندہ ہے۔

تاریخ فیل سنگ شد از حکمت الہٰ　　　　این کوہ پارہ فیل جہانگیر بادشاہ

فائی ساگر یہ تالاب شہر کے مغرب میں ۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ میونسپل کمیٹی نے ۱۸۹۰ء میں اسے بنایا ہے۔ مہتمم تعمیر مسٹر فائی ایگزیکٹیو انجنیر تھے۔ اس لئے اُن کے نام سے موسوم ہو گیا۔ یہاں سے تمام شہر میں نلوں کے ذریعہ سے پانی پہنچایا جاتا ہے۔ اسکی لاگت تخمیناً ایک لاکھ پچیس ہزار روپیہ ہے۔ لبِ تالاب ایک کاٹ کا بنگلہ بنایا گیا ہے جو کنارے سے سطح آب تک چلا گیا ہے۔ اِدھر اُدھر باغ لگائے گئے ہیں غرضکہ سیر و تفریح کیلئے بھی یہ مقام نہایت روح افزا ہے۔

کوہ اربلی اسی پہاڑ کے دامن میں اجمیر شریف آباد ہے۔ ہندی کتابوں میں اس کا نام اربلی پربت لکھا ہے اور انگریزی میں اراؤلی کہتے ہیں۔ یہ پہاڑ اجمیر کے چاروں طرف محیط ہے اور اسکا سلسلہ ہندوستان میں دور تک چلا گیا ہے۔ آنا ساگر کے مغربی حصّہ میں اسی پہاڑ کا ایک حصّہ ناگ پہاڑ کے نام سے مشہور ہے یہاں کی لکڑی اچھی ہوتی ہے۔ سیاحین کو پاس لینا پڑتا ہے۔ لیکن یہاں موذی جانوروں کا ہر وقت خوف لگا رہتا ہے۔ اکثر درویش اس پہاڑ میں معتکف نظر آتے ہیں۔

گنج شہدا درگاہ میراں سید حسینؒ کے جنوب میں یہ گنج شہدا بنا ہوا ہے جہاں لاتعداد مزارات بنے ہوئے ہیں ۱۰۲۲ھ میں وزیر خاں کلاں نے جو جہانگیر بادشاہ کے امیروں میں سے تھا ان مزاروں کے اردگرد ایک چار دیواری کھچوا دی ہے کہتے ہیں کہ یہاں جو قبریں بنی ہوئی ہیں اُن کو باوجود کوشش کے آج تک کوئی گن نہیں سکا ہے بیچ میں ایک گنبد ہے اور اُس میں بھی ایک مزار بنا ہوا ہے۔

گھنٹہ گھر اسے جوبلی ٹاور بھی کہتے ہیں۔ یہ مینار ۱۸۸۷ء میں بیادگار جوبلی ملکہ معظمہ مرحومہ سنگِ مرمر اور سنگِ سرخ سے اسٹیشن کے مقابلہ میں بنایا گیا ہے۔ بالائی حصہ میں بڑی بڑی چار گھڑیاں لگی ہیں جو دور سے نظر آتی ہیں۔ اسکی تعمیر میں تخمیناً دس ہزار روپیہ صرف ہوا

گنبد شادی دیو سدا بہار پہاڑی پر یہ ایک گنبد بنا ہوا ہے۔ اسمیں ایک بہت بڑا پتھر تراشا ہوا رکھا ہے۔ جو مدوّر الشکل آیا ہے۔ گنبد کے غرب میں سنگ سرخ کا فرش ہے اور ایک دالان بنا ہوا ہے جس کے متصل ایک پختہ حوض ہے جسمیں بارہ مہینے پانی رہتا ہے ہندو اس چکر پر تیل اور سیندور چڑھاتے ہیں۔ اور مجاور یہاں کا مسلمان ہے۔

مسجد گیسو خاں اندر کوٹ کے مغرب میں تارا گڈھ کے راستہ پر یہ قلندری مسجد واقع ہے مسجد کے دکھن میں سنگین باؤلی بنی ہوئی ہو پہلے یہاں باغ لگا ہوا تھا اب مٹی اور چونہ کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ صرف مسجد اور باؤلی باقی ہی۔ لوح مسجد پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

بعہدِ حضرتِ شاہ فلک قدر — پناہِ دین احمدؐ ظلِ یزداں
جلال الدین محمد شاہِ اکبر — سکندر حشمت و دارائے دوراں
بہ یُمنِ ہمتِ خانِ حسن خلق — سپہرِ جود گیسو خاں عمراں
ہجرت نہ صد و ہفتاد و شش بود — کہ شد تعمیر ایں سقائے مبراں

کتبہ الراجی درویش محمدؐ حاجی۔

غالباً یہاں اُس زمانہ میں حمام بھی تھا۔ جو اب ٹوٹ پھوٹ کر ڈھیر ہو گیا۔

مسجد تلوکدی درگاہ بازار کے آخری حصہ میں یہ مسجد قایم ہے۔ اسکی تین بڑی بڑی محرابیں ہیں لیکن صحن مختصر سا ہے۔ گنبد لداؤ کا ہے اور محراب پر لوحِ سنگین میں یہ عبارت کندہ ہے۔ اللہ اکبر۔ ایں مسجد را بائی تلوکدی کلاونت بچی بنت میاں تانسین کلاونت

راست کردہ است ۱۰۶۲ھ

ملوسر اجمیر شریف کے جانب جنوب یہ دو حوض ہیں جنکو ملو اقبال خاں اور اُن کے بیٹے ملو خاں نے بنوایا تھا۔ ملو خاں سلطان محمود خلجی کیطرف سے عرصہ تک حاکم اجمیر رہا تھا اور اُسکی وفات کے بعد خود ہی یہاں کا حکمراں ہو گیا تھا۔ پہلے ان کے آس پاس باغ لگے ہوئے تھے اب اُن کا نشان تک نہیں ہے۔ شکستہ مسجدیں بھی یہاں دو تین موجود ہیں حوض چھوٹے اور بڑے ملوسر کے نام سے مشہور ہیں۔ چھوٹے ملوسر میں پانی پایاب ہے دسویں محرم کو شہر کے تعزیے اسی میں دفن کئے جاتے ہیں۔ اسی کے قریب قبرستان ہے جہاں اب تک مُردے دفن ہوتے ہیں۔

میوکالج ۲۲۔ اکتوبر ۱۸۷۵ء کو حسب تحریک لارڈ میو گورنر جنرل چھ لاکھ اکتیس ہزار روپیہ اس کالج کیلئے چندہ ہوا اور جانب شرق یہ رفیع الشان کالج تعمیر کیا گیا۔ اسمیں اکثر راجہ اور رئیسوں کے لڑکے تعلیم پاتے ہیں لارڈ میو کا مجسمہ صحن کالج میں سنگ سیاہ کا بنا ہوا نصب ہے۔

مدارس یوں تو اجمیر شریف میں مدرسے بہت زیادہ ہیں لیکن قابل ذکر صرف ۷ ہیں (۱) میو کالج (۲) گورنمنٹ کالج (۳) مشن اسکول (۴) معینیہ ہائی اسکول (یہ نو تعمیر ہے) (۵) پرائیج اسکول (۶) آریہ سماج اسکول (۷) گرل اسکول۔ اسمیں صرف لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں

مشہور محلے اور بازار درگاہ بازار، ڈگی بازار، کڑک کا چوک، نیا بازار، مدار دروازہ۔ قیصر گنج، عید گاہ، نواب کا بیڑہ، کھاری کنواں، محلہ مومناں، محلہ شورگراں، چوک بہی گران لاکھن کوٹھری، گھیٹی بازار، نلا بازار، پہاڑی، منڈی گنج، محلہ دلیوالیاں، محلہ چاہ شور، محلہ خادمان، گھی منڈی، موتی کٹرہ، گلی مسلمان موچیان، گلی مدد شہید، گلی لنگر خانہ، گلی حلالان اندر کوٹ، محلہ شیخان، محلہ چاہ ارٹھ وغیرہ وغیرہ۔

مولچند سوہنی کے مندر

سیٹھ مولچند سوہنی اجمیر کے رؤسا میں سے تھے۔ ان کا ایک مندر خادمونکے محلہ میں مشہور ہے۔ نہایت نفیس عمارت میں سنہری اور روپہلی کام ہو رہا ہے بت بھی طلائی اور سیمین اسمیں رکھے ہوئے ہیں۔ دوسرا مندر آگرہ دروازہ سے باہر جانب شمال مدتوں سے تعمیر ہو رہا ہے۔ سالہا سال سے اسمیں کام جاری ہے۔ اور نہایت عالیشان عمارت ہو گئی ہے۔ لاکھوں روپیہ ان مندروں پر صرف ہو گیا لیکن کام ہنوز جاری ہے سیٹھ مولچند سوہنی کے لڑکے ابتک موجود ہیں۔ دوسرے مندر کو عام لوگ دیکھ سکتے ہیں۔ جس میں شیشہ کا کام نہایت بیش بہا ہے۔ پہلے مندر میں مسلمانوں کو جانے کی اجازت نہیں لیکن طلائی کام باہر سے بھی نظر آتا ہے۔

مزار امیر تاباغان و امیر ترغان شہید

یہ مزار چشمہ نور کے غربی سطح پہاڑ پر واقع ہیں جنمیں امیر تاباغان اور امیر ترغان شہید آسودہ ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ دونوں سلطان محمود غزنوی کے لشکر میں سردار تھے۔ اور بعض ان کو حضرت سید حسین خنگ سوار کا ماموں بتاتے ہیں۔ آپ کے مزارات کے گرد پختہ چار دیواری اور دالان اور جھالرہ بنا ہوا ہے چنبیلی کے درخت بکثرت مزاروں پر چھائے رہتے ہیں۔ اور شہیدوں کے مزار بھی یہاں لاتعداد موجود ہیں۔ کسی زمانہ میں یہ مقام سنبھل گڈھ کے نام سے مشہور تھا عوام میں اس درگاہ کا نام "تاتا توقا شہید مشہور ہے۔

نور چشمہ جہانگیر

قلعہ تاراگڈھ کے مشرق میں یہ چشمہ نور واقع ہے۔ یہاں پہلے پرانا شہر آباد تھا جس کو راجہ اجپال نے آباد کیا تھا۔ مکانات کے نشانات اب تک بعض جگہ معلوم ہوتے ہیں۔ جب فصیل شہر بنی تو وہ شہر بالکل معدوم ہو گیا۔ جب نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ تخت سلطنت پر بیٹھے تو دسویں سال جلوس میں کہ ۱۰۲۴ھ

تھے اجمیر شریف آئے۔ اور ایک عالیشان محل اس چشمہ کے متصل تعمیر کرایا۔ جسکی تاریخ تعمیر یہ ہے:۔ محل شاہ نورالدین جہانگیر

دروازہ کی محراب پر سنگ مرمر کی لوح میں یہ اشعار کندہ ہیں۔

بلند اقبال شاہِ ہفت کشور — کہ وصف اونمی گنجد بتقریر
فروغِ خاندانِ شاہ اکبر — شہنشاہِ زماں شاہ جہانگیر
دریں سرچشمہ چوں آمد زفیضش — رواں شد آب و خاکش گشت اکسیر
شہنشہ کرد نامش چشمۂ نور — شدہ آبِ خضر زو چاشنی گیر
دہم سال از جلوسِ شاہ غازی — بحکمِ بادشاہِ نیک تدبیر
بہ طرفِ چشمۂ نور ایں عمارت — جہاں آرائے شد از روئے تقدیر
خرد تاریخ اتمامش رقم کرد — محلِ شاہ نورالدین جہانگیر

یہ چشمۂ نور اب بھی چشمہ یا نال کہلاتا ہے۔ قصر دایوان میں سے صرف ایک دروازہ اور سنگ سرخ کے شکستہ دالان باقی ہیں۔

ناتواں شاہ کا تکیہ

درگاہ شریف کے گوشۂ جنوب و مشرق میں فصیل شہر کے اندر یہ تکیہ بنا ہوا ہے۔ ناتواں شاہ عہد محمد اکبر بادشاہ میں زندہ تھے ایک عرصہ تک حبس دم کئے ہوئے اس جگہ پہاڑ کے ایک غار میں بیٹھے رہے۔ جب شہر پناہ تعمیر ہونے لگی اور اسجگہ بنیاد کھدنے کی نوبت آئی تو لوگوں نے غار میں آپ کو دیکھا۔ مہتمم تعمیر نے آپ سے بمنت عرض کیا کہ آپ کوئی اور جگہ سکونت کیلئے پسند فرمالیں یہاں بادشاہ کے حکم سے شہر پناہ بنائی جائیگی۔ جواب دیا کہ فقیر جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا۔

حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے — اور ہوں گے تری محفل سے ابھرنے والے

آخر مجبور ہوکر اُسی جگہ ایک گنبد بنادیا گیا جو فصیل شہر میں ہے۔ اور شاہ صاحب وہیں بیٹھے رہے۔ اِس گنبد میں ایک مزار بھی ہے۔ اور کسی صحرائی یا دریائی جانور کے انڈے چھت میں لٹکے ہوئے ہیں۔ گنبد کے آگے سمت مشرق پختہ چوک بنا ہوا ہی جسمیں آپ کے مرید اور چیلے دفن ہیں۔ یہ مقام بہت بلندی پر واقع ہے اور یہاں سی تمام شہر نظر آتا ہے۔

اجمیر شریف

گورنمنٹ برطانیہ کے عہدِ مُبارک میں

محمد شاہ بادشاہ دہلی کے زمانہ سے مسلمانوں کی سلطنت روز بروز ضعیف ہوتی گئی۔ اور اُس کا اثر اجمیر پر بھی پڑا۔ آبادی گھٹنی شروع ہوگئی۔ مکانات ویران ہونے لگے۔ باغوں میں خزاں آگئی۔ اور وہ رونق اور چہل پہل جو پہلے نظر آتی تھی بالکل جاتی رہی۔ مرہٹوں کی عملداری میں محلے کے محلے ویران ہوگئے۔ لیکن ۱۸۱۸ء میں اجمیر شریف برٹش گورنمنٹ کے زیر سایہ حکومت آیا اور اُس وقت سے اسکی آبادی روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ جو مقامات ویران پڑے تھے اُن میں لاکھوں روپیہ لگادیا گیا کہ آباد ہوجائیں۔ نئی عمارتیں بنیں مشرقی حصے میں ریلوے اسٹیشن، میو کالج اور کوٹھیاں تعمیر ہوئیں۔ ریلوے کے کارخانے بنے جنمیں لاکھوں پردیسی آکر نوکر ہوگئے اور آبادی دس گنی زیادہ ہوگئی۔ ترپولیہ دروازہ سے مدار دروازہ تک فرش سنگین بنا۔ اب گیس کے ہنڈے بھی جابجا روشن ہوتے ہیں۔ بازار وسیع کردئے گئے ہیں۔ دو ایک جگہ پارک بنانیکی بھی تجویز ہے۔ یکم اگست ۱۸۷۵ء کو ریلوے لائین اجمیر سے آگرہ تک نکلی۔ غرضکہ تھوڑے ہی عرصہ میں اجمیر ایک بارونق شہر ہوگیا۔ جو الحمد للہ ابتک اپنی اُسی شان سے آباد ہے۔

سارے شہر میں نلوں کے ذریعہ سے آب رسانی ہوتی ہے۔ قدیمی دروازوں پر پولیس کی چوکیاں قائم کی گئی ہیں۔ قسم قسم کے محکمے ہونیکی وجہ سے اجمیر شریف ایک بہت بڑا شہر نظر آتا ہے اور اپنے گرد و نواح میں دور دور اپنا ہمسر نہیں رکھتا ع

"سب یہ فیضِ خواجۂ اجمیر ہے"

مختصر حالاتِ عرس

خواجہ غریب نواز کا عرس ہر سال چھٹی رجب کو ہوتا ہے۔ لوگ ۲۹۔ تاریخ ہی سے آکر جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اجمیر شریف میں لوگوں کا بہت زیادہ اژدھام ہو جاتا ہے مکانوں کا کرایہ دس گنا ہو جاتا ہے۔ اور لوگ بخوشی دینے کو تیار۔ بہت سے دکاندار قبل عرس مکان بنوا لیتے ہیں اور اکثر ایام عرس میں قیمتِ تعمیر صرف کرایہ میں وصول ہو جاتی ہے۔ درگاہ شریف چھ روز تک دلہن بنی رہتی ہے۔ فقرا اور مشائخ ہر جگہ بیٹھے نظر آتے ہیں حاجتمند درختوں سے ہاتھ باندھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اپنی دلی مرادیں پاتے ہیں درگاہ بازار میں سوداگروں کی دوکانیں عجیب شان سے سجائی جاتی ہیں۔ اور بھیڑ کی وجہ سے درگاہ میں تل رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ دن کو مجالس قوالی رات کو چپہ چپہ پر روشنی حال قال کی محفلیں گرم ایک دلفریب کیفیت ہوتی ہے جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

بعض معتقدین پیادہ پا دور دراز سے آتے ہیں اور اسی طرح واپس جاتے ہیں۔ میواتی اس بارہ میں مشہور ہیں چھٹی تاریخ کو آپ کا عرس ہوتا ہے۔ اور پھر لوگوں کا دل وہاں نہیں لگتا۔ واپسی کے وقت بمشکل ریل ملتی ہے۔

تحائف عرس میں ریوڑیاں الائچی دانے، صندل اور غسل کا پانی مشہور ہے۔ خدام ان دنوں میں وارے کے نیارے کر لیتے ہیں۔ ایام عرس میں کئی بار مزار مبارک کو غسل

دیا جاتا ہے۔ اور وہ پانی تبرکاً و تیمناً زائرین لیجاتے ہیں۔ روضۂ مبارک ہر وقت مہکا کرتا ہے صندل اور عطریات کی بھرمار روضۂ شریف کو روضۂ بہشت سے زیادہ پُربہا اور مشام انگیز بنا دیتی ہے۔ بڑی بڑی دور سے نامی گرامی طوائفیں آتی ہیں اور رنگ محفل جما کر گا کر بجا کر سامعین کو محو کیفیت بناتی ہیں۔

دیگیں بھی اس زمانہ میں بہت زیادہ چڑھتی ہیں۔ اور خیرات بھی بہت زیادہ ہوتی ہے غرضکہ ان چھ دنوں میں جو دھوم دھام یہاں ہو جاتی ہے وہ معمولی دنوں نہیں رہتی۔ چونکہ ماہ رجب میں اکثر بزرگوں کے عرس ہوتے ہیں اسلئے بعض لوگ مہینہ مہینہ بھر مقیم رہتے ہیں۔ اور برکات و فیوض سے مستفیض و مبارک ہو کر واپس جاتے ہیں و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تمت بالخیر

خاتمہ

میں اُس قادرِ مطلق کا شکریہ ادا کرتا ہوں جسکے فضل و کرم نے مجھے اس تاریخ کی تکمیل میں مدد دی مجھے بھی دوسرے مورخین کیطرح جو دقتیں تدوین تاریخ میں پیش آئیں وہ میں ہی خوب جانتا ہوں۔ لیکن کرم کردگار نے اُن سب کو آسان کر دیا۔

اب میں اس کتاب کا حق تالیف ہمیشہ کیلئے جناب منشی خواجہ بخش صاحب مالک الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ کو دئے دیتا ہوں کہ وہ اس تاریخ کی اشاعت پیہم سے اہل ملک کو فائدہ پہنچائیں اور ترقی اشاعت کے ذریعہ سے میری بعد یہ حقیر تالیف میری یادگار رہے

غرض نقشیست کز من یاد ماند — کہ ہستی را نمی بینم بقائے

آگرہ
۲- فروری سنہ ۱۹۲۱ء

ابو الفخر سیماب (صدیقی وارثی اکبرآبادی)
کبسر باغ منڈی حجام آگرہ

کتبخانہ الیکٹرک ابو العلائی پریس جہنانی منڈی آگرہ سے ہر قسم کی کتابیں کفایت ملتی ہیں

مولود شریف کی مستند اور مقبول عام کتابیں قابل دید

تحفہ حبیبی شریف	۲ر	میلاد مصطفیٰ	۵ر	گلزار یعنی کامل	۱۲ر	نعت احمد	۲
گلدستہ عشق کامل	۳ر	موج کوثر یعنی تحفہ بہشتی	۳ر	الشدۃ الوری کی نقل	۳ر	دیوان کیف	۱۲
دیوان اسیر	۴ر	باغ شبلی اکبر	۳ر	نگار نامہ یعنی دیوان سیما	۹	مولود غلام امام شہید	۳ر
مولود سعدی	۳ر	مولود سعیدی	۳ر	مولود سید اجمیری	۴ر	مولود شریف حبیب مدینہ	۴ر
پھولوں کا ہار	۴ر	پھولوں کا گجرا کامل	۴ر	محامد خاتم النبیین	۸ر	حافظ الاسلام	۶
دیوان الطف	۳ر	نعت مصطفیٰ	۳ر	بہار ولادت	۲ر	میلاد مصطفیٰ	۲ر
مولود شریف وعظ	۱۰ر	تحفہ انیس یار	۸ر	مولود دلپسند	۳ر	میلاد محمدی انوار احمدی	۵
میلاد محمد سعیدی	۲ر	مجموعہ بشارات	۱ر	سرور انبیا	۶	قصائد نعتیہ	۱ر
میلاد اکمل سعادی	۳ر	مولود بہار	۳ر	مولود بہاریہ	۳ر	عروس جنت	۲ر
گلدستہ آیات	۱ر	عروج نعت	۱ر	مولود عزیزی	۸ر	گلدستہ معراج	۱۰
شگوفہ نعت	۲ر	ارادات محبوب سبحانی	۲ر	میلاد رسول	۱ر	بہار فردوس	۲ر
مولود بہار خلد	۴ر	نغمات درود و سلام	۱ر	آئینہ قدرت	۲ر	راحت القلوب	۴ر
دقائق الاوہام	۳ر	رحمت اسم	۴ر	قندیل عرش	۳ر	قدرت احمد	۳ر
انوار رحمت	۳ر	نیر عرش	۱ر	شمس الضحیٰ	۲ر	خدا کی رحمت	۲ر
انتخاب عرشی	۳ر	مولود دلپذیر حصہ دوم	۳ر	شبستان رحمت	۸ر	سرور سینہ چراغ مدینہ	۶ر
شمع لاہوت بزم ملکوت	۳ر	نعت ہی نعت حصہ اول	۳ر	نجم الضیا حصہ اول	۳ر	مقبول سرمدی میلاد محمدی	۴ر
زینت العروس	۱ر	″ حصہ دوم	۲ر	″ حصہ دوم	۴ر	تعلیم الدین	۹
مجموعہ نسیم جنت	۳ر	″ حصہ سوم	۲ر	انوار محمدی مع نعت	۸ر	فروغ ایمان	۴ر
نزول رحمت	۱ر	″ حصہ چہارم	۳ر	کسب الانبیا	۸ر	راہ فردوس	۹ر
گلبن نعت	۱ر	گلزار نعت	۴ر	ترجمہ نصاب الاحتساب	۸ر	تنبیہ المومنین	۱ر
مولود کی دھوم دھام	۱ر	باغ رسول	۲ر	مولود دلپذیر حصہ اول	۳ر	پنجارہ نامہ	۱ر
ناصر العاشقین	۳ر	صبح ازل شام ابد	۲ر	مولود کمال البصر	۳ر	دیوان سیف	۱۰

یہ کتابیں ملنے کا پتہ: ایس عفور بخش خواجہ بخش تاجر کتب و مالک الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد

تیری قدرت کو ہر اک شے میں نمایاں دیکھا — تیری وحدت کا ہر اک چیز میں ساماں دیکھا
تیرے جلوے پہ تحیر ہو نہ کس طرح مجھے — شوکت دل میں دکھا مجھ کو اور آنکھوں سے نہاں دیکھا

غزل حمد

کامل ہے جو ازل سے وہ ہے کمال تیرا — باقی ہے جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا
ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ — ہر دل پہ چھا رہا ہے رعب جلال تیرا
کاوش میں ہے الٰہی دکھا میں ہی طبیعی — جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا
چھوٹے ہوئے ہیں گو جی پر دل بندھے ہوئے ہیں — ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا
گو حکم تیرے لاکھوں ہم ٹالتے رہتے ہیں — لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا
ان کی نظر میں شوکت جچتی نہیں کسی کی — آنکھوں میں بس رہا ہے جنکے جلال تیرا

غزل بیان نعت

در مصطفےٰ آستان موسیٰ نہیں ہے — یہاں عرش ہے طور سینا نہیں ہے
چلو وادیٔ عشق میں پا برہنہ — یہ جنگل وہ ہے جس میں کانٹا نہیں ہے
عرب میں عجم میں فلک پر زمیں پر — کہاں آپ کا بول بالا نہیں ہے
کہاں روئے احمد کہاں ماہ تاباں — یہ وہ حسن ہے جس میں دھبہ نہیں ہے
قیامت میں دوں چھوڑ کیں طرح دامن — کہ اس بھیڑ میں کوئی میرا نہیں ہے

رُکے شہ تو پردے سے آواز آئی
کہ پردہ میں آ تجھ سے پردہ نہیں ہے
کہا پھر تو آغوش رحمت میں لے کر
جو تیرا نہیں ہے وہ میرا نہیں ہے
یہ کہتی ہے معراج شہ کی بلندی
کہ عالم کوئی اس سے بالا نہیں ہے
پرے کیا کہوں عالم گو گلو ہے
خدا جانے کیا بات ہے کیا نہیں ہے
مزہ نور مخفی کا لے چُپ کے چُپ گئے
گھڑی نیک ہے اس میں کھٹکا نہیں ہے
کُجا سیر احمد کجا سیر موسیٰ
بیان جس کا نیلی ہے دریا نہیں ہے
رکھے کس سے امید الطاف شاہا
بیان کا کوئی اور مولی نہیں ہے

غزل اکبر در نعت

ہے نور محمد کی جھلک رنگ چمن میں
صد برگ میں بیلے میں گل تر میں سمن میں
گر یوں ہی رہی آگ محبت کی بدن میں
اُڑ جاؤں گا کافور لگاتے ہی کفن میں
اس سرور عالم کی پسینہ کی صبا سے
بو مشک ختن میں ہی چمک لعل یمن میں
بے کس ہوں میں عاجز ہوں مدینہ میں بلا لو
مر جاؤں نہ گھٹ گھٹ کے کہیں رنج و محن میں
فریاد ہے فریاد ہے اے داور محشر
زہرا کا چمن لوٹ لیا شام کے بن میں
یہ عشق گھلا دے گا مجھے شمع کی صورت
پھونکا ہے جگر آگ لگا دی ہے بدن میں
ہے اس گل وحدت کے پسینہ سے محبت
احباب ملیں عطر وہی میرے کفن میں
اشکوں سے ٹپکتے ہیں شرر سوزش غم سے
لو آگ برسنے لگی بھادوں کی جھڑی میں
اکبر ہے مرا نام ثنا خوان نبی ہوں
بلبل سا چہکتا ہوں گلستان سخن میں

قصیدہ ہاتف در شان خواجہ

ہے کعبہ امید ترا در مرے خواجہ
خم ہے در عالی پہ مرا سر مرے خواجہ
عقبیٰ کی رہی فکر نہ دنیا کی تردد
دے کے بے خبری کا کوئی ساغر مرے خواجہ
جیتا رہوں دن رات ترے نام کی سمرن
ہو تیری گلی میں مرا بستر مرے خواجہ

تو دیکھ میرے دل کی طرف چشم کرم سے
سب تیرے حوالہ ہے میرا گھر میرے خواجہ

محتاج ہوں تیرے در دولت پہ پڑا ہوں
ہرگز نہ پھرانا مجھے در در مرے خواجہ

مستوں کو کبھی حشر میں بھی پیاسا نہیں گے
لخت جگر ساقئ کوثر مرے خواجہ

اب حد سے گذرتی ہے مری بے سروپائی
لے جلد خبر اے میرے یاور مرے خواجہ

ہے دھوم تری بندہ نوازی کی جہاں میں
رہ جائے نہ یہ ہاتف مضطر مرے خواجہ

ہاتف

سب کا جانی رب کا پیارا خواجہ بندہ نواز
بے سہاروں کا سہارا خواجہ بندہ نواز

ہر طرف ہر دل میں اس کے فیض کی ہے روشنی
عرش وحدت کا ستارہ خواجہ بندہ نواز

تم ہو مولا میں ہوں بندہ تم ہو خواجہ میں ہوں غلام
تم ہو میرے میں ہوں تمہارا خواجہ بندہ نواز

آپ ہیں رحمت کی دریا آپ ہیں عین کرم
آپ کا ہے فیض سارا خواجہ بندہ نواز

رنج دنیا فکر عقبیٰ سے طبیعت ہے نڈھال
دل ہمارا ہے دوپارا خواجہ بندہ نواز

دیکھئے میری طرف بھی چشم رحمت سے کبھی
آپ کی فرقت نے مارا خواجہ بندہ نواز

غم کی دریا میں پڑا ہوں لگا لینا مجھے
رہ نہ جاؤں بے کنارا خواجہ بندہ نواز

آپ کی تائید سے آسان مشکل ہو گئی
آپ کو جس نے پکارا خواجہ بندہ نواز

ہے پریشان کثرت افکار سے ہاتف کا دل
ہو کرم کا اک اشارہ خواجہ بندہ نواز

صندل از سیماب

مشک عنبر کو ملا کر جو بنایا صندل
صندلیں جام میں پھولا نہ سمایا صندل

اس کی ترکیب بہشتی کو نرالا پایا
عطر فردوس سے حوروں نے بنایا صندل

جن و انساں کے سوا ساتھ ہے حور و قدسی
مرے خواجہ کا دھوم سے آیا صندل

اللہ اللہ رے یہ شان کمال خواجہ
سر پہ رضواں نے بصد فخر اٹھایا صندل

اس کے صدقے ہوں کہ رحمت نے بنا کر بھیجا
درد دل کے لئے اکسیر بنایا صندل

وجد میں آگئے سب زائرِ خواجہ سیمابؔ — حور نے آکے جو درگاہ میں لگایا صندل

کیفؔ

حبیبِ حق و الٰہ ولایت وہ کون یعنے جناب خواجہ — یمِ کرم معدنِ کرامت وہ کون یعنے جناب خواجہ
فروغِ کثرت فروغِ وحدت فروغِ دنیا فروغِ عقبیٰ — فروغِ مذہب فروغِ ملت وہ کون یعنے جناب خواجہ
گدا کو دیتے ہیں وہ بادشاہت کسی کو دیتے ہیں وہ ولایت — لٹاتے ہیں دو جہان کی دولت وہ کون یعنے جناب خواجہ
جنے ہوئے کاملوں کے کامل کھلے ہوئے مرشدوں کے مرشد — بڑے ہوئے عزتوں کی عزت وہ کون یعنے جناب خواجہ
خدا کے بندے خدا کے مطلب خدا کے طالب خدا سے واصل — خدا کی قدرت بشر کی صورت وہ کون یعنے جناب خواجہ
کیفؔ بیخود بنا ہوا ہے پیالا منہ سے لگا ہوا ہے — پلا رہے ہیں مئے محبت وہ کون یعنے جناب خواجہ

دیگر

کوثرؔ

ہو کیوں نہ دو جہان عز و وقار خواجہ — خواجہ کا مہرباں ہے پروردگار خواجہ
کشور کرامتوں کا نکلا دیار خواجہ — ہر آدمی ہے دل سے خدمتگذار خواجہ
مقبول ان کے در پر کرتا ہے حق دعا کو — بابِ قبولیت ہے گویا مزار خواجہ
قربان جان و دل سے خواجہ کے نام ہوں میں — جہان ہے خدا کے خواجہ دل ہے نثار خواجہ
خواجہ کا میں تو بردہ دل سے بنا ہوا ہوں — بے مول یا نہ لے اب ہے اختیار خواجہ

بگڑی مری بنا دو بندہ نواز خواجہ — اللہ سے ملا دو بندہ نواز خواجہ
عرفان کا جام بھر دو مست الست کر دو — جلوہ مجھے دکھا دو بندہ نواز خواجہ
ہو لاڈلے علی کے پیارے ہو مصطفےٰ کے — غم سے مجھے چھڑا دو بندہ نواز خواجہ
بے گور میرا لاشہ کب سے پڑا ہوا ہے — روضہ میں اپنے جا دو بندہ نواز خواجہ
عاجز غریب کوثرؔ حاضر ہے آستاں پر — جو مانگے وہ دلا دو بندہ نواز خواجہ

ٹھمری

اپنے خواجہ کی میں جوگن بنی ہوں — اپنے خواجہ کی

اوڑھی ہیں نے کاری کملیا اور بڑھاے لٹھیں
خواجہ کی ہیں دوار پہ جاؤں کر جوگن کا بھیس
واکے کلس پہ تن من واروں اپنی جان
خواجہ مورا ہند کا والی اس پہ ہیں قربان

اپنے خواجہ کی

اپنے خواجہ کی

شفیق

تیرے صدقے تری قربان مرے پیارے خواجہ
آپ کے درد جدائی کے ہیں مارے خواجہ
شاہ ہو یا کہ گدا ہو یا تو انگر کہ غریب
دو نو عالم میں نہ کہوں یار رہو بیڑا اپنا
اب تو خستہ پڑا ہوں میں در عالی پر
جب کہ فریاد رسی ہے تیری مشہور جہاں
آپ ہیں مانند شفیق راز حقیقت کھل جائے

رب کے منظور محمد کے دلارے خواجہ
نگہ لطف کی ہم پر بھی اشارے خواجہ
ہند میں جتنے ہیں سب تیرے سہارے خواجہ
دستگیر یہ جب اپنے ہیں ہمارے خواجہ
میرے بگڑے ہوے کاموں کو سنوارے خواجہ
کیوں نہ مشکل میں ہر ایک تجھکو پکارے خواجہ
چشم دل سے جو کرے تیرے نظارے خواجہ

دیگر

جب سے کیے بھا گئی ہے دل کو ادا اے خواجہ
وہ سر جدا ہو جس میں خواجہ کا نہ ہو سودا
بہر خدا بیاں کر واعظ نہ وصف جنت
اب جان سے بھی اک دن دھونے نہیں ہاتھ مجھکو
دولت سے کیا غرض ہے حشمت سے کیا علاقہ

ایمان و دین و دل و جان سب ہے فدائے خواجہ
وہ دل ہو چاک جس میں ہوئے نہ جائے خواجہ
بھاتا ہے مجھ کو ظل دولت سرائے خواجہ
ہے دل تو پہلے ہی سے واقف ادائے خواجہ
شاہنشہ جہاں ہے جو ہے گدائے خواجہ

ہاتف

مقصد کے برانے میں کیوں دیر لگی خواجہ
سب ہے ترے ہاتھوں میں قسمت میں نہیں تو کیا

بگڑی کے بنانے میں کیوں دیر لگی خواجہ
دو حرف بڑھانے میں کیوں دیر لگی خواجہ

دیدار کے پیاسوں کی جان آئی ہے آنکھوں میں
صورت کے دکھانے میں کیوں دیر لگی خواجہ

آفت ہے مصیبت ہے تکلیف ہے زحمت ہے
اب اُن کے گھٹانے میں کیوں دیر لگی خواجہ

در تک تیرے آنے کو دل میرا ترستا ہے
پاس اپنے بلانے میں کیوں دیر لگی خواجہ

ہم ہجر کے مارے ہیں مشتاق تمہارے ہیں
روتوں کو ہنسانے میں کیوں دیر لگی خواجہ

ہے **ہاتف** بیچارہ آشفتہ و آوارہ
مقصد کے بر آنے میں کیوں دیر لگی خواجہ

دیگر

بادشاہ ملک دکن بندہ نواز
جلوہ نور یقین بندہ نواز

مدعار کاملین بندہ نواز
رونمائے سالکین بندہ نواز

جلوۂ توحید رخ ہے آپ کا
لامکاں کے ہیں مکیں بندہ نواز

آپ میں بندہ نوازی کی ہے شاں
آپ سا کوئی نہیں بندہ نواز

آپ سے شاداب گلبرگہ ہوا
رونق باغ یقیں بندہ نواز

آپ کی دہلیز سے حاصل ہوی
ہر مراد طالبیں بندہ نواز

عاشق حسن و جمال مصطفیٰ
محبوب رب العالمین بندہ نواز

آرزو دہلیز تک آنے کی ہے
یاد فرماؤ کہیں بندہ نواز

ہاتف صحوی ہے محتاج کرم
اے شہ دنیا و دیں بندہ نواز

شررؔ خلف ہاتفؔ

کثرت شوق سے بھرتا ہوں میں دم خواجہ کا
یا الٰہی نظر آجائے قدم خواجہ کا

فکر دنیا کی مرے نام سے گھبراتی ہے
سر پہ ہے سایۂ الطاف و کرم خواجہ کا

فخر یہ ہے کہ ہوے اتنے غلاموں میں شریک
نام لے لے کے جیا کرتے ہیں ہم خواجہ کا

ہم کھڑے رہتے ہیں پھیلائے دامن کو
موتی برسائے گا نیسان کرم خواجہ کا

دیکھیے لیں گے کبھی اپنے در پُر نور کی طرف
جلوہ دیکھ آئیں گے اجمیر میں ہم خواجہ کا

اے شرر تو نے بہت دن سے چھپا رکھا ہے
کیا مزہ دیتا ہے جو دل میں ہے غم خواجہ کا

مضطر

بندہ بنا چکی ہے ہم کو عطائے خواجہ ۔ دل ہے نثار خواجہ جان ہے فدائے خواجہ
دیکھی ہے قدسیوں نے شان ادائے خواجہ ۔ بے اختیار ہو کے ہم ہیں فدائے خواجہ
چاہے گدا بناوے چاہے امیر کر دے ۔ راضی ہیں ہم اسی میں جو ہو رضائے خواجہ
جنت کی کیا ہوس ہے حوروں کی کیا تمنا ۔ گھر کر رہی ہے دل میں شان ادائے خواجہ
مضطر تری نظر میں شاہوں کی کیا حقیقت ۔ اللہ نے بنایا تجھ کو گدائے خواجہ

نشاط

فرقت میں مبتلا ہوں خواجہ ادھر تو دیکھو ۔ واللہ تڑپ رہا ہوں خواجہ ادھر تو دیکھو
مشکلشائی سے کیجیے حاجت روائی کیجیے ۔ سو جان سے فدا ہوں خواجہ ادھر تو دیکھو
کہیے مری خطا بھی سنتے نہیں ذرا بھی ۔ ہر دم پکارتا ہوں خواجہ ادھر تو دیکھو
جائے نشاط کس جا بن ایسے میرے آقا ۔ بے کس ہوں بینوا ہوں خواجہ ادھر تو دیکھو

شعر

کام بن جائے کسی طرح ہمارا خواجہ ۔ بے کسوں کو ہے بڑا تیرا سہارا خواجہ

مخفی خواجہ تجمل

روضہ سے خواجہ جی کے جلوے نکل نکل کر ۔ کہتے ہیں اہل دل سے دیکھو سنبھل سنبھل کر
محروم اپنے در سے خواجہ نہیں پھراتے ۔ لیتے ہیں مقصد دل سائل مچل مچل کر
تیر نگاہ خواجہ کھاتے ہیں ہم جگر پر ۔ کس شوق سے تجمل پہلو بدل بدل کر

شعر

تڑپتا ہوا ہوں میں بسمل بناتے ہیں خواجہ ۔ خدنگ ناز جگر پر لگاتے ہیں خواجہ

تجمل

گائن از تجمل

جی ہے جاوت خواجہ تورے بن ۔ تڑپت ہوں غم سے نسدن پلچھن جی ہے

ٹھمری

دربار میں اب موہے بلانا
مکھڑے کی اپنے جھلکی دکھانا
کام ہے دن رین آنسو بہانا
بے کس تحمل کا ہے ترانا

ہردم ہوں تریت خواجہ جی تورے بن جی ہے
چین نہ آوت خواجہ جی تورے بن جی ہے
کچھ نہیں سوہت خواجہ جی تورے بن جی ہے
غم میں ہے گذرت خواجہ جی تورے بن جی ہے

آن پڑی دربار خواجہ
اونچا سا کوٹ بلند دروازہ
خواجہ کے در پر سیس نواؤں
سیڑھیں سیڑھیں مالن بیٹھی

تورے نگر میں تورے شہر میں ۔ آن پڑی
نوبت باجے بہار خواجہ ۔ آن پڑی
تم ہو غریب نواج خواجہ آن پڑی
دیت ہے پھولن کا ہار خواجہ ۔ آن پڑی

کھروا

خواجہ آؤ نگریا ہماری رے
رہتا ہوں رات دن میں اسی انتظار میں
لیکن پڑا ہوں گردش لیل و نہار میں
آؤ آؤ دوریا ہماری رے
دکھلاؤ خواجہ چہرۂ انور کبھی کبھی
بنتا ہے بہشت بریں گھر کبھی کبھی
نہ ہو سوتی سیجریا ہماری رے
آنکھوں میں پہلے جلوہ فزا کس لئے ہوئے
پھر یک بیک نظر سے جدا کس لئے ہوئے
کاہیں بھولے ڈگریا ہماری رے
کیا رنگ فقر میں ہے دکھایا حضور نے
ابسار طلب میں مٹایا حضور نے
دیکھو دیکھو کمریا ہماری رے

لے لو لے لو خبریا ہماری رے
اب خواجہ جی بلائیں گے اپنے دیار میں
صورت دکھا دو اب نہیں دل اختیار میں
لے لو لے لو خبریا ہماری رے
تسکین پائے تا دل مضطر کبھی کبھی
چمکا کرے ہمارا مقدر کبھی کبھی
لے لو لے لو خبریا ہماری رے
درد جگر کی میری دوا کس لئے ہوئے
بتلاؤ بے قصور خفا کس لئے ہوئے
لے لو لے لو خبریا ہماری رے
شان خدا کا جلوہ دکھایا حضور نے
آخر گلیم پوش بنایا حضور نے
لے لو لے لو خبریا ہماری رے

سلطان ہند دل میں جو تشریف لائے
زخم جگر پہ لطف کا مرہم لگائے
جائے واری بجز یا ہماری رے
نالہ تحمل اپنا جو سن پائیں اہل چست
حیرت میں یا معین جہاں آئیں اہل چست
اپنی رنگ دو چند ریا ہماری رے

اُجڑے ہوئے نگر کو ہمارے بسائے
ناز و ادا سے چاند سی صورت دکھائے
لے لولے لو خبر یا ہماری رے
خود تڑپیں اور خلق کو تڑپائیں اہل چست
للچا کے دیکھ دیکھ کے رہ جائیں اہل چست
لے لولے لو خبر یا ہماری رے

گائن

میں در پر تیرے آئی ٭ خواجہ رے میں در پر
مانگن جو میں نے تجھے پائی ٭ توری ہے ساری خدائی ٭ خواجہ رے میں در پر
تورے میں قربان و اسے گئی ہوں ٭ چیری ہے موہے بنائی ٭ خواجہ رے میں در پر
چہرہ دکھا دو اب سلطاں کو ٭ جان ہے لب پر آئی ٭ خواجہ رے میں در پر

جوگن آزاد

اپنے آقا کی میں جوگن بنوں جوگن بنوں بیراگن بنوں
اپنے آقا کی میں جوگن بنوں
دھونڈھ پھری میں عالم سارا تجھ سا نہ پایا یار ڈار کرم کی خواجہ نظر یا بیڑا ہو جس سے پار
اپنے آقا کی میں جوگن بنوں
کس سے کہوں میں کون سنے گا مری فریاد وقت مدد ہے کرائے خواجہ آکے مری امداد
اپنے آقا کی میں جوگن بنوں
ہجر ہے ایسا مجھکو ستایا چلن نہیں دن رات دانا پانی چھوٹ گیا اور چھوٹ گئی سب بات
اپنے آقا کی میں جوگن بنوں
آل نبی اولاد علیؑ کے گوہر ہو مقبول محرم رمز خفی و جلی ہو آپ عطائے رسول
اپنے آقا کی میں جوگن بناؤں
چشتی پیارے چہرہ دکھا کر تا ہے کیوں اب دیر کر کے اشارا در پہ بلالے دل ہے امام اسیر

اپنے آقا کی میں جوگن بنوں

چاروں طرف سے غم نے گھیرا ہوئے ہیں ہم ناشاد — پھر پیمبر رنج و الم سے خواجہ کرو آزاد

اپنے آقا کی میں جوگن بنوں

دادرا ٹھمری

خواجہ موری نیا پار لگا دے ٭ پار لگا دے پار لگا دے ٭ خواجہ موری

ناد پرانی ندیا گہری ٭ مورے کھویا پار لگا دے ٭ خواجہ موری

نغمہ

وقت نے تیری خواجہ مجھ خستہ دل کو مارا
زخمی جگر پہ مرہم دیدار کا لگا دو
زخمی جگر کی حالت اب کس کو دکھاؤں
در پر تمھارے آ کر بستر لگا دیا ہے
سلطاں دو جہاں ہو خلقت کے پیشوا ہو

جب تک ہے جاں لب پر تیرا ہی ہو نظارا
دکھلا دو روئے زیبا خواجہ مجھے خدارا
حالت ہی مری خواجہ سب تم پہ آشکارا
اب چھوڑ آستاں کو جائے کدھر بچارا
خواجہ فقیر کو ہے ہر دم ترا سہارا

دیگر

خواجہ خواجہ پکاروں میں بن میں
میں خواجہ کی باوری اور ڈھونڈوں دیس بدیس
خواجہ جی کی پیت کی جو من میں لاگی آس

خواجہ خواجہ پکاروں میں بن میں
خواجہ کو پتیاں لکھوں اور لکھ لکھ دیوں سندیس
خواجہ ڈھونڈوں میں چلی اور کر جوگن کا بھیس

خواجہ خواجہ پکاروں میں بن میں
خواجہ تمرے دید کی جو من میں لاگی آس
چلو فقیر اب خواجہ جی کو کریں کہیں تپاس
خواجہ خواجہ پکاروں میں بن میں

خواجہ پیارا بسے ہوئے من میں
ڈھونڈوں کو خواجہ چلی اور کر جوگن کا بھیس
بھر دے میں خواجہ بسیں اور جھلکن بارہ باس

خواجہ پیارا بسے مورے من . . میں
خواجہ جی موہے ملیں جو منگی کیٹں کلیس
بھر دے میں خواجہ بسیں ہیں ڈھونڈوں دیس بدیس

خواجہ پیارا بسے مورے من . . میں
مورا من ایسا الجھا کہ جیسے الجھے کپاس
پہلے خواجہ کھوجے تب رکھو بنی کی آس
خواجہ پیارا بسے مورے من . . میں

فقیر

ایکدم نہ یاد خواجہ مرے دل سے دور ہو — ہر وقت مجھ کو خواجہ کا قرب و حضور ہو
ہو کے فنا میں ایسا ملوں ذات پاک میں — باقی نہ میں رہوں مرے خواجہ کا نور ہو
پی کر مے وصال ٹپک دوں میں ہاتھ سے — ساغر ہمارے جسم کا سب چور چور ہو
نور نبیؐ کا آپ نے دیکھا جمال پاک — کیوں آپ کے نہ دل میں اسی کا سرور ہو
یوسف جو دیکھ لیویں محمدؐ کے نور کو — ہرگز نہ ان کو حسن پہ اپنے غرور ہو
کیوں بند کر کے تو بیٹھا ہے اے فقیر — نور خدا کو دیکھ لے گر کچھ شعور ہو

فقیر

بگڑی ہوئی تقدیر بنا دیجیے خواجہ — اب مجھ کو مدینہ میں بھجا دیجیے خواجہ
ہو کر میں پناہ گیر ترے در پہ پڑا ہوں — اب جاؤں کہاں مجھ کو بتا دیجیے خواجہ
مشتاق زیارت ہوں رسول عربی کا — اللہ کے پیارے سے ملا دیجیے خواجہ
جب ہو گی مدد آپ کی جاؤں گا مدینہ — بستر مرا اب آپ بندھا دیجیے خواجہ
تم ہادی و رہبر ہو مرے دونوں جہاں کے — بھولا ہوں مجھے راہ بتا دیجیے خواجہ
ہے تشنہ لبی دید رسولؐ عربی کی — یہ شربت دیدار پلا دیجیے خواجہ
بے یار ہوں بیکس ہوں میں مفلس فقیر ہوں — یثرب کی مجھے سیر کرا دیجیے خواجہ

فقیر

بہت ہو گئے برباد آیا ہوں خواجہ — تیرے پاس فریاد لایا ہوں خواجہ
نہیں کوئی فریاد کا سننے والا — تمہیں کر کے اب یاد آیا ہوں خواجہ
مقدر نے مجھ کو ستایا بہت ہے — طلب کرنے امداد آیا ہوں خواجہ
مدد کر مری صدقہ مرشد کا اپنے — میں مایوس ناشاد آیا ہوں خواجہ
غم و رنج نے دل کو مسکن بنایا — پئے داد بیداد آیا ہوں خواجہ
خزاں نے چمن میرا ویراں کیا ہے — طلب کرنے اب داد آیا ہوں خواجہ
طلب کرنے امداد بن کر فقیر — میں دلگیر ناشاد آیا ہوں خواجہ

فقیر

خواجہ کے مے عشق مجھے لاکے پلادی
ساغر دیا ایسا یہ مے ناب کا مجھ کو
مجنوں کی طرح مجھ کو ہے دیوانہ بنایا
آرام سے سوتا تھا پڑا ملک عدم میں
پہلے تو بنا آکے مرا رہبرو ہادی
میں آپ کے قربان ہوں اے حضرت خواجہ
اے عشق مجھے لاکے یہاں کردیا فقیر

اس عشق نے سینہ میں مرے آگ لگادی
پہونچا جو گلو میں تو مری جان جلادی
اب کوچہ و بازار میں کرتا ہے منادی
لاکے مجھے ظالم نے یہاں دھوم مچادی
پہنچایا نہ واں تک مجھے کافر نے دغادی
قم کہہ کے کئی بار مری نعش جلادی
دولت جو مرے پاس تھی پہلے ہی لٹادی

ٹھمری فقیر

یا خواجہ جی مہاراج
شرم موری تمرے ہاتھ
رکھ لو موری لاج
شرم موری تمرے ہاتھ
شرم موری تمرے ہاتھ

تم بن کون موری لاج رکھے
اے دلمیں کے سرتاج
شرم موری تمرے ہاتھ

اپنے فقیر پر کرپا کیجو
باہیں پکڑے کی لاج
شرم موری تمرے ہاتھ

سلام

السلام اے خواجہ عالی جناب
السلام اے نور عین مصطفےٰ
السلام اے بیکسوں کے دستگیر
السلام اے اولیاے کاملین
میں فقیر خستہ دل ہوں السلام

السلام ہند و دکن کے آفتاب
السلام اے جان جان مرتضیٰ
السلام اے ہادی روشن ضمیر
السلام اے قبلہ اہل یقین
آپ ہادی ہیں ہمارے والسلام

فقیر

ب

رہا بند میں سر پٹکتے پٹکتے | مدینہ نہ پہونچا بھٹکتے بھٹکتے
نہ کعبہ گیا اور نہ یثرب کو پہونچا | رہا ہے خار دل میں کھٹکتے کھٹکتے
الٰہی دکھا دے نبی جی کا روضہ | وہاں پہنچ جاؤں سرکتے سرکتے
الٰہی ہیں گلشن نبی جی کا دیکھوں | جہاں گل کھلے ہیں مہکتے مہکتے
زیارت مجھے ہو رسول عرب کی | رہوں کب تلک یوں تڑپتے تڑپتے
مری جاں کنی میں نبی پاس ہوویں | نبیؐ کو میں دیکھوں سسکتے سسکتے
فقیر اب ترے اشک ہجر نبیؐ میں | رہیں تا بہ محشر ٹپکتے ٹپکتے

بھجن از فقیر

اب سے دھیان لگا لو سادھو اب سے دھیان لگا لو | گیان رکھو گر نام کا من میں گر سے گیان لگا لو
منکا اپنے کر دل تمبورہ گیان کے تار چڑھا لو | گن گاؤ ہر نام کا اپنے اب کاسی گر گا لو
پھونک دے یو تن من دھن اپنا ہر سے نیہ لگا لو | اس پر رکھو ہر نام کی من میں گٹھلی بیچ بسا لو
جگ میں آ کے ایسے بھولے ہر سے کیو نہ ہیت | عمر بہت گئی کال نے گھیر من ہی من میں پچھتا لو
اطلس مخمل پہن لیا اور شال دوشالہ اوڑھ لیو | گود میں رہ کے ماتا پتا سب بولیں مائی ڈالو
کوڑی کوڑی مایا جوڑی کر کے بتیاں چھل کی | خالی ہاتھ چلو دنیا سے دیکھو یہ دھن مالو
کایا چھوڑ دو مایا چھوڑ دو کٹم قبیلہ چھوڑ دو | بنو فقیر سیر کر دگے اپنے من کے پاپ بتا لو

عاشقانہ غزلیات
غزل رفاقت

ہر دم فراق جاناں دل کو ستا رہا ہے | گھٹ گھٹ کے دم لبوں پر آ رہا ہے
یہ بھی کوئی ادا ہے ہمدم جو تو خفا ہے | بے وجہ کیوں اے ظالم مجھ کو ستا رہا ہے
دل لے چکے ہو جاناں اب جان کچھ ہو خواہاں | اس کے سوا ہمارے اب پاس کیا رہا ہے
بے رحم رحم تجھ کو آتا نہیں کسی پر | چھپ چھپ کے تیر زخمی دل پر لگا رہا ہے
گر دل یہ قابو ہوتا پھر حال کیوں یہ ہوتا | وحشی بنا کے مجھ کو در در پھرا رہا ہے
مطلب کا ہے زمانہ کوئی نہیں کسی کا | ہر دم مجھے رفاقت یہ دل سنا رہا ہے

غزل

جنھیں ہے عشق صادق وہ کہاں فریاد کرتے ہیں
لبوں پر مُہر خاموشی دلوں میں یاد کرتے ہیں

ہمارے ہر دہان زخم سے قاتل دعا نکلے
نمک زخموں پہ تو چھڑکے تو الفت کا مزا نکلے

پس مردن جو عاشق کا کلیجہ چیر کر دیکھا
جگر میں داغ نکلے زخم دل بے انتہا نکلے

نہ حکم دفن دیتے ہیں نہ خود آتے ہیں لاشہ پر
وہ گھر بیٹھے ہوئے مٹی مری برباد کرتے ہیں

وہ جا کر پاس غیروں کے دل اپنا شاد کرتے ہیں
یہاں ہم نیم بسمل کی طرح فریاد کرتے ہیں

غزل امیر

میں پرانا مست ہوں جنت مرا کاشانہ تھا
حور ساقی چشمۂ کوثر میرا پیمانہ تھا

دی گئی منصور کو سولی ادب کے ترک پر
تھا انا الحق حق مگر اک لفظ گستاخانہ تھا

میں تڑپ کر کیوں لگاتا ناز برداری میں داغ
رک کے خنجر پھیرنا اک ناز معشوقانہ تھا

یار اودھر بدمست میں بیخود تکلف برطرف
ایسی محبت میں جو ہوتا کیا کوئی دیوانہ تھا

بیٹھے بیٹھے حکم دے بیٹھے وہ قتل عام کا
جب کہا یہ کیا تو بولے ناز معشوقانہ تھا

ہم تغافل فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو عتاب
اور واں اک چھیڑ تھی اک ناز معشوقانہ تھا

واعظ کی مجلس میں بھی آئے تو یوں مستان عشق
مے کی بوتل تھی بغل میں ہاتھ میں پیمانہ تھا

دیر کی تکفیر کر اتنی نہ اے شیخ حرم
آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بت خانہ تھا

پھول جس گھر میں چنے جاتے تھے اب جلتے ہیں پھول
آج وہ ماتم سرا ہے کل جو عشرت خانہ تھا

جام جم کو دیکھتے ہی میں نے پہچانا امیر
میرے ہی میخانہ کا چھوٹا سا اک پیمانہ تھا

وحشی

پوچھتے ہیں وہ شب وصل میں کیا ہوتا ہے
ہائے کس طرح بتاؤں جو مزا ہوتا ہے

تیرے بیمار کی حالت نہیں دیکھی جاتی
سچ تو یہ ہے کہ تپ ہجر برا ہوتا ہے

پی بھی لے ناصح ناداں کسی دن تو شراب
ایک چلو میں بھی کچھ مرد خدا ہوتا ہے

سیدھے جنت میں چلے جائیں گے مقتول ترے
مرتبہ اس کا شہیدوں سے سوا ہوتا ہے

وہ نہیں جانتے ہیں جاتی ہی مری جان حزیں
دم جدا ہوتا ہے یا یار جدا ہوتا ہے

اللہ اللہ وہ کہتے ہیں یہ نادم ہو کر
دل دکھانا کسی بے کس کا برا ہوتا ہے

صبر کر صبر نہ گھبرا شب فرقت وحشی
رنج کے بعد میں راحت کا مزا ہوتا ہے

اوج

جو ترستی مستی میں خیال پیر میخانہ رہے
چشم ساقی کی طرح گردش میں پیمانہ رہے

وصل کی شب میں حیا و شرم کا کیا کام ہے
اے اسیر اپنا ناز طرز بے حجابانہ رہے

ہو زبانوں پر برنگ قیس و لیلی تذکرہ
محفل ہستی میں میرا کاش افسانہ رہے

ساقیا فصل بہاری میں چلے ساغر کا دور
مثل گردوں رات دن گردش میں پیمانہ رہے

گلشن دنیا میں کوئی بھی نہیں غم کا شریک
سبزۂ بیگانہ کے مانند بیگانہ رہے

ساقیا گر ہو تری چشم عنایت کی نظر
بے پیے بھی میکشوں کی چال مستانہ رہے

جب اجازت میں نے چاہی بیٹھنے بزم میں
ہنس کے وہ بولے کہ ہاں ہاں اوج دیوانہ رہے

امیر

ترے بندوں سے یہ بت کرتے ہیں دعوی خدائی کا
تماشا دیکھتا ہوں تیری شان کبریائی کا

نہ راتیں وصل کی دیکھیں نہ دن دیکھا جدائی کا
برا ہو ہائے اس عمر رواں کی بیوفائی کا

یہ رونا بیوفائی کا یہ شکوہ کج ادائی کا
مزا ہے دل لگانے کا مزہ ہے آشنائی کا

دیا ہنس کر بوسہ اور پھر بولے تو یہ بولے
نہیں چھٹتا ہے بڑھ جاتا ہے چسکا گدائی کا

کہا جب وصل میں ہم نے کہ آنکھوں سے لڑیں آنکھیں
تو بولے ہاں ابھی ارمان باقی ہے لڑائی کا

ہدف دل کو بناتے ہیں جو کچھ کہیے تو کہتے ہیں
چلن تیروں کو سکھلاتے ہیں اپنی دلربائی کا

امیر اک بات بھی واعظ نہیں کہتا خدا لگتی
خدا جانے بکا کرتا ہے کیا جھوٹا خدائی کا

غزل ہمدم

چڑھ کے کوٹھی پہ ذرا تم بھی تماشا دیکھو
دھوم سے اٹھا ہے عاشق کا جنازہ دیکھو

محو حیرت مجھے اس جلوۂ زیبا نے کیا
مری آنکھوں میں کھنچا یار کا نقشہ دیکھو

در جنت نہ کہیں کھل جائے گنہگاروں پر
حشر میں لے کے ذرا نام خدا کا دیکھو

تیر پر تیر لگے اف نہ نکالی منہ سے
ہے یہ میرا ہی جگر میرا کلیجہ دیکھو

جلوۂ یار کو آنکھوں میں بلوائے ہمدم
گھر میں بیٹھے ہوئے قدرت کا نظارہ دیکھو

غزل

فنا ہو کر رہیں روضہ میں ہم آرزو دارم
تری درگاہ میں نکلے مرا دم آرزو دارم

خدارا آپ ہی انصاف سے فرمائے خواجہ
بنے گی دم پہ کیا جب ہو یہ ہمدم آرزو دارم

رگ جاں سے بنا لیتے ہیں اپنی تار مسطر کے
تمہاری جب کبھی لکھیں ثنا ہم آرزو دارم

اگر ہو جائے خواجہ کی نظر احوال پر میرے
ابھی بن جائیں گے سب کام یکدم آرزو دارم

لگے ہیں داغ جو غم کے مرے دل سے مٹا دیجے
پھروں روضہ سے میں شاد خرم آرزو دارم

نکل آئیں مرے سب کام تم کو یاد کرنے سے
بنے نام مبارک اسم اعظم آرزو دارم

سدا الفت رہے خواجہ کی پنہاں میرے سینے میں
رہے دل میں ہمارے درد پیہم آرزو دارم

الٰہی یاد روئے یار میں ہر رات کو عیسیٰ
رہے گریاں ہمیشہ شکل شبنم آرزو دارم

غزل

فغاں کرنے سے کیا حاصل حباب دوستان در دل
یونہی چپ کا تڑپ بسمل حباب دوستان در دل

خطر ہیں راہ میں لاکھوں ہو تم رہنما خواجہ
بہت دشوار ہے منزل حباب دوستان در دل

ہے سینے میں میرے پھر حجاب عارضی کیسا
ہٹا دو پردہ محمل حباب دوستان در دل

اگر تائید خواجہ ہو تو ممکن ہے کہ بن جائے
نہایت کام ہے مشکل حباب دوستان در دل

لگایا ہاتھ اک ایسا کہ تسمہ تک نہیں رکھا
بڑا احسان ہوا قاتل حباب دوستان در دل

نہیں ہے گو توجہ ان کی لیکن لطف خواجہ سے
ابھی ہو جائیں گے مائل حباب دوستان در دل

سفینہ مقصد دل کا رواں ہے بحر ارماں میں
کوئی طوفاں نہ ہو حائل حباب دوستان در دل

اٹھائے اس قدر صدمہ کی پر اُف بھی عیسیٰ نے
الم سہنے میں ہے کامل حباب دوستان در دل

جملہ حقوق محفوظ ہیں

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

خزینۂ روحانیات

یعنی

سوانح حیات

بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

مؤلفہ

علامہ محمد عبد الرحمن خان صاحب

حسب فرمائش

ملک محمد امین نبی بخش تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

[illegible]

[illegible] کے کتبخانہ سے ہر قسم کی کتابیں اردو عربی فارسی۔ ہندی۔ پنجابی قطعات۔ قاعدہ قرآن مجید حمائل شریف بارعایت مل سکتے ہیں

جملہ حقوق محفوظ ہیں

۷۸۶

خزینۂ روحانیات

یعنی

باوا فرید گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ

کی

مشرح سوانح حیات و ارشادات

مؤلفہ
عالیجناب محمد عبدالرحمٰن صاحب
بفرمائش

ملک محمد امین نبی بخش تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں: ملک محمد امین نبی بخش تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

چھوٹا منہ اور بڑی بات

سرتاج روحانیات حضرت باوا فرید الدین شکر گنج رح کی سوانح حیات پر قلم اُٹھانا کسی صوفی باصفا کا کام تھا۔ نہ کہ مجھ ایسے بے بضاعت گنہگار علم سے بے بہرہ اور عمل کی نسبت قابل سزاوار کا۔

یہ حقیقت ہے رسم انکساری نہیں

لیکن کیا کیا جائے جو اصحاب روحانیت کے اہل ہیں۔ اُنہیں نہ تو ایسے کاموں سے دلچسپی ہے نہ فرصت۔ چونکہ اسباب کی بڑی ضرورت ہے۔ کہ ایسی الوالعزم ہستیوں کی سوانح حیات مع ارشادات نہ فقط عاملان روحانیت کے لئے بلکہ عوام الناس کے مطالعہ کیلئے ترتیب دیکر طبع کی جائیں یہی وجہ ہے کہ مجھ ایسے بے بضاعت نے۔ حسب الارشاد ملک محمد امین نبی بخش تاجران کتب کشمیری بازار لاہور۔ سرتاج روحانیات حضرت باوا فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ کی سوانح حیات پر قلم اٹھایا ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ کے مقولہ مطابق میں خوب جانتا ہوں۔ کہ کہاں ایسی الوالعزم ہستی سراسر۔ اسرار اور کہاں یہ ذرۂ بے مقدار۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگرچہ خاکسار نے شیخ المشائخ قطب الزاہدین حضرت باوا فرید شکر گنج شیخ الاسلام قطب الحق والدین کی سوانح حیات و انوار ارشادات کو بڑی تطبیق و تحقیق سے قلمبند کیا ہے۔ لیکن بلحاظ بشریت و باعث کم علمیت اگر خاکسار سے کہیں کوئی غلطی یا لغزش ہوگئی ہو تو وسیع النظر ارباب عمل و علم نگاہ لطف و کرم خاکسار کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

و ما توفیقی اللہ باللہ۔

سرشار معصیت
خاکسار شوق (امرتسری)

کشمیری بازار۔ لاہور
ماہ جنوری ۱۹۲۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)
شجرۂ نسب

حضرت عمر[1] رض بن عبداللہ[2] رض بن ناصر[3] رض بن سلیمان[4] رض بن ادہم[5] رح
بن سلطان ابراہیم[6] رح بن اسحٰق[7] رح بن ابوالفتح[8] رح بن اکبر[9] رح بن عبداللہ[10] رح
بن مسعود[11] رح بن سلیمان[12] رح بن ساماں شاہ[13] رح بن محمود[14] رح بن نصیر الدین[15] رح بن
فرخ شاہ[16] (بادشاہ) بن شہاب الدین[17] رح بن شیخ محمد[18] بن یوسف[19] بن
شیخ احمد[20] بن شیخ شعیب[21] بن جمال الدین[22] بن شیخ فریدالدین گنج شکر[23] رح

آپ کا شجرۂ نسب دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ آٹھویں واسطہ سے بادشاہ فرخ شاہ آپ کے آباواجداد ہیں۔ اور ۱۷ واسطوں سے سلطان ابراہیم بن ادہمؒ۔ نیز ۲۳ واسطوں سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰے عنہٗ۔

فرخ شاہ۔ کابل کے بادشاہ تھے۔ اُن کے مرنے بعد جب۔ کہ کابل میں ملکی بدنظمی کا طوفان اُمڈا۔ انہی دنوں میں چنگیز نے ایران و توران کو فتح کرکے کابل پر دھاوا کیا۔ المناک انقلاب میں آپکے دادا شیخ شعیب صاحب (جو محمود غزنوی کے بہنوی تھے) شہید ہوگئے چنانچہ اس واقعہ ہائلہ سے آپ کے والد مکرم حضرت خواجہ جمال الدین (خواہرزادہ محمود غزنوی) نے اپنے وطن کو خیرباد کہکر اپنے متعلقین کے ساتھ ہندوستان کا رُخ کیا۔

یہ ۵۷۸ھ مطابق ۱۱۷۶ء کا زمانہ تھا۔ چونکہ محمود غزنوی کے دونوں صاحب دادے محمد اور مسعود اپنی نااتفاقی کے باعث عنان سلطنت سنبھالنے کے نااہل تھے۔ اس لئے ایک طرف تو باغیوں نے غزنی کو لوٹ کرجلا دیا تھا۔ دوسری طرف خاندان سلجوق بادشاہ خسرو ملک نے پنجاب کے دارالخلافہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ ان حالات کی رو سے خاندان غوری کے بادشاہ شہاب الدین ابن سام کو ہندوستان پر حملہ آور ہونے کا حوصلہ ہوا۔ چنا شہاب الدین (جو محمد غوری کے نام سے بھی مشہور ہے) نے لاہور پہنچکر پہلے تو خسرو ملک کو اپنی اطاعت گذاری پر مجبور کیا۔ لیکن خسرو ملک نے بجائے سرتسلیم خم کرنے کے مقابلہ کی ٹھانی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۵۷۸ھ مطابق ۱۱۸۶ء میں شہاب الدین غوری نے لاہور پر قبضہ کرکے خسرو ملک کو گرفتار کرکے غزنی روانہ کردیا۔

(۲) زمانہ پیدائش اور اُسکے واقعات

گذشتہ تاریخی واقعات کا زمانہ ۵۷۰ھ تھا۔ اسی زمانہ میں آپکے والد ماجد حضرت خواجہ جمال الدین بن سلیمان مع متعلقین براستہ سندھ جب قصور میں پہنچے تو اُنہیں یہ معلوم ہوا کہ بادشاہ شہاب الدین غوری اور خسرو ملک میں لڑائی ہونے کے باعث لاہور میں ابھی پورے طور امن نہیں۔ اس لئے خواجہ صاحب قصور میں ہی ٹھہر گئے۔

کچھ دنوں کے بعد جب شہاب الدین نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ تو اُنکو خواجہ صاحب کی تشریف آوری کا حال معلوم ہوا۔ چونکہ حضرت خواجہ جمال الدین بن سلیمان شاہی خاندان کے ایک معزز فرد اور محمود غزنوی کے خواہرزادہ تھے۔ اس لئے شہاب الدین نے خواجہ صاحب کو قصور سے بلا لیا۔ اور اُن کی نہایت عزت و تکریم کی کچھ دن بعد خواجہ صاحب کی شادی خانہ آبادی ملا وجیہہ الدین کی صاحبزادی سے ہوئی اُن کے بطن سے لاہور میں ہی ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام اعز الدین محمود رکھا گیا۔

شہاب الدین غوری کو خسرو ملک کا کانٹا نکل جانے سے بہت کچھ اطمینان ہو گیا تھا۔ کیونکہ اسوقت تمام ہندوستان میں سوائے چند ہندو راجوں کے ایسا کوئی بہادر مسلمان بادشاہ نہ تھا۔ جو مقابلہ کرتا۔ اس لئے شہاب الدین نے اطمینان کے ساتھ ہندوستان کو فتح کرنے کی تدابیر پر غور کرنا شروع کیا۔

ان دنوں تمام ہندوستان میں۔ دہلی۔ قنوج۔ اجمیر۔ یہ سب سے بڑی ریاستیں تھیں۔ لیکن دہلی کے راجہ کو قنوج اور اجمیر کی والیان

ریاست پر بزرگانہ فوقیت حاصل تھی۔ یعنی قنوج کا راجہ جے چند اور والیٔ اجمیر پرتھوی راج (جو رائے پتھورا کے نام سے بھی مشہور تھا) یہ دونوں راجے راجۂ دہلی کے نواسے تھے۔ اس لیئے بخیال ادب و لحاظ۔ یہ دونوں سلطنتیں بھی دہلی کے ہی ماتحت تھیں۔ مگر جب دہلی کے راجہ نے آخری عمر میں اپنے نواسہ پرتھوی راج کو اپنا ولیعہد اور متبنٰی قرار دیا تو جے چند والیٔ قنوج پرتھوی راج کی قدر و منزلت کے حسد سے اس کا مخالف ہو گیا۔

چنانچہ پرتھوی راج اور جے چند کے رشک و عداوت سے بھی شہاب الدین کو بہت فائدہ پہنچا۔ غرضیکہ شہاب الدین کے بالمقابل تمام ہندوستان میں ایک پرتھوی راج ہی تھا۔ جس نے ایک سو سے زیادہ اپنے ماتحت راجوں کو شہاب الدین غوری سے معرکہ آرا ہونے کیلئے تھانیسر کے میدان میں بُلایا۔

یہ مختصر تاریخی واقعات ہم نے اس لئے عرض کئے ہیں۔ تاکہ حضرت باوا صاحب رح کا زمانۂ پیدائش ان تاریخی حالات کے مطابق۔ ناظرین کے ذہن نشین ہو جائیں۔

غرضیکہ یہ وہ دن تھے۔ جب شہاب الدین غوری پرتھوی راج سے برسرِ پیکار تھا۔ انہی دنوں میں خواجہ جمال الدین سلیمان کے عیال و اطفال نہ معلوم عازم سفر ہو کر یا اپنی جاگیر کے علاقہ موضع کتھوال ضلع ملتان میں قیام پزیر ہوئے۔ چنانچہ اسی موضع کتھوال میں ۵۸۴ھ کے دنوں میں آپ (یعنی حضرت فریدالدین سعودؒ) پیدا ہوئے جن کے پیدا ہوتے ہی سارا گھر بقعہ نور بن گیا۔

آپ کی والدہ مخدومہ کو اپنے مقدس فرزند کی زمانۂ شیرخواری

کی حرکات وسکنات سے ہی یہ معلوم ہو رہا تھا۔ کہ بڑے ہو کر آپ عالی مرتبہ بزرگ ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ اور بچوں کی طرح ضدی۔ لالچی۔ وغیرہ نہ تھے۔ بلکہ نہایت سلیمُ الطبع اور منکسر المزاج اور صابر تھے۔ دن رات میں اوقاتِ معینہ پر بہت کم دودھ پیتے تھے۔ اور روٹھنے مچلنے وغیرہ کی عادت آپ میں نہ تھی۔ جب آپ پاؤں چلنے کے قابل ہو گئے تو آپ کی والدہ مخدومہ نے آپ کی تربیت کی بنیاد اسلامی اصول کے مطابق رکھی۔ چلنے پھرنے۔ اٹھنے۔ بیٹھنے۔ لیٹنے۔ سونے۔ وغیرہ غرضیکہ ہر ایک بات آپ کی اسلامی تمدّن کے مطابق تھی۔ ۔دوسرے معنوں میں یہ کہ آپ کی تربیت کا نشو و نما اسلامی گہوارہ تمدن میں ہوا۔ جس کے اثر نے آگے چل کر آپ کو شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب کیا۔

(۳)

زمانہ بچپن اور ظہورِ ولایت

چونکہ تمام مؤرخین آپ کے والد مکرم کی سوانح حیات کے متعلق خاموش ہیں۔ اس لئے تاریخ دنیا سے یہ معلوم کرنا نہایت دشوار ہے۔ کہ آپ کے والد مکرم آپ کی کس عمر تک زندہ رہے۔ صرف اتنا معلوم ہوتا ہے۔ کہ چھ برس کے سن مبارک میں آپ اپنی والدہ مخدومہ کے زیر تربیت ہی پرورش پا رہے تھے۔ اور وہی آپکی نگران حال تھیں۔

چنانچہ آپ کے خلیفہ اعظم حضرت شیخ نظام الدینؒ فرماتے ہیں

کہ ایک رات جب آپ کی والدہ مخدومہ نماز تہجد میں مصروف تھیں۔ اُسی وقت کئی چور آپ کے گھر میں گھس آئے۔ لیکن جیسے ہی اُنہوں نے آپ کی والدہ مخدومہ کو دیکھا۔ سب چور اندھے ہوگئے۔ ایسی حالت میں وہ چوری تو کیا کرتے سب کو وہاں سے لوٹنا مشکل ہوگیا۔ جب راستہ ٹٹولنے پر بھی واپسی کا راستہ نہ ملا تو گھبرا کر نہایت التجا کے ساتھ سب نے ایک آواز ہو کر کہا۔

" اے خدا کے نیک بندو! ہم تمہارے گھر میں بے شک چوری کرنے آئے تھے۔ لیکن سب کے سب اندھے ہوگئے ہیں۔ لہٰذا ہم صدق دل سے توبہ کرتے ہیں۔ کہ آئندہ کبھی چوری نہ کیا کریں گے۔ تم میں سے جو کوئی خدا کا نیک بندہ ہے۔ وہ ہمارے لئے دعا کرے کہ ہم بینا ہو جائیں "

اُسوقت حضرت خواجہ فرید الدین شکر گنج رح کا سن مبارک پانچ سال کے لگ بھگ تھا۔ آپ نے چوروں کی الحاح وزاری سُنتے ہی درگاہِ ایزدی میں یہ دُعا کی۔

" الٰہی یہ تیرے ہی بندے ہیں۔ اور تجھی سے اپنے بُرے کام کی توبہ کرتے ہیں۔ تو اپنے فضل و کرم سے انہیں معاف کر کے ان سب کو بینا کردے "

خداوند کریم نے آپ کی دعا قبول کی۔ اور سب کو بینا کر دیا۔ لکھا ہے۔ کہ صبح کو وہ سب چور مع عیال و اطفال آپ کے گھر میں آئے اور سب نے دین اسلام قبول کر کے تمام عمر آپ کی ہی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ کہ آپ کی تربیت کی معلمہ آپ کی والدہ مخدومہ ہی تھیں۔ اور اس نیک خاتون نے آپ کو اسلامی تمدن

کے گہوارہ میں پرورش کرنے کا عزم بالجزم کرلیا تھا یہی وجہ تھی۔ کہ آپ پانچویں سال سے ہی ہر ایک نماز ادا کرنے کے خوگر ہو گئے تھے۔

لقب شکر گنج کی وجہ تسمیہ

آپ کی والدہ مخدومہ آپ کو نماز کا عادی بنانے کیلئے جہاں ہر طرح کی ترکیبوں سے کام لیتی تھی انہیں ترکیبوں میں یہ محترمہ خاتون اپنی جائے نماز کے پاس آپ کے لئے کچھ شیرینی رکھدیتی تھیں۔ جو صبح اُٹھتے ہی آپ کو دیجاتی تھی۔ اس سے یہ بات ذہن نشین کرنا مقصود تھی کہ جو بچے نماز پڑھتے ہیں اُن کو شیرینی عطا ہوتی ہے"۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو نہ فقط شیرینی سے رغبت ہی ہو گئی بلکہ آپ کو اپنی والدہ ماجدہ کی اس عملی تجویز نے ہی شکر گنج بنا دیا۔ آپ کے اس لقب شکر گنج کی نسبت مختلف روایات ہیں جنہیں ان صفحات پر درج کردیا جائے گا مگر سب سے اوّل اور مشہور روایت یہ ہے

(۱)

ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ اپنی جائے نماز کے پاس آپ کے لئے شیرینی رکھنا بھول گئیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس وقت آپ کی والدہ محترمہ وظیفہ میں مشغول تھیں۔ اس لئے آپ نے خود ہی اپنا دست مبارک اُس جگہ ڈالا تو روزانہ معمول سے زیادہ شیرینی آپ کو وہاں سے ملی۔ ابھی آپ یہ شیرینی کھا ہی رہے تھے۔ کہ اتنے میں والدہ مخدومہ کا وظیفہ ختم کرکے اُٹھیں۔ اور آپ کو شیرینی کھاتے دیکھکر حیرت سے پوچھا۔

"فرید (رض) ! یہ شیرینی کہاں سے پائی ؟"

آپ نے نہایت ادب سے فرمایا۔

"جہاں سے روز ملتی تھی"۔

چونکہ والدہ مخدومہ نے اُس روز جائے مقررہ پر شیرینی رکھی ہی نہ تھی۔ اس لئے آپ فوراً سمجھ گئیں۔ کہ یہ خدا کی دین ہے جو میرے بچے کو غائب سے خداوند کریم نے یہ نعمت عطا کی۔ چنانچہ آپ نے درگاہِ ایزدی میں اُسی وقت یہ دُعا مانگی۔

"الٰہی جس طرح تو نے میرے بچے کو اپنے خزانۂ قدرت سے پُر شیرینی عطا فرمائی ہے۔ اسی طرح اپنی قدرتِ کاملہ سے اس کو گنج شکر کر دے یعنی مطابق شکر کے یہ شیرینی رہے۔"

چنانچہ محترمہ کی یہ دُعا قبول ہوئی۔

(۴)

زمانۂ تعلیم اور حالاتِ سفر

تقریباً سات سال کے سنِ مبارک میں والدہ مخدومہ نے آپ کو تعلیم دینی سے آراستہ کرنے کیلئے مکتب میں داخل کیا۔ آپ کی ذہانت کا یہ عالم تھا۔ کہ جو لفظ ایک دفعہ اُستاد پڑھاتے وہ آپ کے دل پر نقش کالحجر ہو جاتا تھا۔ اس خداداد ذہن رسا نے آپ کے اُستاد کو مبہوت بنا دیا۔ سب سے پہلے آپ نے قرآنِ مجید پڑھا۔ پھر ابتدائی دینیات کی تمام کتابیں خوب غور و خوض سے پڑھیں۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن شریف کو بھی حفظ کر لیا۔

چنانچہ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے آپ ملتان شریف کے مکتبِ عالیہ میں داخل ہوئے۔

بیعت از خواجہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ

چنانچہ ابھی آپ کتاب نافع پڑھ رہے تھے کہ ایک روز اسی مسجد میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ تشریف لائے۔ خواجہ صاحب نے جو آپ کو اس چھوٹی سی عمر میں کتاب "نافع" پڑھتے دیکھا۔ تو انہوں نے نہایت خوش ہو کر آپ سے پوچھا۔

"اے لڑکے کیا چاہتا ہے" (یعنی کس سے فائدہ حاصل کر رہے ہو) آپ کی ذہانت دیکھئے۔ جواب میں فرمایا

"حضرت نافع پیش نظر ہے" (یعنی کتاب نافع پڑھ رہا ہوں) خواجہ صاحب نے آپکے اس جواب سے اور بھی خوش ہو کر یہ دعا دی۔

"انشاء اللہ تو نافع ہوگا" (یعنی لوگوں کو تجھ سے نفع پہنچے گا)۔ یہ دعائیہ کلمہ آپ کے دل میں ایسا کھبا۔ کہ جوش محبت سے اٹھ کر خواجہ صاحب کے ہاتھ چوم لئے۔ اور ساتھ ہی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمتہ کے مرید بھی ہو گئے۔

شجرۂ مریدی

(۱) حضرت سید الکونین ورسول الثقلین حضرت محمدن المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلے آلہ واصحابہ واہل بیتہ وسلم۔

(۲) امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

(۳) شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی النصر حسن بصری رضی اللہ عنہ

(۴) شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی الفضل عبد الواحد بن زید رضؓ۔

(۵) شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابو الفیض فضیل بن عیاض رضؓ۔

(۶) شیخ المشائخ حضرت خواجہ سلطان ابراہیم بن ادہم رضؓ۔

(۷) شیخ المشائخ حضرت خواجہ سدید الدین حذیفۃ المرعشی رضؓ۔

(۸) شیخ المشائخ حضرت خواجہ امین الدین ابی ہبیرۃ البصری رضؓ۔

(۹) شیخ المشائخ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری رضؓ۔
(۱۰) شیخ المشائخ حضرت سرسلسلۂ چشتیاں خواجہ ابی اسحاق شامی رضؓ۔
(۱۱) شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی احمد بن فرستافہ چشتی رضؓ۔
(۱۲) شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی محمد بن احمد چشتی رضؓ۔
(۱۳) شیخ المشائخ حضرت خواجہ ابی یوسف چشتی رضؓ۔
(۱۴) شیخ المشائخ حضرت خواجہ مودود چشتی رضؓ۔
(۱۵) شیخ المشائخ حضرت خواجہ مخدوم حاجی شریف زندنی رضؓ۔
(۱۶) شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہرونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۷) شیخ المشائخ حضرت خواجہ حسن سنجری ثم اجمیری رضؓ
(۱۸) شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار اوشی کاکی خواجہ قطب الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۱۹) شیخ المشائخ حریقۃ المحبت الامام العارفین سلطان الزاہدین حضرت خواجہ فرید الحق والدین مسعود گنجشکر الاجودھنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطبؒ الدین بختیار اوشی کاکی علیہ الرحمۃ جب ملتان شریف سے دہلی واپس تشریف لے جانے لگے تو آپ نے بھی اُن کے ساتھ دہلی جانے کی تمنا کی۔ لیکن خواجہ صاحبؒ نے آپ کو یہ ارشاد فرمایا۔

"تم ابھی طالب علم ہو۔ اس لئے خوب محنت سے علم حاصل کرو۔ کیونکہ بے علم زاہد مسخرہ شیطان ہے۔ جب تحصیل علم کرلو تو پھر میرے پاس دہلی چلے آنا"

چنانچہ اسی نصیحت کے مطابق آپ نے تحصیل علم و عمل کیلئے کمر ہمت باندھی۔

ملتان سے قندھار و غزنی

ہمیں افسوس ہے۔ کہ دنیا میں ہمیں آپ کے اکثر باترتیب واقعات نہیں ملتے۔ اور نہ اس بات کا پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کی والدہ مخدومہ آپ کے کس سن مبارک تک زندہ رہیں۔ تاہم جسقدر ہم نے آپ کی مبارک سوانح حیات کو باترتیب لکھنے کی محنت شاقہ کی ہے۔ اس کی تحقیق و تطبیق سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے اپنی والدہ مخدومہ کی حیات میں تحصیل علوم ظاہری و باطنی کیلئے سفر اختیار نہیں کیا۔ بلکہ اس خدا پرست خاتون کے سفر آخرت کے بعد ہی آپ ملتان سے قندھار عازم سفر ہوئے ہوں گے۔ اور غالباً یہی آپکا پہلا سفر ہے۔

علم دین کی اکثر کتابیں تو آپ ملتان شریف میں ہی پڑھ چکے تھے۔ اور ساتھ ہی اس علم ظاہری کے باطنی فیض بھی حاصل کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے شیخ بہاؤ الدین ذکریا رضہ ملتانی رح سے فیض باطنی حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت اوحدالدین رح کرمانی سے فیض یاب ہوئے۔ پھر قندھار پہنچے۔ کچھ عرصہ وہاں علمی و عملی برکات سے بہرہ ور ہوئے۔ قندھار سے غزنی تشریف لائے۔

وہاں بھی کچھ عرصہ کئی درویشوں کی صحبت میں رہے چنانچہ آپ کا قول ہے۔ کہ میں غزنی میں ایک درویش کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس سے دریافت کیا۔ کہ

"حضرت محبت کی بھی کوئی حد ہے؟"

وہ درویش یہ بات سنتے ہی ناراض ہو کر یوں گویا ہوئے۔

"اللہ تعالےٰ کی محبت کی کوئی حد نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی شمشیر

محبت کی آگ ہے جس پر گذرتی ہے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے"۔

سیستان بدخشان و بخارا کا سفر

غزنی کو چھوڑ کر آپ سیستان کی طرف بڑھے چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"میں سیستان میں کئی ہمراہیوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو وہاں شہر کے باہر ایک غار تھا۔ جس میں ایک درویش عبادتِ الٰہی میں ایسے مشغول تھے کہ میں نے کسی درویش کو عبادتِ الٰہی میں ایسا مشغول نہیں دیکھا۔ چنانچہ جس وقت میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت وہ قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف تھے۔ جب وہ تلاوت سے فارغ ہوئے تو انہوں نے میری طرف مخاطب ہو کر یہ حکایت بیان فرمائی۔

"اے برخوردار۔ میں نے بہت سیاحی کی ہے۔ چنانچہ میں ایک دفعہ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بزرگ ایک ایسے سُنسان جنگل میں رہتے تھے۔ جہاں پرندا بھی پَر نہ مار سکتا تھا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ایسی سُنسان جگہ پر اس بزرگ کو کہاں سے کھانا ملتا ہو گا۔ چونکہ وہ بزرگ روشن ضمیر تھے۔ انہوں نے میری طرف دیکھکر کہا۔

"اے درویش۔ کیا تو خدا کو رزاق نہیں سمجھتا۔ کیا خداوند کریم کا یہ ارشاد نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ یعنی اللہ تعالےٰ یہ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اے میرے بندو خواہ آبادی میں ہو یا ویرانہ میں جہاں تم ہو گے۔ جو تمہاری قسمت کا ہے۔ تمکو برابر ملے گا"۔

یہ ارشاد فرماتے ہی انہوں نے مجھسے کہا۔
"لے اب قدرت کا تماشا دیکھ"!
یہ بات سُنتے ہی جب خوف کے مارے میرا بدن تھرّانے لگا تو اس بزرگ نے مجھے حکم دیا۔
کہ "یہ پتھر تیرے سامنے رکھا ہے۔ اس کو اُٹھاکر توڑ ڈال"!
چنانچہ میں نے اس بزرگ کے حکم مطابق اس پتھر کو جیسے ہی توڑا تو اُسمیں سے ایک کیڑا نکلا جو ایک سرسبز پتّا اپنے مُنہ میں لئے ہوئے تھا۔ ابھی میں یہ کرشمہ دیکھکر حیران سا ہو رہا تھا تو اُس بزرگ نے فرمایا۔
"اے درویش دیکھا تو نے جس کو اللہ تعالےٰ نے اس پتّھر میں رکھا ہے وہیں اسے رزق بھی دیتا ہے۔ کیا تو اب بھی سمجھا ہے یا نہیں۔ جو میری تقدیر میں اُسنے لکھدیا ہے وہ مجھے یہاں بھی مل جاتا ہے"!
غرضیکہ میں اس بزرگ کے پاس ایک رات اور ایک دن رہا۔ جب افطار کا وقت ہوا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ کہ اُس نے دو روٹیاں اور حلوا نہایت ادب سے اُس بزرگ کے پیش کیا جب وہ شخص چلا گیا تو اس بزرگ نے مجھے اپنے دسترخوان پر بلاکر کہا۔
"آؤ روزہ افطار کرو۔ اب بھی تمہیں اطمینان ہوا کہ نہیں۔ کیونکہ تمکو تو یہی فکر تھا۔ کہ یہ درویش کہاں سے کھاتا ہوگا"!
برخوردار میں اُس بزرگ سے رخصت ہو کر اسجگہ تیس (۳۰) برس سے جس کا کام کرتا ہوں وہی مجھے رزق بھی پہنچا دیتا ہے۔ بلکہ اور بھی۔ جو کوئی یہاں پہنچ جاتا ہے۔ وہ بھی کبھی یہاں سے بھوکا نہیں گیا"!

اُس درویش کی یہ حکایت سُنتے اُسی جگہ شام ہوگئی تو میں نے (یعنی حضرت بادشاہ صاحب) اور اُس درویش نے مل کر نماز ادا کی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد دیکھتا ہوں کہ ایک شخص سر پر خوان دھرے نمودار ہوا۔ اور وہ خوان اس درویش کے سامنے رکھکر چلا گیا۔ چنانچہ میں نے اور اس درویش نے کھانا تناول کیا۔ جب پانی کی ضرورت ہوئی تو اس درویش نے جس جگہ زمین پر لات ماری وہیں پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ چنانچہ جب ہم دونوں خوب شکم سیر ہو گئے تو وہ خوان اور چشمہ بھی خودبخود غائب ہو گئے۔ رات بھر میں وہیں رہا۔ اور صبح کو رخصت ہوتے وقت جب میں نے اُس بزرگ سے مصافحہ کرنا چاہا تو دیکھتا ہوں۔ کہ اُن کا ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے میرے دل میں خیال آیا جاتے یہ کیا ماجرا ہے۔ یعنی اس درویش کا ہاتھ کیسے کٹ گیا ہے۔ میرے دل میں ابھی یہ خیال ہی گذرا تھا۔ کہ اس روشن ضمیر درویش نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔

"برخوردار بات یہ ہے۔ کہ میں ایک روز تجدید وضو کیلئے اس غار سے نکلا تھا۔ دیکھا کہ غار کے باہر کچھ اشرفیاں بکھری پڑی ہیں۔ ان اشرفیوں کو دیکھکر میرے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ اشرفیاں سمیٹ لینی چاہئیں۔ چنانچہ میں اشرفیاں اُٹھانے ہی لگا تھا۔ کہ غیب سے میں نے کسی کو یہ کہتے سُنا۔

"اے مدعی کیا تو نے ہم سے یہی عہد کر رکھا تھا۔ کیا اسی کا نام توکل ہے۔ جو اشرفیوں کو دیکھکر تو۔ تُو نے اپنا دست دراز کر دیا۔ مگر ہم پر تُو نے بھروسہ نہ کیا"

پس جوں ہی میں نے یہ آواز سنی فوراً اسی وقت اس ہاتھ کو کاٹ کر پھینکدیا۔ یہ جو تم نے میرے اس کٹے ہوئے ہاتھ کی نسبت

خیال کیا تھا۔ اس لئے میں نے اس کا حال تم سے کہدیا۔ کیونکہ جو ہاتھ اللہ کی مرضی کے خلاف کام کرے اُس کو الگ کر دینا ہی اچھا ہے"

یہ واقعہ آپ کی زبان مبارک کا نقل کردہ ہے۔

اسی طرح ایک جگہ آپ پھر یہ واقعہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"کہ میں ایک دفعہ سیستان کی طرف سفر کر رہا تھا۔ جب میں سیوستان پہنچا تو وہاں کے کئی ایک ولیوں اور بزرگوں سے میری ملاقات ہوئی۔ چنانچہ جب میں شیخ محمد سیستانی (جو بزرگان دین میں سے تھے) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس وقت آپ کی خدمت میں بہت سے درویش مسئلہ سلوک کے متعلق بحث کر رہے تھے اتنے میں ایک شخص حاضر ہوا۔ جسکو دیکھکر شیخ محمد سیستانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ کہ تو اولاد کی خواہش رکھتا ہے۔ اگر تو اس آیت "رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ" کو بلا ناغہ پڑھا کرے تو خداوند کریم تجھے فرزند صالحہ عطا کرے گا"

چنانچہ سیستان سے بخارا جاتے ہوئے آپ بدخشاں میں بھی تشریف لے گئے تھے۔ آپ کا بدخشاں میں تشریف لیجانا آپ کے اس ارشاد سے ثابت ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"میں جس زمانہ میں بدخشاں میں گیا تھا۔ اُس وقت وہاں کئی اولیاء اور بزرگ تھے۔ چنانچہ اُنہیں بزرگوں میں سے حضرت عبدالواحدؒ شیخ ذوالنون مصریؒ کے پوتے شہر بدخشاں کے باہر ایک غار میں رہتے تھے۔ جب میں نے اُن کا حال سنا تو اُس غار میں پہنچکر کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ بزرگ نہایت نقاہت کی

حالت میں ایک پاؤں کے سہارے نماز میں کھڑے ہیں۔ اور اُن کا دوسرا پاؤں کٹا ہوا جائے مقام سے باہر پڑا ہے۔ میں نے اُن کو اس عالم تحیر میں کھڑا دیکھا۔ نہایت ادب سے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اشارۃً مجھے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اور میں نے بھی اُن کے اس تعمیل حکم میں تین دن اور تین رات برابر کھڑا رہا۔ تو آخر مجھ سے مخاطب ہو کر یوں گویا ہوئے۔

"اے فرید! میرے پاس نہ آنا تاکہ جل کر خاک نہ ہو جائے۔ اور مجھ سے دور بھی نہ رہنا ورنہ مہجور رہیگا"

اِس ارشاد کو سُنکر میں نے اُن کا حال دریافت کیا۔ تو اُنہوں نے فرمایا۔

"میں ستر برس سے اس نماز میں کھڑا ہوں۔ ایک دفعہ ایک عورت ادھر سے گذری تھی اُسے دیکھ کر میرے دل کو اس کی کچھ رغبت سی ہوئی اور میں نے اس نماز سے نکلنے کا جیسے ہی ارادہ کیا۔ تو پردۂ غیب سے میرے کان میں یہ آواز آئی۔

'اے مدعی! کیوں تو نے ہم سے یہی عہد کیا تھا۔ کہ ہمارے بغیر کسی سے عہد نہ کروں گا'

بس یہ ندائے غیب سُنتے ہی میں نے اُس پاؤں کو جسے غار سے نکلنے کیلئے میں نے حرکت دی تھی) کاٹ کر باہر پھینکدیا۔ اس بات کو تیس برس گذر گئے ہیں۔ اور اس وقت سے میں اپنے مالک حقیقی سے نہایت شرمندہ ہوں۔ کہ قیامت کے دن اُسے کیا مُنہ دکھاؤنگا"

حضرت عبدالواحد علیہ الرحمۃ کا یہ واقعہ سُنکر مجھے اُن سے ایسی عقیدت ہوئی۔ کہ میں کئی روز اُنہی کی خدمت میں رہا۔

میں نے بچشم خود وہاں دیکھا۔ کہ افطار کے وقت دودھ اور کچھ چھوہارے ایک طباق میں آپ کے سامنے آجاتے تھے۔ پہلے روز میں نے اُن چھوہاروں کو گنا تو دس تھے اس پر آپ فرمانے لگے۔

"پہلے پانچ ہی چھوہارے آتے تھے مگر جب تک تم یہاں رہو گے دس چھوہارے ہی آیا کریں گے۔ کیونکہ یہ پانچ چھوہارے تمہارا حصّہ ہے"

اسی طرح ایک دفعہ والیٔ بدخشاں شاہی ٹھاٹھ کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور زمین بوس ہو کر نہایت ہی ادب سے کھڑا رہا۔ آپ نے اُسے دیکھ کر فرمایا۔

"کس غرض سے آئے ہو" والیٔ بدخشاں نے عرض کیا۔

"حضور، والیٔ سیستان خراج نہیں دیتا۔ اگر آپ کا ارشاد ہو تو اس پر فوج کشی کیجائے"

یہ سُنکر وہ بزرگ ہنسے۔ اور ایک لکڑی اُٹھا کر اُنہوں نے سیستان کی طرف پھینک کر فرمایا۔

"تو ہم نے بادشاہ وقت کے نافرمان شخص کو مار ڈالا"

چنانچہ والیٔ بدخشاں یہ سُنتے ہی نہایت ادب سے رخصت ہوا۔ اور چند ہی دنوں کے بعد اسے یہ معلوم ہوا۔ کہ حاکم سیستان اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا اچانک دیوار میں سے ایک لکڑی نکلکر اس زور سے اس کی گردن پر پڑی جس سے اس کا سر تن سے جُدا ہو گیا"

چنانچہ آپ بدخشاں میں کچھ عرصہ رہکر بخارا میں تشریف فرما ہوئے وہاں بھی آپ نے بزرگان دین کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی و عملی فیض حاصل کیا۔

بخارا سے بغداد میں

بخارا میں وارد ہونے کی نسبت آپ کا یہ ارشاد ہے۔

"کہ بدخشاں کے ولی کامل حضرت عبدالواحد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں جتنا عرصہ میں رہا مجھے اُن سے بہت فیض پہنچا۔ آخر اُن سے رخصت ہو کر بخارا میں آیا۔ وہاں میں شیخ سیف الدین باخرزیؒ (جو بڑے باہیبت اور باعظمت بزرگ تھے) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُنہوں نے مجھے دیکھکر فرمایا۔

"بیٹھ جا" جب میں نہایت ادب کے ساتھ اُن کے سامنے بیٹھ گیا۔ تو آپ مجھے دیکھکر بار بار یہی فرماتے۔

"کہ یہ مشائخ زمانہ میں سے ہے۔ اور اس کے بہت سے مرید ہوں گے"

کچھ دیر بعد آپ نے اپنا سیاہ کمبل میری طرف پھینک کر فرمایا۔

"کہ لے اسے اوڑھ لے"

میں نے اُن کے حکم کی تعمیل کی۔ جب تک میں رہا ہر روز یہ ہی دیکھا گیا۔ کہ تقریباً ایک ہزار شخص ہر روز آپ کے دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ جب وہ لوگ کھانا کھا لیتے اور دستر خوان اُٹھ جاتا۔ پھر بھی اگر کوئی شخص یعنی کسی وقت بھی آجاتا۔ تو وہ آپ کے دستر خوان سے محروم نہ جاتا تھا۔

آخر اس فیض رسان بزرگ سے رخصت ہو کر میں وہاں سے پلٹا۔ تو ایک رات میں نے ایک مسجد میں بسر کی۔ وہاں میں نے سُنا کہ یہاں سے نزدیک ایک عبادت خانہ ہے۔ اور اُس میں ایک بہت بڑے بزرگ تشریف فرما ہیں۔ یہ بات سُنکر میں

اُس بزرگ کی زیارت کرنے کے لئے اُس عبادت خانہ میں گیا۔ وہاں میں نے ایک ایسے باہیبت اور باعظمت بزرگ کو دیکھا کہ اس سے پہلے کسی ایسے باہیبت بزرگ کو نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ وہ بزرگ عالمِ تفکر میں کھڑے ہوئے آسمان کی طرف آنکھیں لگائے تھے۔ تین چار روز تک متواتر میں نے اُن کو اسی حالتِ استغراق میں دیکھا۔ جب وہ ہوش میں آئے تو میں نے سلام عرض کیا۔ آپ میرے سلام کا جواب دینے کے بعد یوں گویا ہوئے۔

"اوہو..... تم کو میری وجہ سے تکلیف ہوئی؟ خیر آؤ بیٹھو۔"

جب میں اُن کے ارشاد پر ادب سے اُن کے پاس بیٹھ گیا تو فرمانے لگے۔

"میں شمس العارفین کی اولاد میں سے ہوں تیس برس ہوئے دہشت اور حیرت کے سوا مجھے کچھ نصیب نہ ہوا۔ تو جانتا ہے۔ کہ یہ کیا بات ہے۔؟"

میں نے عرض کیا "حضور ہی فرمائیں۔"

اس پر آپ نے فرمایا سیدھی راہ یہی ہے۔ کہ جس نے اس راستہ پر راستی کے ساتھ قدم رکھا۔ وہ رہا ہوا۔ اور جس نے ذرہ بھر بھی بغیر رضائے دوست قدم سرکایا چل گیا۔"

اس کے بعد فرمایا۔

"اے فرید! جس دن مجھے دربار میں بلایا گیا۔ اس وقت ستر حجاب میں نے دیکھے مجھے حکم ہوا "آ" چنانچہ جب میں پہلے حجاب میں گیا۔ تو میں نے مقربان بارگاہ ایزدی کو دیکھا۔ کہ وہ صف باندھے کھڑے ہیں۔ اور اپنی دونوں آنکھیں ہوا کی طرف لگائے

ہیں۔ اُن کا راز و نیاز سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ ہر ایک زبان حال سے یہ عرض کر رہا تھا۔ الٰہی ہم تیرے دیدار کے مشتاق ہیں۔ غرضیکہ ہر حجاب میں ایک دوسری صفت اور دوسری محبت مختلف دکھلائی دیتی تھی۔ جب میں آخری حجاب یعنی حجاب خاص پر پہنچا۔ تو آواز آئی۔

"کہ اے فلانے اس حجاب میں وہ شخص آتا ہے۔ جو تمام دُنیا بلکہ اپنے آپ سے بھی بیگانہ ہو"

میں نے عرض کیا۔

"کہ میں سب سے بیگانہ ہوا"

پھر یہ ندائے غیب میرے کان میں آئی

"جب تو اس راہ میں سب سے بیگانہ ہوا۔ تو اب تو ہمارے ساتھ یگانہ ہوا"

میں نے آنکھیں بچھادیں۔ جب آنکھیں اُٹھیں۔ تو میں نے اپنے آپ کو اس عبادت کدہ میں پایا۔ بس اے فرید! تو اس راہ میں سب سے بیگانہ ہو۔ تاکہ اللہ تعالےٰ سے یگانہ ہو"

غرضیکہ بخارا سے آپ بغداد شریف کی طرف عازم سفر ہوئے۔ آخر کئی روز کی مسافت کے بعد آپ شہر بغداد میں وارد ہوئے۔ وہاں بھی آپ عالمان کرام صوفیان عظام کی تلاش ہوئی جس سے آپ نے علم دین کے علاوہ علم روحانی بھی حاصل کیا۔

چنانچہ بغداد شریف میں تشریف فرما ہونے کی نسبت آپکی زبان مبارک کا واقعہ اس طرح ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

"کہ یہ دعا گو جب شہر بغداد میں پہنچا تو میں نے وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا۔ کہ یہاں کون کون عالم باعمل ودرویش

ہیں۔ چنانچہ بعض لوگوں سے ایک درویش کا پتہ ملا۔ کہ وہ دریائے دجلہ کے کنارے ایک غار میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُن کو نماز پڑھنے میں مشغول پایا جب آپ فارغ ہو چکے تو میں نے سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیکر مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اُن کے ارشاد کی تعمیل کی۔ اور نہایت ادب سے جب اُن کے سامنے بیٹھا تو میں نے انکو بہت باعظمت پایا۔ اُن کا چہرہ انور چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا تھا۔ اپنی اپنی نورانیت کی تجلّی انہوں نے مجھپر ڈالتے ہوئے فرمایا۔

"کس جگہ سے آئے ہو؟"

میں نے عرض کیا۔

"حضرت اجودھن سے"

اس پر آپ نے فرمایا۔

"جو درویشوں کے پاس حُسن ارادت سے آیا وہ بزرگ ہوا"

اس کے بعد فرمایا۔

"اے مولانا فرید! آج اس غار میں رہتے ہوئے مجھے پچاس برس کے قریب ہو گئے ہیں۔ میری خواہش نفسانی۔ سوا گھاس پات کے اور کچھ نہیں۔ میں خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمتہ کی اولادیں سے ہوں۔ اے فرید! یہ ستائیس ۲۷ ویں شب رجب کی تھی۔ جو چلی گئی ہیں اس شب کو شب بیدار تھا اس شب کی فضیلت میں تم سے کیا بیان کروں۔ اگر تم سُننا چاہتے ہو تو سُناؤں؟"

میں نے نہایت ادب سے عرض کیا۔

"حضرت ضرور ارشاد فرمائیں!"

اس پر یوں فرمانے لگے۔

"تیس ۳۰ سال ہوئے ہوں گے۔ مگر مجھکو یہ معلوم نہیں، کہ رات کس وقت گذر جاتی ہے۔ میں نے اس عرصہ میں اپنا پہلو زمین پر نہیں لگایا۔ لیکن شب جب کو میں اپنے مصلی پر تھا کہ مجھے غنودگی سی چھا گئی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے ستر ہزار فرشتے زمین پر آئے اور میری روح کو آسمان پر لے گئے۔ چنانچہ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ فرشتے آسمان کی طرف آنکھیں لگائے یہ تسبیح پڑھ رہے ہیں "سُبحَانَ ذِی المُلکِ وَالمَلَکُوت" میرے کان میں غیب سے ندا آئی کہ "کہ فرشتے جب سے پیدا کئے گئے ہیں اسی طرح استادہ یہ تسبیح پڑھ رہے ہیں"

اس کے بعد میری روح کو دوسرے آسمان پر پہنچایا گیا۔ وہاں بھی میں نے قدرت الٰہی کا عجیب تماشا دیکھا۔ پھر قدرت الٰہی سے جہاں مجھے پہنچانا تھا وہاں پہنچایا گیا۔ وہاں عرش کے نیچے سے ندا آئی۔

"کہ بس یہیں ٹھہرو"

بس میں وہیں ٹھہر گیا۔ مینے دیکھا کہ وہاں تمام اولیاء موجود تھے۔ میں نے اپنے دادا حضرت جنیدؒ بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی وہاں دیکھا۔ جو اپنا سر نیچا کئے ہوئے کھڑے تھے۔ پھر یہ ندائے غیب میرے کانوں میں پہنچی۔

"اے فلانے تو نے حق عبادت اچھا ادا کیا۔ یہ اُس کا بدلہ ہے۔ کہ ہم نے تجھ کو علیین میں جگہ عطا کی"

میں اس ارشاد کے سنتے ہی نہایت خوش ہو کر سجدہ میں

اُگیا۔ پھر ارشاد ہوا۔

"کہ سر اُٹھا"

جب مجھے کچھ جرأت ہوئی تو مینے عرض کیا۔ اسا سے آگے جانے کا ارشاد ہو۔ اس پر یہ ندائے غیب آئی۔

"اس مقام سے آگے جانے کی ابھی تجھے اجازت نہیں۔ تیرے مدارج کا یہی مقام ہے۔ جب تو اس سے زیادہ کام کرے گا۔ جب تیرا مقام اس سے آگے ہوگا۔ کیونکہ جو لوگ تجھ سے زیادہ اکمل ہیں اُنکی حجاب اعظم تک رسائی ہے"

یہ ارشاد سُنتے ہی میں خاموش ہو گیا۔ اور اپنے دادا جنید رح کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔

"حضرت آپ اس طرح سرنگوں کیوں ہیں۔؟"

اُنہوں نے فرمایا۔

"جب تم کو یہاں لایا گیا تو مجھے یہ فکر لاحق ہوا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو نے ہمارے خلاف عمل کیا ہو۔ یا خداوند کریم کی بندگی میں کچھ قصور کیا ہو۔ اور مجھے تمہارے اس طرح لائے جانے پر اس بات سے شرمسار ہونا پڑے۔ کہ جنید کی اولاد اُس کے مسلک کے خلاف ہے"

اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ بس اے فریدہ۔ جو کوئی اللہ تعالےٰ کے کام میں مصروف ہے۔ وہ (یعنی اللہ تعالےٰ) اُس کے کام میں مصروف ہے"

اسی طرح حضرت بابا صاحب علیہ الرحمتہ کا یہ بھی ارشاد ہے

"کہ ایک بزرگ بغداد شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ اور اللہ اللہ بہت کیا کرتے تھے۔ ایک روز وہ راستے میں جا رہے تھے۔ اُن کا سر مبارک ایک لکڑی سے زخمی ہو گیا۔ مگر جو

قطرہ خون کا ان کے زخم سے ٹپکتا تھا۔ وہ زمین پر گر کر اللہ اللہ کا نقش بن جاتا تھا۔"

بغداد سے ملتان اور ملتان سے دہلی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں

غرضیکہ آپ بغداد سے علوم ظاہری و باطنی تحصیل کر کے سیدھے ملتان شریف میں تشریف لائے۔ اور سب سے پہلے آپ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ سے ملاقی ہوئے۔ بعد سلام و مصافحہ حضرت بہاؤ الدین رح نے آپ سے دریافت فرمایا "کہو کیا کچھ حاصل کیا۔ اور کسقدر کمالات حاصل کئے؟"

آپ نے فرمایا۔

"اگر میں یہ کہوں۔ کہ جس کرسی پر آپ تشریف رکھتے ہیں۔ ہوا میں قائم ہو جائے تو انشاء اللہ ہو...... جا...... ئے...... گی!"

چنانچہ ابھی آپ کی زبانِ مبارک سے یہ کلمہ پورے طور نکلنے بھی نہ پایا تھا کہ حضرت بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ کی کرسی ہوا پر قائم ہو گئی۔

جب بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ نے کرسی پر ہاتھ مارا۔ تو وہ پھر زمین پر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد حضرت باوا صاحب علیہ الرحمۃ سے فرمایا۔

"فرید۔ تم نے بہت کمال حاصل کیا۔"

چنانچہ چند روز باوا صاحب حضرت بہاؤ الدین کے پاس رہے۔ اس کے بعد۔ آپ دہلی میں تشریف لائے اور حضرت قطب الدین بختیار اوشی کاکی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے

حضرت بابا صاحبؒ کا قول ہے "کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کو میں نے بہت باکمال دیکھا۔ اس لئے میں نے اپنے آپ کو اُن کے حوالے کر دیا۔ (یعنی شرف بیعت حاصل کیا)"

غرضیکہ آپ کے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی علیہ الرحمۃ نے شرف مریدی بخشتے ہی آپ کو فرمایا۔

"کہ طے کا روزہ رکھا کرو۔ یعنی تین دن کے بعد روزہ افطار کیا کرو"

تب آپ نے اس ارشاد کی تعمیل کی۔ تو ایک روز افطار کے وقت ایک شخص کھانا لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس شخص کو ایک مسلمان میزبان خیال کرکے اُس کی دعوت کا کھانا تناول فرمالیا۔ لیکن وہ کھانا کھاتے ہی آپ نے زمین دیکھی یعنی جو کچھ کھایا تھا وہ سب اُلٹ آیا۔ یہ حالت جب کہ آپ نے اپنے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی علیہ الرحمۃ سے بیان فرمائی۔ تو خواجہ قطب صاحبؒ نے فرمایا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ کھانا کسی شراب فروش کے ہاں کا تھا۔ خداوند کریم نے کرم کیا۔ جو وہ تمہارے پیٹ میں نہ رہا۔ بس اب احتیاط رکھو اور کسی کے ہاں کا کھانا مت کھایا کرو۔ بلکہ جس طرح روزہ افطار کے وقت جو کچھ درگاہ ایزدی سے تمہارے پاس پہنچے وہ کھالیا کرو"

چنانچہ آپ نے اپنے پیر روشن ضمیر کے اس ارشاد کی تعمیل

کی۔ لیکن بین روز کی بجائے جب آپ کو چھ دن بغیر کھانا کھائے گذر گئے۔ تو آپ سخت بے طاقت ہو گئے۔ اس حالت ضعف میں رات کے وقت آپ نے زمین پر ہاتھ مار کر چند سنگریزے اُٹھا کر اپنے مُنہ میں جیسے ہی ڈالا تو وہ شکر ہو گئے آپ کو جب شیرینی کا مزا معلوم ہوا۔ تو اُسی وقت تھوک دیا۔

صبح کو اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا۔

"تم گنج شکر ہو۔ غیب سے جو کچھ تمکو ملا تھا وہ بے عیب تھا۔ آئندہ تم نعمتِ خداداد کی قدر کرو۔ اور اُسی سے روزہ افطار کیا کرو۔"

کتاب سیرۃ الاقطاب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت بابا صاحبؒ نے چند سال دہلی میں بھی عبادت و ریاضت میں گذارے ایک روز آپ سُنسان میدان میں مصروف عبادت تھے۔ پیاس نے جو زیادہ ستایا۔ تو آپ کنوئیں کی تلاش میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ کئی میل چلنے کے بعد ایک کنوًاں تو ملا۔ لیکن اس پر ڈول تھا نہ رسی آپ ابھی اسی تشویش میں تھے کہ اس کنوئیں سے پانی کیسے نکالا جائے۔ اسی وقت دو ہرن آپکے سامنے جیسے ہی کھڑے ہوئے۔ کنوئیں کا پانی جوش مار کر منہ تک آگیا۔ اور وہ دونوں ہرن پانی پیکر قلانچیں بھرتے ہوئے چلتے بنے۔ آپ کو یہ واقعہ دیکھکر نہایت حیرت ہوئی اور اسی حیرت میں آپ بھی اُس کنوئیں سے چلو بھرنے کو تھے۔ مگر کنوئیں کا پانی تہہ تک جا پہنچا۔ یہ حالت دیکھکر آپ اور بھی حیران ہو گئے۔ اور

نہایت مایوسی کے ساتھ درگاہِ ایزدی میں یہ التجا کی۔

"بار الٰہ ۔ ہرنوں کو تو تو نے پانی پلایا اور مجھے محروم رکھا۔ یہ کیا اسرار ہے ۔ ؟"

پردۂ غیب سے یہ آواز کانوں میں سُنائی دی۔

"یہ تیرا قصور ہے ۔ کیونکہ تو نے تو رسّی اور ڈول پر توکل کیا تھا مگر ہرن مجھ پر توکل رکھتے تھے ۔ اس لئے میں نے اُن کو سبب کردیا۔ اور تو محروم ہوا۔"

اس ندائے غیب سے آپ مارے خوف کے تھرّا گئے۔ اور چالیس دن تک آپ نے اس قصور کی بنا پر اپنے نفس کو پانی نہ دیا بلکہ اُسی کنوئیں پر چلّۂ معکوس کھینچا۔

جامع مسجد دہلی میں آپ کا اعتکاف

ایک دفعہ آپؒ اور آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطبؒ الدین بختیار اوشیؒ کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی حمیدؒ الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ و شیخ بدر الدین غزنوی رحمۃ اللہ علیہم جامع مسجد دہلی میں معتکف تھے۔ (یہ آپؒ کا ہی ارشاد ہے) کہ ہم سب میں یہ صلاح پائی کہ ایک ٹانگ کے سہارے دو رکعتوں میں تمام رات عبادت الٰہی میں بسر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ رات کے وقت قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ امام بنے اور ہم تینوں اُن کے مقتدی مگر سب ایک پاؤں کے سہارے کھڑے تھے۔ چنانچہ نصف رات تک قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رکعت میں ایک قرآن مجید ختم کرنے کے علاوہ چار پارے اور پڑھے۔ اور دوسری رکعت میں علی الصباح تک دوسرا کلام مجید ختم کرکے سلام پھیرا۔ اور درگاہِ ایزدی میں یہ دعا کی۔

"الٰہی تیری عبادت کا حق ہم سے ادا نہیں ہو سکا۔ لیکن تو ہمیں بخشدے اور ہمیں اپنی عبادت کرنے کا حوصلہ عطا فرما۔"

غرضیکہ چند سال دہلی میں رہنے کے باعث جب آپ کے زہد و انقار کا چرچا ہوا۔ اور لوگوں نے آپ کو گھیرنا شروع کیا۔ تو

ہانسی سے اجودھیا میں

آپ دہلی سے ہانسی میں تشریف لے گئے ہانسی میں بھی لوگوں نے پیچھا نہ چھوڑا تو آپ نے وہاں سے اجودھیا میں جانا اس لئے بھی مناسب خیال فرمایا۔ کہ اس وقت اجودھیا کے لوگ بڑے سخت دل اور بت پرست تھے۔ بلکہ بندگانِ خدا کو ایذا دیتے تھے۔

آپ معہ عیال و اطفال پا پیادہ سفر کرتے ہوئے جب اجودھیا شہر کے قریب پہنچے۔ تو آپ نے شہر سے باہر کریر کے درختوں کے نیچے ہی اپنا قیام فرمایا۔ اس وقت سوائے خدا کے کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ عیال و اطفال کو کئی روز تک کھانا نہ ملتا تھا۔ لیکن رضائے مولا پر سب خوش تھے۔ آپ تو اکثر روزہ دار رہا کرتے تھے۔ تیسرے روز روزہ افطار بھی کرتے۔ تو کریر کے پھل سے۔

ایک روز آپ اسی ویرانہ میں ایک گاؤں کی پگڈنڈی پر ٹہل رہے تھے۔ آپ نے دیکھا۔ کہ ایک عورت سر پر دودھ کی مٹکی رکھے تیز قدمی کے ساتھ ہانپتی کانپتی جا رہی ہے۔ اس عورت سے آپ نے اس گھبراہٹ کا سبب جو پوچھا۔ تو اس نے رو کر یہ عرض کی۔

"بابا۔ کیا کہوں۔ فلانے قصبہ میں ایک جوگی رہتا ہے اس نے

ہم غریبوں کو تنگ کر رکھا ہے۔ ہر گھر سے ایک روز کا دودھ اُس نے اپنے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ جس گھر کے لوگ اُس کو دودھ نہیں پہنچاتے اُن کی گائے بھینسوں کا دودھ خون ہو جاتا ہے۔ اس ڈر کے مارے ہر ایک گھر والے باری باری اُس جوگی کو دودھ پہنچانے جاتے ہیں چنانچہ آج ہماری باری ہے۔ بلکہ مجھے کچھ دیر ہو گئی ہے کہیں وہ ہمارے پر کوئی آفت نازل نہ کر دے"

"آپ نے اُس عورت کی زبانی یہ واقعہ سنتے ہی جذبے میں آکر فرمایا۔ سوائے خدا کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ اُس جوگی کے پاس دودھ لیجانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج تو یہیں بیٹھ جا۔ دیکھ کیا ہوتا ہے؟"

یہ ارشاد سنتے ہی وہ عورت کانپ گئی۔ اور ساتھ ہی اس کے دل میں اطمینان سا پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ عورت بیٹھ گئی۔ اور اس نے وہ دودھ فقراء میں تقسیم کر دیا۔

ابھی وہ نیک بخت عورت اسی تشویش میں تھی کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے کہ اتنے میں اُس جوگی کا چیلا۔ دودھ نہ پہنچنے کے باعث دریافت حال کرنے کیلئے آرہا تھا۔ راستے میں اُس نے جو دیکھا۔ کہ گرو کے حصہ کا دودھ اس عورت نے ان فقیروں کو تقسیم کر دیا ہے۔ تو وہ خرافات بکنے لگا۔ حضرت باوا صاحبؒ نے۔ جو جوگی کے چیلے کو خرافات بکتے دیکھا تو آپ نے جوشِ غضب میں کہا۔

"زبان بند کر"

آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکلتے ہی اُس کی زبان بند ہو گئی۔ اور وہیں کا وہیں زمین پر چپک کر رہ گیا۔

کچھ دیر گذرنے کے بعد۔ اُس جوگی کا دوسرا چیلا حال معلوم کرنے

کیلئے جو وہاں پہنچا تو وہ بھی وہیں کا وہیں گر گیا۔ غرضیکہ اُس جوگی نے اپنے جتنے چیلے بھیجے سب کے سب اُس جگہ آن کر زمین سے ایسے چپکے کہ کسی میں ہلنے کی طاقت نہ رہی۔ آخر کار۔ ان کا گُرد یعنی وہ جوگی نہایت جوش وخروش میں افسوں پڑھتا ہوا۔ وہاں پہنچا اور اس نے بہت کچھ جادو کا زور دکھایا۔ لیکن بجائے اپنے چیلوں کو رہا کرنے کے وہ خود بھی اسی جگہ پہنچکر زمین سے چپک کر رہ گیا۔

آخر کار جب اُسے باوا صاحبؒ کی اس کرامت کا حال معلوم ہوا۔ تو اُس نے نہایت عجز وانکساری سے اس عذاب سے رہائی حاصل کرنے کے لئے آپ سے استدعا کی۔

اس پر باوا صاحبؒ نے فرمایا۔

"کہ تمکو اس شرط پر رہائی دیجا سکتی ہے۔ وہ شرط یہ ہے۔ کہ تم۔ ایک تو اس قصبہ سے ہی نہیں بلکہ اس شہر کے گردو نواح میں بھی اگر کہیں نہ رہو۔ اور آج ہی یہاں سے چلے جاؤ اور جہاں بھی رہو۔ وہاں کسی شخص کو نہ ستاؤ۔ اگر تم اسبات کا سچے دل سے وعدہ کرو۔ تو خداوند کریم کے رحم سے اس عذاب سے رہا ہو جاؤ گے۔"

چنانچہ اُس جوگی نے آپ کے ارشاد کے مطابق توبہ کی۔ اور سب کے سب وہاں سے چلے گئے۔

اسی طرح ایک روز کا واقعہ ہے۔ "ایک سوداگر ملتان سے اونٹوں پر شکر لادے دہلی کی طرف جا رہا تھا۔ جب وہ سوداگر آپ کے قیام کی جگہ پہنچا۔ تو آپ نے اُس سے دریافت فرمایا۔

"کہ ان اونٹوں پر کیا چیز لاد کر لیجا رہے ہو"
اُس شخص نے کہا۔
"نمک لئے جا رہا ہوں"
آپ نے اس جھوٹ کے جواب میں فرمایا۔
"اچھا نمک ہی سہی"
چنانچہ اُس سوداگر نے اپنی منزل مقصود پر پہنچکر وہ بوریاں کھولیں تو بجائے شکر کے سب نمک کی دیکھکر حیران ہوا۔ اسی حیرانی میں معًا اسکے دل میں اس بات کا یقین ہوگیا کہ میرے جھوٹ کہنے کے باعث یہ شکر کی بوریاں نمک ہوگئیں اور اسی پریشان حالی میں وہ نمک کی بوریاں لاد کر پھر آپکی خدمت میں حاضر ہو کر نہایت الحاح وزاری سے حضرت باوا صاحبؒ سے اپنے جھوٹ کی معذرت کی۔ غرضیکہ آپ نے اُس کی خطا معاف کی اور وہ نمک کی تمام بوریاں شکر سے بدل گئیں۔ اس واقعہ کرامت کو بیرم خاں خانخاناں نے نظم کیا ہے۔ جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

کان نمک جہاں شکر شیخ بحر و بر
آں کو شکر نمک کند و زنمک شکر

غرضیکہ آپ کے کشف و کرامت کا حال اجودھیا میں بھی پوشیدہ نہ رہ سکا۔ جب ہزارہا بندگان خدا آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہونے لگے تو بعض دُنیا کے ذی اثر دُنیا دار آپ کی اس شہرت کے حسد کرنے لگے۔ انہیں لوگوں سے اجودھیا کے قاضی شہاب الدین بھی تھے۔ اُنہوں نے جب یہ حال دیکھا۔ کہ باوا صاحبؒ کی بزرگی اور کمال کے سبب لوگ معتقد ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے اجودھیا کے امراء اور علماء کو آپ کے خلاف یہ کہکر اُکسانا شروع کیا۔

"کہ حضرت باوا صاحب خلاف شریعت گانا سننے اور رقص کرتے ہیں۔ اس لئے اُن کو یہاں سے نکال دینا چاہیئے۔ تا کہ دوسرے لوگ ان کے اعتقاد میں خراب نہ ہوں"

آخر کار قاضی شہر نے افسر بالا یعنی ناظم ملتان کی خدمت میں حضرت باوا صاحب کے خلاف ایک عریضہ لکھا جس پر اجودھیا کے بعض امراء نے بھی اپنے دستخط کئے۔ جب قاضی اجودھیا کا عریضہ ناظم ملتان کے پاس پہنچا۔ تو ناظم چونکہ آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ اُن کو آپ کی اس مخالفت کا اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ اُسی وقت قاضی اجودھیا کے نام نامۂ عتاب روانہ کر کے اس کو سرزنش کی۔ کہ اگر آئندہ تم نے ایسے بزرگ کے خلاف کوئی شکایت کی۔ تو تم کو برخواست کیا جائے گا۔ مگر قاضی شہر بجائے ندامت کے اور بھی حضرت باوا صاحب کے دشمن ہو گئے۔

چنانچہ ایک روز قاضی نے ایک اوباش قلندر کو انعام واکرام کی طمع دیکر اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ کسی نہ کسی طرح وہ قلندر حضرت باوا صاحب کو قتل کر دے۔

لکھا ہے۔ کہ ایک روز باوا صاحب اپنی گدڑی ۔ کا پلو منہ پر ڈالے مراقبہ میں مصروف تھے اسی وقت جیسے ہی وہ قلندر گھر کے دروازے پر حاضر ہوا۔ آپ نے اُسی وقت اپنے مریدوں میں سے حضرت خواجہ نظام الدین سے فرمایا۔

"کہ ایک شخص اس شکل و شباہت کا زنجیر کمر میں ڈالے اور چاقو بغل میں دبائے اس نیت سے دروازے پر آیا ہے۔ اُس سے کہدو۔ کہ یہاں سے چلا جاوے ورنہ اُس کے لئے

بُرا ہو گا۔"

چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی زبان مبارک سے جیسے ہی اُس قلندر نے دُر کار سُنی فوراً وہاں سے بھاگا۔
لکھا ہے۔ کہ دوسری دفعہ قاضی شہر نے سمجھا بُجھا کر اُس قلندر کو پھر اس کام پر آمادہ کیا۔ اور وہ بد باطن قلندر ظاہرا طور آپ کے مریدوں میں داخل ہونے کیلئے آپ کی خدمت میں جس وقت حاضر ہوا۔ اُس وقت حضرت باوا صاحبؒ اپنے ریش مبارک میں کنگھا فرما رہے تھے۔ اُس وقت قلندر نے کہا۔

"حضرت یہ کنگھا مجھے دے دیجئے۔ تاکہ میں اس کی برکت حاصل کروں۔"

آپ نے جوشِ غضب میں فرمایا۔

"او بد باطن میں تجھے اور تیری برکت کو دریا میں ڈالتا ہوں"
یہ سُنتے ہی اُس قلندر کے بدن میں آگ لگ گئی۔ اور وہ اپنی اس گرمی کو کم کرنے کیلئے دریا پر نہانے گیا۔ اور جیسے ہی دریا میں اُترا۔ پانی کے بہاؤ نے اُسے غرق کر دیا۔

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن آپ کے فرزند اکبر حضرت شیخ شہاب الدینؒ نے آپ سے عرض کیا۔

"کہ قاضی اجودھیا نے مجھکو اور میرے متقدمین کو گالیاں دیں۔ اور میری بے عزتی کی۔"

حضرت باوا صاحبؒ یہ شکایت سُنکر بے تاب ہو گئے۔ اور اُسی بے تابی میں آپ نے اپنا عصاء مبارک زمین پر مارا۔ عین اُسی وقت قاضی شہر درد شکم کے مارے تلملا اُٹھا۔ ساتھ ہی

اُس کے دل میں خیال آیا۔ کہ یہ عتاب مجھ پر حضرت باوا صاحبؒ کا ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے ملازموں سے کہا۔

"کہ مجھے تم کسی طرح حضرت باوا صاحبؒ کی خدمت میں لے چلو۔ تاکہ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خطا معاف کراؤں"

لیکن اُس کا پیمانہ خطا لبریز ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ آپکی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ بلکہ راستے میں ہی اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ سچ ہے۔

اے روبہک چرا ننشتی بجائے خویش
با شیر پنجہ کردی و دیدی سزائے خویش

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ ابھی آپ اجودھیا میں ہی تشریف فرما تھے۔ کہ دہلی سے ایک خوبرو نوجوان آپ کا شرف مریدی حاصل کرنے کیلئے اجودھیا کیطرف روانہ ہوا۔ راستے میں اُسے ایک طوائف مل گئی۔ نوجوان نے بہتیرا چاہا۔ کہ کسی طرح وہ اس سے پیچھا چھڑائے۔ لیکن وہ طوائف بلائے بے درماں کی طرح اُس کے ساتھ ہو لی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ اُس طوائف کو بھی اپنا ہم سفر کیا۔ رات کے وقت جب ایک سرائے میں ٹھہرے۔ تو اُس طوائف نے آخر اُس نوجوان کو راغب کر ہی لیا۔ لیکن ابھی وہ نادان وصل کا ارادہ کر ہی رہا تھا۔ کہ ایک شخص اُس کوٹھڑی میں موجود ہو گیا۔ جس نے اُس جوان کے منہ پر ایک طمانچہ مار کر کہا۔

"بے ادب حضرت باوا صاحب کی خدمت میں شرف بیعت حاصل کرنے کے سفر میں اس بُرے کام کا مرتکب ہونا چاہتا ہے؟"

اُس نوجوان نے یہ واقعہ جو دیکھا۔ فوراً تائب ہوا۔ اور

اُس عورت کو چھوڑ کر۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے سلام کے جواب کے بعد ہی فرمایا۔

"الحمد للہ راستے میں تو عورت کے مکر سے بچ گیا"

اجودھیا سے دیپالپور نوشہرہ اور پاکپٹن شریف میں

غرضیکہ چند سال اجودھیا میں رہ کر مخلوق خدا کو فیضیاب کرکے آپ قصبہ دیپالپور میں تشریف لائے یہ وہ دن تھے جب شاہ دہلی نے دیپالپور کی تسخیر کیلئے اپنا لشکر جرار بھیجا تھا۔ چنانچہ شاہی لشکر نے دیپالپور میں جدل و قتال شروع کیا۔ اور بہت سے ساکنین دیپالپور کو قید کر لیا۔ انہیں قیدیوں میں ایک بنیئے کی عورت بھی تھی۔ اُس نے بار بار یہ التجا کی۔

"کہ بھائیو! میں تمہاری مسلمان بہن ہوں مجھے چھوڑ دو" لیکن جاہل سپاہیوں نے اُس کی ایک نہ سُنی۔ اور اُسے بھی دیگر قیدیوں کے ساتھ لے گئے۔

چند دن کے بعد اُس کا خاوند جو تجارت کی غرض سے باہر گیا ہوا تھا۔ حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُسنے اپنی بیوی کے فراق میں رو رو کر آپ سے التجا کی۔

"کہ وہ میری چہیتی بیوی تھی اور مسلمان تھی۔ آپ مجھ کو اُس سے ملا دیجئے"

آپ نے اُس شخص کی حالتِ زار پر رحم کھا کر فرمایا۔

"تم تسلی رکھو اور تین دن ہمارے پاس رہو۔ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ وہ اِن تین دن کے اندر تم کو تمہاری

بیوی سے ملا دے گا۔"
چنانچہ وہ شخص مطمئن ہو کر آپ کی خدمت میں رہ گیا۔ ٹھیک تیسرے روز دیپالپور کے ناظم کا ایک اہل کار نے آپ کی خدمت میں قدم بوس ہو کر یہ عرض کی۔
"حضرت مجھ پر ناظم صاحب کا عتاب ہے۔ اور آج پیشی ہے مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ آج مجھے قید کر دے گا۔ آپ دعا فرمائیں کہ میں اس مصیبت سے نجات حاصل کروں۔"
یہ سنتے ہی حضرت با واصاحب نے فرمایا۔
"اگر تیرا حاکم بجائے قید کرنے کے تجھ کو انعام میں کوئی تحفہ دیوے۔ اور اگر وہ تحفہ تو اپنی مرضی سے اس بنئے کو دینے کا حتمی وعدہ کرے تو تیری یہ مصیبت راحت سے بدل جائے گی۔"
اُس اہل کار نے خوشی سے اسبات کا وعدہ کیا۔ اور آپ نے اُس بنئے کو اہل کار کے ہمراہ کر دیا۔
جب وہ اہل کار اپنے حاکم کے روبرو پہنچا۔ تو حاکم نے اُس اہلکار کو بجائے سزا دینے کے اُس کا جُرم معاف کر کے۔ ایک خلعت اور ایک کنیز انعام میں بخشی۔ اہل کار نے حسب وعدہ وہ خلعت اور کنیز اُس بنئے کو بخشدی۔ جب اُس بنئے نے اُس کنیز کو دیکھا تو وہ اُس کی بیوی تھی۔ یہ حال دیکھکر وہ بقال اور اہل کار اور حاکم دیپال پور آپ کی بزرگی اور کرامت کے قائل ہو گئے۔ لکھا ہے۔ کہ وہ بقال اپنی بیوی سمیت تمام عمر آپ کی خدمت میں رہے۔ اور دونوں نے اپنی عمر عبادتِ الٰہی میں بسر کی۔
دیپال پور۔ نوشہرہ۔ مقاماتِ پاک پٹن سے ہیں۔
غرضیکہ آپ نے اسی مضافات میں اپنی بقایا مبارک زندگی

یاد الٰہی میں بسر کی اور اسی مبارک جگہ آپ کا پرتو نورانی چمکا۔ جس سے لاکھوں بندگان خدا کے دل روشن ہوئے۔

آئندہ صفحات میں موضوع روحانیات کے تحت میں آپ کے فیوض ظاہری و باطنی درج کئے جاتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ جس طرح آپ کی تجلی حیات سے آپ کے معتقدین کے دل میں نور وحدت چمکا تھا اسی طرح آپ کی روحانیات کو پڑھ کر ناظرین کے دل مسرور ہوں گے۔

(۵)

روحانیت

پچھلے صفحات میں حضرت باوا صاحب کی مختصر سوانح حیات جس طریق سے ناظرین کے ذہن نشین کر دی گئی ہے۔ اسی طرح اب آپ کے علم و عمل۔ کمالات و معجزات۔ و ارشادات پر مجمل طور روشنی ڈالی گئی ہے۔ چونکہ متذکرۃ الصدر ہر سہ عنوان آپکی روحانیات سے وابستہ ہیں۔ اس لئے آئندہ صفحات کو روحانیات سے منسوب کیا گیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے۔ جس سے ناظرین حضرت باوا صاحبؒ کی ذات ستودہ صفات سے اس وقت بھی فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی آپ کا وہ چشمۂ فیض ہے۔ جس سے ہر ایک شخص فیضیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن جو مذہب کا قائل ہو۔ خدا کی ہستی سے منکر نہ ہو۔

مذہب کے متعلق

چنانچہ مذہب کے متعلق حضرت باوا صاحبؒ کا یہ ارشاد ہے۔

"پہلا مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ دوسرا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا۔ تیسرا امام مالکؒ کا۔ چوتھا حضرت امام احمد حنبل رح کا۔"

لہذا تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔ کہ ان چاروں طریق مذہب میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ کریں۔ لیکن اسبات پر تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہونا چاہیئے۔ کہ امام اعظم رح کا طریق مذہب اسلام سب طریقوں سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ وہ اس لئے کہ سب سے پہلا مذہب جو دنیا میں قرار دیا گیا ہے۔ وہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ کا ہی مذہب تھا اور جس مذہب میں ہم ہیں۔ وہ بھی امام اعظم ابو حنیفہ رح کا ہے۔ یہ مذہب حق وثواب پر ہے۔ اس میں خطا وشک کا احتمال نہیں۔"

نماز کے متعلق

اسی طرح نماز کی نسبت آپ کا یہ ارشاد ہے۔

"نماز جماعت کے ساتھ پڑھا کرو۔ اگر زیادہ آدمی نہ ہوں اور صرف دو ہی ہوں تو وہ بھی مل کر باجماعت نماز پڑھیں۔ کیونکہ باجماعت نماز ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔"

درویشی اور خرقۂ درویشی

درویشی کے متعلق آپ کا قول یہ ہے۔

"درویشی پردہ پوشی ہے۔ اور خرقہ پوشی اس کا نام ہے۔ کہ نہ تو اپنے مسلمان بھائی کی عیب جوئی کرے اور نہ اپنے مکاشفہ کا

حال کسی سے بیان کرے۔ دُنیا کا مال کسی طرح کا بھی جو کچھ اُس کے پاس آئے وہ سب خدا کی راہ میں صرف کر دے اپنے پاس ایک ذرہ برابر نہ رکھے۔ کیونکہ درویشی خود فروشی اور قناعت ہے۔ اُس کو جو کچھ بھی مل جائے بہتر ہے۔ کسی ایک امر کی نسبت چُناچُنی نہ کرے۔"

خرقۂ درویشی کی نسبت آپ نے فرمایا۔

"کہ شب معراج مبارک میں آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی خداوند کریم کی طرف سے خرقہ عطا ہوا تھا۔ اور حضور پرنور صلعم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا۔

"کہ مجھے خدا کی طرف سے یہ خرقہ ملا ہے۔ تم سے جو کوئی میری بات کا جواب باصواب دے گا۔ اُس کو یہ خرقہ دیدیا جائے گا" چنانچہ حضور پرنور صلعم نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

"کہ اے ابوبکرؓ اگر یہ خرقہ آپ کو دیا جائیگا۔ تو آپ اسے کیا کرد گے"

انہوں نے عرض کیا

"یارسول صلی اللہ علیہ وسلم میں صدق اختیار کروں گا۔ اور میرے پاس جو کچھ مال ومتاع ہوگا اُسے خدا کی راہ میں خرچ کر دوں گا۔ اور تا زندگی مظلوموں کی دادرسی کرتا رہوں گا"

اس کے بعد حضور پرنور صلعم نے یہی سوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا۔

انہوں نے اس کے جواب میں یہ عرض کیا۔

"کہ یارسول اللہ صلعم۔ میں عدل و انصاف کروں گا۔ غریب اور بیکس لوگوں کی مدد کرتا رہوں گا"

اسی طرح حضرت عثمانؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور پرنور صلعم کی جواب میں یہ فرمایا:

"کہ میں مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد رکھنے کی کوشش کرونگا اور حق بات پر عمل کروں گا"

پھر حضور پرنور صلعم نے حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے یہی سوال دریافت فرمایا۔ تو آپ نے جواب میں فرمایا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ میں پردہ پوشی کرونگا۔ اور لوگوں کے عیب چھپاتا رہوں گا"

چنانچہ یہ جواب باصواب سنتے ہی حضور پرنور صلعم نے عطائے الٰہی یعنی خرقہ مبارک حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کو بخشتے ہوئے فرمایا۔

"اے علیؓ مجھ کو اللہ تعالےٰ کا یہی حکم تھا۔ کہ جو تیرے دوستوں سے یہ جواب دے اُس کو یہ خرقہ عطا کرنا"

پس معلوم شد کہ درویشی پردہ پوشی است۔ یعنی درویشی کے معنی یہی ہیں کہ۔ پردہ پوشی کی جائے۔ اور درویش کے لئے لازمی ہے۔ کہ ان چار چیزوں سے الگ رہے۔

(۱) آنکھوں کو بند کر دے۔ تاکہ لوگوں کا عیب اُسے دکھائی نہ دے۔

(۲) کانوں کو بہرا کرے تاکہ جو بات سننے کے ناقابل ہو۔ اس کو نہ سنے۔

(۳) پاؤں کو لنگ کر دے تاکہ جو جگہ جانے کی نہ ہو۔ وہاں تک

نہ جا سکے۔

(۴) زبان کو گنگ کر دے تا کہ جو بات کہنے کے ناقابل ہو۔ اُس زبان سے نہ نکالے۔

لہٰذا اگر کسی شخص میں یہ خصلتیں دکھائی دیں تو یقیناً۔ وہ درویش ہے جس میں یہ وصف نہ ہوں حاشا و کلا! وہ درویش نہیں ہے۔

اسراف کیا ہے؟

ایک روز حضرت باوا صاحبؒ سے بدرالدین اسحاق نے دریافت فرمایا

"حضرت اسراف کیا ہے۔؟"

باوا صاحبؒ نے فرمایا۔

"جو شخص بے نیت کچھ دے اور اللہ کے واسطے نہ دے۔ وہ سب اسراف ہے۔ اور اگر اس نے اللہ تعالےٰ کے واسطے دیا ہے۔ تو وہ اسراف نہیں ہے"

"آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ کے پاس جو کچھ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک جو کچھ آتا تھا۔ وہ سب اسی روز خدا کی راہ میں دیدیتے تھے حضور درویش صادق تھے اور جو شخص آپ کی سُنت پر پورا پورا عمل کرے وہی درویش ہے اس موقع پر آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحؒ کی زبانی سُنا ہے۔ وہ فرماتے تھے۔

"کہ میں مودود چشتی رضی اللہ عنہ کی خدمت دس سال تک رہا میں نے اُن کو کبھی بادشاہ یا امیر کے پاس جاتے نہیں دیکھا بلکہ وہ سوائے نماز جمعہ کے گھر سے باہر نہ نکلتے تھے۔ اور فرماتے تھے "کہ جو درویش امیروں کے پاس جانے کا عادی ہو۔ اُس سے

درویشی چھین کر حلقۂ درویشی سے باہر کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ جو درویش دنیاداروں سے ملتا ہے۔ وہ درویش نہیں ہے۔

انسان کو چاہیئے کہ اپنے خدا کی رضا پر رہے۔ جو محنت اور تکلیف اسکو پہنچے۔ اس کی نسبت خیال کرے کہ یہ مجھے اپنے نفس کی نسبت پہنچی ہے چنانچہ ہر ایک شخص اپنے نفس کا حکیم خود ہے

اہل سلوک اور پیری و مریدی

ایک روز شیخ جمال الدین ہانسوی رح حضرت باوا صاحب رح کی خدمت میں حاضر تھے۔ باتوں باتوں میں پیری مریدی و اہل سلوک کا ذکر آگیا۔ آپ یعنی حضرت باوا صاحب نے فرمایا۔

"کہ جب کوئی مسلمان کسی درویش کی خدمت میں آئے تو پہلے غسل کرے اور اگر اس سے ہو سکے تو تمام رات عبادتِ الٰہی میں بسر کرے۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو جمعرات کے دن یا پیر کے دن اپنے عزیزوں اور نیک لوگوں کو جمع کرے اور مصلے پر قبلہ رو بیٹھے۔ پھر دو رکعت نماز استخارہ کی ادا کرے اپنے مرید کو اپنے پاس بیٹھا کر متبرک آیات تلاوت کر کے مرید پر دم کر دے۔ پھر قینچی ہاتھ میں لیکر بلند آواز تین بار تکبیر کہے اگرچہ اہل سلوک میں رسم مقراض

رسم مقراض

میں ذرا اختلاف ہے۔ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تکبیر کے وقت نفس امارہ کی طرف متوجہ ہو۔ اور دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں ضرب تکبیر کے ساتھ اس کو باہر لاؤں گا۔ جسطرح لشکرِ اسلام میں غازی مرد ضرب کے وقت بلند تکبیر

کہتے ہیں۔ تاکہ فرشتے اُن کی مدد کو آئیں۔ اس کے بعد کلمۂ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھے۔ اور دوسری بار وسواس نہ کرے۔ جب تین بار تکبیر ادا کر چکے۔ تو ایک دفعہ کلمۂ توحید پڑھے اور (۲۱) دفعہ درود شریف اور (۲۱) دفعہ کلمۂ استغفار۔ جب اس قرأت سے فارغ ہو تو مقراض کو مرید کے سر پر چلائے۔ کہ پہلے اُس کی پیشانی سے ایک بال اُڑا دے اور یہ کہے

ملکا بادشاہا بندہ گریختہ از حضرت تو بودہ است امامی طلبد کہ در بندگی تو در آید چوں بندگان دیگر حلقۂ عبودیت در گوش انگند۔ و ہر چہ ایں زماں از عنید تو پاسدآں ہمہ غیرت رد گرد و۔

پھر ایک بال دائیں پیشانی کی طرف سے اور ایک بال بائیں پیشانی کی طرف سے پکڑ کر دونوں کو پل دیکر کاٹے بعض مشائخ کا خیال ہے۔ کہ فقط ایک بال مرید کی پیشانی سے کاٹے زیادہ نہ کاٹے۔ اور صحیح قول یہی ہے جیسے حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ خواجہ صاحب کی روایات دیگر مشائخ سے افضل ہے۔ کیونکہ حضرت علی اہل صفہ ہیں اور یہ روایت آپ کی ہی نسبت ہے۔

"اُنا مدینۃ العلم و علی بابہا"

اس کے بعد حضرت باوا صاحب نے فرمایا۔

"رسم مقراض کا آغاز حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے ہے اور اس کے تلقین کرنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں

ایک موقعہ پر حضرت باوا صاحب نے پیری مریدی کی نسبت فرمایا۔

"حبیب عجمی رح اور خواجہ حسن بصری رح دونوں کے سامنے ایک شخص آیا۔ اور اس نے کہا۔

"کہ میں فلانے شخص کا مرید ہوں"

خواجہ صاحب رح اور حبیب صاحب رح نے فرمایا۔

"کہ تیرے پاس مریدی کا کیا نشان ہے۔ جو تجھے تیرے پیر نے بخشا ہے"

اس مرید نے کہا۔

"کہ میرے پیر نے میرے سر پر مقراض چلائی ہے سوائے اس کے اور کچھ نہیں بتایا"

یہ بات سنتے ہی دونوں بزرگوں نے یک زبان ہوکر کہا۔

"هُوَ مضل ضال" یعنی تو بڑی گمراہی کی بات ہے"

ان کلمات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیر کو چاہیئے۔ کہ مرید کے حال کا عارف ہو۔ یعنی پیر کی روحانی طاقت اس قدر ہونی چاہیئے۔ کہ جو کوئی اس کے پاس جس نیت سے آئے۔ تو پیر اپنی روحانی قوت کے نور سے اس کے سینے کو دنیاوی خواہشات کی آلودگی سے صاف کردے۔ اور حاضر ہونے والے کے سینے میں کسی قسم کی آلودگی نہ رہے۔ اگر یہ طاقت پیر میں نہیں ہے۔ تو اسے کسی کو مرید کرنا لازم نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک اس میں خود معرفت کا نور نہیں ہے۔ تو کسی گمراہ کو کیسے راہ دکھا سکتا ہے"

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا۔

"کہ جب کوئی شخص کسی شیخ یا درویش کی خدمت میں حاضر

ہو تو شیخ یعنی پیر کو لازم ہے۔ کہ اُسکے نفوس ثلاثہ پر نظر کر کے یہ معلوم کرے کہ آیا وہ مخفی طور مبتلائے نفس امارہ تو نہیں۔ اگر ہے تو اس کا علاج کرے۔ چنانچہ یہ ارشادِ ایزدی۔

وما ابری نفسی ان النفس الامارة

اس کے بعد اس کے نفس لوامہ پر غور کر کے معلوم کرے کہ کہیں یہ نفس لوامہ میں تو مبتلا نہیں۔ اس کی نسبت ارشاد ایزدی یہ ہے۔

یاایھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضیة مرضیه

پھر اس کے قلب سلیم پر توجہ کرے۔ غرضیکہ ان نفوس ثلاثہ کو جب کہ پیر اپنی چشم دل سے صاف کر دے اس وقت وہ بیعت کرے"

خلوت و مُراقبہ

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا۔ "کہ جب پیر کسی کو مرید کرے تو اپنے ہاتھ سے مرید کے منہ میں شیرینی دے اور تین بار اس کے لئے درگاہِ ایزدی میں یہ دُعا مانگے

'یا الٰہی تو اپنے بندے کو اپنی طلب کی راہ کا ذوق شیرین عطا فرما پھر بذریعہ کشف اپنے مرید کا حال دریافت کرے اگر وہ خلوت کے لائق ہو تو خلوت کی تعلیم کرے ورنہ سکون کا حکم دے۔ خلوت چالیس روز کی ہے۔ بعض مشائخ کے نزدیک ستر روز کی۔ اور بعض کے نزدیک ننانوے روز کی۔ طبقہ جنیدیہ میں خلوت کے بارہ سال ہیں۔ اور طبقہ بصریہ میں بیس سال۔ خلوت سے مدعا یہ ہے کہ نفس امارہ کو قابو میں لایا جائے اور گوشہ نشینی سے یہ مراد ہے۔ کہ سگِ نفس کو قید کیا

جائے۔ مشائخ طبقات میں مراقبہ سلوک ہے۔ یعنی خلوت میں سوائے مراقبہ کے اور کوئی چیز اختیار نہ کرے۔ اور جب کسی مرید کو خلوت نشینی کا حکم دیا جائے۔ تو پیر کے لئے لازم ہے کہ اُسے اپنا پیراہن پہنائے۔ تاکہ اُس کپڑے کی برکت سے مرید کے دل میں روشنی پیدا ہو۔ بعض مشائخ نے خرقہ کے بھی یہی معنی لئے ہیں۔ چنانچہ خواجہ فضیل عیاض رح اور خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں۔

"کہ پیر کو چاہیئے۔ کہ مرید کے سر پر پہلے اپنی ٹوپی رکھے پھر ذکر کی تلقین کرے۔"

فرماتے ہیں: کہ تین ذکر ہیں؛

آغاز اذکار

پہلا .... لا الٰہ الا اللہ

دوسرا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر

تیسرا .... یا حیُّ یا قیوم

ان اذکار کی تلقین کی جائے۔

نو ۹ بار لا الٰہ الا اللہ کہے۔ دسویں مرتبہ محمد رسول اللہ کہے۔ اکیس ۲۱ بار سبحان اللہ پھر تین بار یا حیُّ یا قیوم۔ ذکر بلند آواز سے کرنا چاہیئے۔ مگر اس طرح سے نہیں۔ کہ دور دور کے لوگ سنیں۔"

مراتب

ایک موقعہ پر آپ نے فرمایا۔

"کہ طبقہ جنیدی میں بارہ ۱۲ مراقبے ہیں۔ اور ہمارے نزدیک بھی اسیقدر ہیں۔ لیکن ذکر اسقدر کرنا چاہیئے کہ بدن کا ہر ایک بال زبان بنجائے۔ لیکن شروع میں ہی مرید پر بوجھ ڈالنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ذوالنون مصری رح نے فرمایا ہے۔

"کہ پیر و مرید دایہ اور بچے کے مانند ہیں۔ جب بچہ ضد کرنے لگتا ہے تو دایہ اس کو کسی چیز سے بہلا کر خوش کر دیتی ہے۔ تاکہ وہ کسی طرح اُس سے ہل جائے۔ اسی طرح پیر کو لازم ہے۔ کہ اپنے مرید کو کبھی ذکر کی تلقین کرے کبھی قرآن مجید کی تلاوت کا حکم دے۔ تاکہ مرید کا دل مصروف ہو جائے۔ اور اُسے عادت ہو جائے۔ اور مرید کے لئے بھی۔ یہ ضروری ہے۔ کہ اہل دنیا سے بہت کم میل جول رکھے۔ بلکہ دُنیادار کی صحبت سے بچا رہے۔ یہ اس لئے کہ دُنیا داروں کی صحبت فقیر کے دل کو پریشان کر دیتی ہے۔ پیر کو چاہیئے کہ مرید کو اس بات سے آگاہ کر دے۔ کہ اہل دُنیا یعنی سگِ دُنیا سے بچا رہے۔"

ایک دفعہ آپ نے اسی امر کیلئے فرمایا۔

"کہ درویش کو بغیر کسی اشدِ ضرورت اپنے سجادہ سے جدا نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اصحاب طریقت کا قول ہے۔ کہ جو دولتمند ہر روز دنیا حاصل کرنے میں بھٹکتا پھرے گا۔ پھر حلال و حرام کا حال کون ظاہر کرے گا۔ اور جو صوفی بازاروں و محلوں میں گشت کرتا پھریگا۔ امامت سلوک و سجادہ گی کون کرے گا۔"

اہل سلوک کا قول ہے کہ

"اصل سلوک ریاضت ہے اور ارادت اس کا ثمر ہے ہر ایک انسان کو چاہیئے۔ کہ اپنے خالق کی رضا پر رہے۔ اور ہر حال میں درویشوں پر حُسن ظن رکھے۔ تاکہ اُن کی برکت سے اپنے خالق کی پناہ میں رہے۔"

انہی باتوں میں حضرت باوا صاحب نے فرمایا۔

"شیخ معین الدین حسن سنجری رحؒ کی یہ عادت تھی۔ کہ آپ کے محلہ میں سے اگر کوئی شخص مرجاتا تو آپ اُس کے جنازہ کے ساتھ

جاتے۔ اور تمام لوگ تو دفن کرکے اپنے اپنے گھروں کو واپس آ جاتے لیکن حضرت خواجہ حسن سنجری علیہ الرحمتہ میت کی قبر کے پاس بیٹھتے اور دُعاؤ درود پڑھتے۔ جب شام ہو جاتی یا نماز کا وقت ہوتا۔ تو قبرستان سے واپس آتے۔ چنانچہ اجمیر شریف میں آپ کے ایک ہمسایہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ حسب عادت اُس کے جنازہ کے ساتھ گئے۔ سب لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو پلٹ آئے مگر خواجہ صاحبؒ حسب عادت دُعا درود میں مشغول تھے۔ حضرت مرشد حق شیخ قطبؒ الدین بختیار کاکی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

"کہ میں اُس کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ خواجہ صاحبؒ کا چہرہ دمبدم متغیر ہوتا تھا۔ کچھ دیر بعد جب اُن کے چہرہ پر سکون کی علامت نظر آئی۔ تو آپ وہاں سے اُٹھ کر کہنے لگے۔

"خدا کا شکر ہے۔ اور میت بھی ایک نعمت ہے"

شیخ قطبؒ الدین بختیار کاکیؒ نے پوچھا۔

"کہ بات کیا ہے؟"

خواجہ حسن سنجریؒ نے فرمایا۔

"جب سب لوگ اس مردے کو دفن کرکے چلے گئے تو میں اُس کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا۔ کہ عذاب کے فرشتے آئے۔ چاہتے تھے۔ کہ عذاب دیں۔ اُسی وقت حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ اور اُن فرشتوں سے کہنے لگے۔

"کہ یہ میرا مرید ہے۔" ابھی اتنی ہی بات ہوئی تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان فرشتوں پر نازل ہوا۔

"کہ شیخ عثمانؒ سے کہدو۔ کہ اگرچہ یہ شخص آپ کے مریدوں

میں سے تھا۔ لیکن آپ کے خلاف تھا۔"

اس پر حضرت شیخ عثمانؒ نے جواب دیا۔

" فی الواقعہ یہ میرے سے خلاف تھا۔ لیکن جب اس نے اپنے آپ کو مجھ پر فقیر سے باندھ دیا۔ تو اب میں کیسے اس پر عذاب ہوتا دیکھوں " اس پر فرشتوں پر ارشاد ایزدی پہنچا۔

" کہ شیخ صاحبؒ کے اس مرید کو چھوڑ دو"

چنانچہ وہ شخص صرف مرید ہونے کی بدولت بخشا گیا۔ اسلئے لوگوں کو چاہیئے۔ کہ اپنے آپ کو کسی کے پلّے سے باندھ لیں۔ یہ عمدہ بات ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

" کہ وہ درویش خدا کی محبت میں صادق ہے۔ کہ جو ہر وقت یادِ اللہ میں مشغول رہے۔ اس کی کوئی ساعت اللہ کے ذکر سے خالی نہ جائے۔ کیونکہ اہل سلوک کا یہ قول ہے۔

کہ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اکثر اسی کا ذکر اس کی زبان پر جاری رہتا ہے " جیسے کہا ہے۔

:- مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرُہٗ :-

درویش وہ ہے۔ کہ اگر تمام دنیا اور دنیا کی ہر ایک چیز اس کو دی جائے۔ اور اس سے کہا جائے کہ تم سے کوئی حساب وکتاب نہ ہوگا۔ لیکن اس پر بھی وہ اس کے لینے سے انکار کرے۔ یہ پہچان ہے طالبان حق کی۔ اگر ان کو تمام دنیا کی ملکیت دی جائے۔ جب وہ عشق اللہ کے سوا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔

رابعہ بصریؒ عالم شوق اور محبت الٰہی میں ایسی صادق تھیں کہ وہ ہر بار سجدہ کرتیں اور کھڑی ہو جاتیں۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ خدا سے التجا کر رہی تھیں۔

"اے اللہ اگر میں جہنم کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں جلانا۔ اگر بہشت میں جانے کی تمنا سے تیری عبادت کروں تو مجھے دوزخ میں بھیجنا۔ اگر میں صرف تیرے ہی لئے تیری عبادت کرتی ہوں تو اپنے کرم سے مجھے اپنے جمال سے محروم نہ کرنا۔"

اسی طرح حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمتہ۔ عالم شوق میں تین تین دن چار چار روز کھڑے ہی رہتے اور بلند آواز سے یوم تشید الارض غیر الارض فرماتے۔

ایک دفعہ درویشی کی نسبت حضرت باواصاحبؒ نے فرمایا۔

"کہ میں نے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے سنا ہے۔ کہ اللہ کی محبت۔ اُس کے محبوں کے تمام اعضاء میں سرائیت کر جاتی ہے۔ اور اُنکا خمیر بھی محبت سے ہی اُٹھایا جاتا ہے۔ یعنی اگر اُن کی آنکھیں ہیں تو خدا کی محبت میں غرق ہیں۔ اور اگر کان ہیں۔ تو وہ بھی اپنے حبیب کا فرمان سُننے کے لئے وقف ہیں۔ زبان ہے۔ تو وہ بھی ذکر محبوب کا مزہ لے رہی ہے۔ غرضیکہ درویش باخدا کا کوئی عضو محبت ایزدی سے خالی نہیں۔"

اسی پر آپ نے فرمایا۔

"کہ اللہ کے عاشقوں کا دل ایسے چراغ کی مانند ہے۔ جو انوار کی قندیل لٹکتا ہے۔ اور اس کی روشنی کے باعث تمام ملکوت روشن ہیں۔ اُن کو اندھیرے کا خوف نہیں۔ درویش کا کام نفس کو بھولنا۔ اور اللہ کو یاد کرنا ہے۔ جو اللہ کی یاد میں ہو اسکا دل کبھی نہیں مرتا۔ اور جسکو اللہ کی یاد نہیں وہ فانی ہے۔ کسی نعمت غیب کا اُس پر اثر نہیں ہوتا۔ چنانچہ خواجہ بایزید بسطامیؒ نے فرمایا ہے "کہ اللہ کی محبت وہ ہے۔ کہ دنیا و آخرت میں خدا کے دوست کے

سوا کسی کو دوست نہ بنائیے۔"

اسی عشق حقیقی اور درویشی کی نسبت ایک دفعہ حضرت باواصاحبؒ نے فرمایا۔

"کہ ایک بزرگ نے دوسرے بزرگ سے پوچھا۔

"کہ عشق حقیقی میں ثابت قدم کون ہے؟"

اُنہوں نے جواب میں کہا۔

"جسکا دل اور زبان ایک ہو۔ کیونکہ عشق حقیقی کا اثر سب سے پہلے دل پر ہوتا ہے۔ اُس کے بعد زبان پر۔ پس جب دل اور زبان دونوں مل گئے۔ تو خدا کی محبت میں مل جا... یہ اس لئے کہ زبان انسان کے تمام اعضاء کی بادشاہ ہے۔ اگر وہ سلامتی اور راستی کے ساتھ رہے تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ تمام اعضاء راست وسلامت رہیں گے۔ کیونکہ کان۔ آنکھ۔ نفس۔ وغیرہ یعنی جو ہفت اندام ہیں وہ سب زبان کے تابع ہیں۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

" درویش عالم کی خبر رکھتا ہے۔ اُس کے لئے کوئی مقام خوف اور رجا سے خالی نہیں۔ وہ اگر مقام بلا پر پہنچتا ہے تو وہ اُس میں آزمائیش کے طور بیٹھایا جاتا ہے۔ اگر اس میں وہ ذرہ بھر بھی مایوس ہوتا ہے۔ تو اُس کو وہ جگہ نہیں دیجاتی۔ بلکہ اپنے مقام سے اُس کو ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور جو درویش راضی بہ رضا اور صابر ہوتا ہے۔ وہ ۱۸ ہزار عالم سے گذر جاتا ہے۔"

ایک دفعہ حضرت باواصاحبؒ نے فرمایا۔

"ایک دفعہ میں لاہور کے سفر میں تھا۔ ایک گاؤں میں ایک درویش صاحب اسرار رہتے تھے۔ اور وہ کھیتی باڑی کا کام

کیا کرتے تھے۔ اسی کام پر اُن کی گذر اوقات تھی۔ اُسے غریب بزرگ سمجھ کر کوئی عہدہ دار سرکاری لگان نہ لیا کرتا تھا۔ اتفاقاً انہی دنوں میں ایک نیا سرکاری عہدہ دار بدلکر جو آیا۔ تو اُس نے اس بزرگ کو لگان سے معاف نہ رکھا۔ بلکہ جبراً لگان کا تقاضا کرتے ہوئے کہا۔

"تمنے برسوں سرکاری لگان ادا نہیں کیا۔ یا تو تمام لگان ادا کرو۔ یا اپنی بزرگی کی کوئی کرامت دکھاؤ۔"

اس حکم حاکم پر اُس بزرگ نے بہنیر اکہا "کہ میرے پاس اسقدر روپیہ کہاں ہے۔ جو میں اتنے برسوں کا لگان ادا کر دں۔ میں تو ایک غریب شخص ہوں۔"

لیکن اُس حاکم نے اُسے بہت ڈانٹ ڈپٹ کو کہا "دہنیں میں ہرگز نہ مانوں گا۔ اگر تو بزرگ ہے۔ تو اپنی کرامت دکھا"

غرضیکہ وہ درویش اس حکم حاکم سے بہت پریشان ہوئے۔ آخر مجبور ہو کر اُنہوں نے حاکم سے کہا۔

"اچھا تو کیا چاہتا ہے!"

حاکم نے کہا۔

"اگر تم اس دریا پر چل کر گذر جاؤ تو میں تمہاری بزرگی کا قائل ہو جاؤں گا"

آخر وہ درویش صاحب اسرار نہایت مجبور کئے گئے۔ تو اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ وہ دریا پر سے اس طرح گذر گئے جیسے خشکی پر چلا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ اُس پار سے اس پار آنے لگے تو اُنہوں نے کشتی کی تلاش کی۔ لوگوں نے کہا۔

"حضرت جس طرح آپ دریا سے پار ہوئے ہیں اُسی طرح

اُس طرف چلے جائیے"۔
اس پر اس درویش نے کہا۔
"اب میں اس طرح سے نہ جاؤں گا۔ کیونکہ مجھ کو خوف ہے کہ میرا نفس نہ موٹا ہو جائے۔ اور یہ اپنے آپ کو یہ نہ سمجھنے لگے کہ میں بھی کچھ ہوں"۔
غرضیکہ عشق حقیقی ایسا گوہر نایاب ہے جسکی قیمت کوئی جوہری نہیں ڈال سکتا۔

(۶)

ارشادات

(۱) راہ طریقت رضا اور تسلیم ہے۔ اگر کوئی گردن پر تلوار کا وار کرے اور وہ اُس پر راضی ہو جائے بلکہ دم نہ مارے۔ وہ درویش ہے۔

(۲) جو درویش عشق الہٰی اور محبت صادق کا دعوے کرے اُس کیلئے لازم ہے۔ کہ جب تک اُس کے دم میں دم رہے اپنے محبوب کے دروازے کو نہ چھوڑے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو اُس کیلئے دروازہ ضرور کھل جائے گا۔

(۳) صاحب اسرار کیلئے قوت ذاتی بھی ضروری ہے۔ وہ اسلئے۔ کہ جو اسرار اللہ تعالیٰ کیطرف سے اس پر نازل ہوں اُن کو نگاہ میں رکھے۔ کیونکہ اسرارِ دوست ایک جمال ہے اور اس صاحب جمال کی جگہ بجز عاشق کے دل کے سوا اور کہیں نہیں۔

(۴) آتش عشق ایک ایسی آگ ہے جو سوائے درویش کے

دل کے اور کہیں نہیں رہ سکتی۔ ورنہ اگر کوئی درویش غلبات اور شوق درد سے ایک آہ بھی کرے تو مشرق سے مغرب تک سارا جہان جل کر خاک ہو جائے۔

(۵) درویشوں کا دلولہ یہی ہے۔ کہ پہلے سے ہی سکر اور محبت کے دریا میں غرق رہیں۔

(۶) درویشوں کے سینہ میں ایسی سخت آگ رکھی گئی ہے۔ کہ وہ عالم سکر میں ایک شعلہ بھی اس سے نکالیں تو عرش سے لیکر تحت الثریٰ تک سب کو جلا کر خاک سیاہ کر دیں۔

(۷) مؤمن کا دل پاکیزہ اور اس زمین کے مانند ہے اگر اس میں تخم محبت بویا جائے تو ہر طرح کی نعمتیں اس میں پیدا ہوں۔

(۸) درویش کو سانپ کی طرح کیچلی سے باہر نہ ہونا چاہیئے

(۹) جو درویش کامل ہوتے ہیں اُن کو دوسرے کی احتیاج نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی نعمت سے طالبوں کو کچھ نہ کچھ نعمت عطا کرتے ہیں۔

(۱۰) جو لوگ درویشی کا دعوےٰ کریں۔ اور دُنیا کی طلب کیلئے سلاطین اور امراء کے پاس دنیوی خواہشات کے لئے آمدورفت رکھیں۔ اُن کو نعمت درویشی سے خالی سمجھنا چاہیئے کیونکہ اگر وہ صاحب نعمت ہوتے تو کبھی مخلوق کے دروازہ پر نہ جاتے۔

(۱۱) جس کے دل میں درویشی گذر کرتی ہے۔ اُس میں دوسری چیز کا گذر ہونا ناممکن ہے۔

(۱۲) جب عالم نورانی میں انوار و اسرار تجلّی وارد ہوتے ہیں تو پہلے

دل پر اُن کا نزول ہوتا ہے۔ اور جب زبان دل کے ساتھ اور دل زبان کے ساتھ اتفاق کرجاتے ہیں تو اُس موقع پر عشق کے انوار سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ اور اگر دل اور زبان میں موافقت نہیں ہوتی تو وہ محبت کے انوار واپس ہوجاتے ہیں غرضیکہ انوار الٰہی اُسی دلِ درویش پر وارد ہوتے ہیں جس کے دل اور زبان کا اتفاق ہو۔

(۱۳) طالب کو چاہیئے کہ مطلوب کے عشق و محبت میں مستغرق رہ کر ہر وقت اُس کی یاد میں رہے۔ تاکہ اپنے محبوب کا عشق ہر وقت ہر ساعت بڑھتا رہے۔

(۱۴) وہ طبقہ جن کا ظاہر اور باطن خراب ہے۔ اُن کو طاعت و عبادت کی کچھ خبر نہیں۔ وہ طبقہ جن کا ظاہر و باطن معرفت کے نور سے منور ہے۔ وہ درویش اور مشائخ ہیں۔

(۱۵) مشائخ وہ ہے۔ کہ جس وقت وہ کسی حال میں ہوں اگر لاکھ تلواریں اُن پر چلائی جائیں تو اُن کو کچھ خبر نہ ہو۔

(۱۶) جس درویش نے اپنے آپ کو جیتے جی مردہ کر رکھا ہے۔ اور دُنیا و دُنیا کی ہر چیز سے اپنے آپ کو الگ کرلیا ہے۔ ہاتھوں کو اپنے اس لئے سمیٹ لیا ہے۔ تاکہ۔ نہ چھونے والی چیز کو نہ چھوئے۔ زبان کو اس لئے گنگ کردیا ہے۔ کہ نہ کہنے والی بات زبان سے نہ نکالے۔ پاؤں کو اس لئے لنگ کر رکھا ہے۔ کہ جو جگہ نہ جانے والی ہو وہاں نہ جائے پس جو ایسا کرے حقیقت میں وہ قرب مکان میں پہنچگیا

(۱۷) گناہوں سے ایک گناہ یہ بھی ہے۔ کہ انسان رزق کیلئے مغموم اور غمگین ہو۔ یا اُسے یہ فکر ہو۔ کہ آج کے کھانے کے واسطے تو ہے کل کیا کھاؤں گا۔

(۱۸) اگر کوئی شخص سو برس تک سارے جہان میں خاک چھان مارے لیکن جتنی روزی کہ اُس کی مقرر ہے اُس سے زرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتی۔

(۱۹) زکوٰۃ تین طرح پر ہے (۱) زکوٰۃ شریعت (۲) زکوٰۃ طریقت (۳) زکوٰۃ حقیقت ۔ زکوٰۃ شریعت تو یہ ہے۔ کہ اگر کسی کے پاس دو سو درہم ہیں تو ایک سال کے بعد اُس میں سے پانچ درہم اللہ تعالےٰ کی راہ میں ادا کرے
زکوٰۃ طریقت یہ ہے۔ کہ اُن دو سو درہموں میں سے صرف پانچ درہم اپنے پاس رکھے۔ باقی سب خدا کی راہ میں دیدیوے زکوٰۃ حقیقت یہ ہے۔ کہ کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھے سب کچھ اللہ کی راہ میں دیدے۔

(۲۰) اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں پر دو احسان بہت بڑے کئے ہیں۔ ایک ظاہری، دوسرا باطنی۔
ظاہری احسان تو پیغمبری ہے۔ اور باطنی عقل۔ یاد رکھو۔ اگر کوئی شخص عالم ہے۔ اور اُسے عقل نہیں تو علم اُس کو فائدہ نہ دے گا۔

(۲۱) اہل سماع جو سماع کی حالت میں بیہوش ہوجاتے ہیں اُن کی ابتدا یہیں سے ہے۔ کہ وہ ندائے الستُ بربکُم سُنتے ہی بیہوش ہوگئے تھے۔ بس یہی بیہوشی آج تک اُن میں چلی آتی ہے۔ جب وہ دوست

کا نام سنتے ہیں۔ تو حرکت و جرأت ذوق۔ بیہوشی اُنہیں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور یہ سب نشانِ معرفت ہیں۔ اگر اس وقت دوست کی شناخت نہ ہو تو چاہے کوئی ہزار برس عبادت کرے۔ لیکن اُس کو اطاعت کا ذوق حاصل نہ ہو گا۔ کیونکہ اُس کو تو یہ معلوم ہی نہیں۔ کہ وہ کس کیلئے عبادت کرتا ہے۔

(۲۲) عشق مجازی کی کیفیت سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جب تک معشوق کو دیکھ نہیں لیتا۔ اُس پر عاشق نہیں ہوتا۔ اور جب تک اُس کے ملنے والوں سے میل جول پیدا نہیں کرتا معشوق تک اُس کی رسائی نہیں ہوتی۔

(۲۳) میں تین باتوں سے ڈرتا رہتا ہوں۔ ایک (۱) تو اُمید کی درازی سے دوسرے (۲) دُنیا کی اتباع سے تیسرے (۳) ہوائے نفس سے۔ کیونکہ ہوائے نفس بندہ کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیتا ہے۔ اور اُمید طوالت آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ دُنیا کا اتباع درویشی کی صفت نہیں

(۲۴) زہد اور درویشی میں تین باتیں ہیں۔ جس میں یہ تین باتیں نہیں وہ زاہد نہیں۔

(۱) دُنیا کو پہچان کر اس سے دست بردار ہو جانا۔
(۲) اپنے مولا کی خدمت کرنا۔ اور نگاہ ادب رکھنا۔
(۳) آخرت کا آرزومند ہونا اور اس کی طلب کرنا۔

(۲۵) جو دُنیا کو ترک کر دے وہ قیامت کے روز دوزخ سے محفوظ رہیگا۔

(۲۶) تمام برائیاں ایک خزانے میں جمع ہیں۔ اور اُس خزانے کی کنجی دُنیا ہے۔ عقلمند لوگ نہ اُس خزانے کے پاس جاتے ہیں اور نہ اُس کی کنجی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں

(۲۷) وہ لوگ جو یہ جانتے ہیں کہ اللہ سب سے بزرگ ہے۔ اُس جیسا کوئی نہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ایسی نعمت سے اپنے آپ کو دور رکھیں اور اپنے خالق و مالک کے ذکر و فکر میں اپنی عمر صرف نہ کریں۔

(۲۸) صاحب سلوک جب ایک وقت بھی اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو مردہ خیال کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہم زندہ ہوتے تو ذکرِ مولا سے غافل نہ ہوتے۔

(۲۹) ذکر مولا۔ زبان پر جاری رکھنا ایمان کی نشانی ہے

(۳۰) علم کی کئی قسمیں ہیں۔ اگرچہ علم والوں کو عالم کہا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں عالم وہی ہے جو علمِ نبوی سے واقف ہو۔ علمِ نبوی علمِ آسمانی ہے۔ جو پروردگار عالم نے وحی کے ذریعے نبیوں پر ظاہر فرمایا۔ اور اُن کے ذریعہ ہم تک پہنچایا۔

(۳۱) جو اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتا۔ وہ ہوا و ہوس میں دوسروں کا محتاج رہتا ہے۔ اور جو اپنے آپ کو پہچان لیتا ہے۔ وہ دوسروں سے الفت نہیں رکھتا۔

(۳۲) میرے پیر نے فرمایا ہے کہ عقل کو فکر کا پانی دینا چاہیئے تاکہ شجر خوب پھلے پھولے۔

(۴۳) جب انسان کا دل دنیا کی لذتوں خواہشوں اور ماکولات و مشروبات میں مشغول ہوتا ہے۔ تو غفلت اُس پر اثر کر جاتی ہے۔ خواہش اس پر چھا جاتی ہے۔ سوائے یادِ الٰہی کے سب قسم کے خیال وقف کر اُس کے دل میں آنے لگتے ہیں۔ یہ خیالات اُس کے دل کو سیاہ کر دیتے ہیں۔ بس جب دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ ایسی پتھریلی اور ناکارہ زمین کی مانند ہے۔ جس میں تخم نہیں بویا جاتا۔ چنانچہ ایسی ناکارہ زمین کو مردہ زمین کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ایسے دل کو بھی مردہ کہنا درست ہے۔

(۴۴) جو کچھ ہے وہ ذکرِ حق ہے۔ سوائے اس کے سب باطنی امور ہیں۔ انسان کو واجب ہے۔ کہ سوائے حق کے اور کچھ نہ سُنے کیونکہ دل زندہ دل کی جائے سماع ہے۔ نہ کہ مُردوں کی۔

(۴۵) جس وقت دنیا کا تعلق دل سے دور ہو جاتا ہے۔ اور ہوائے نفسانی اُس سے الگ ہو جاتی ہے۔ تو پھر بندہ اپنے آپ کو ہمیشہ ذاکر و شاغل رکھتا ہے۔ اور اُس کا دل ذکر کے نور سے زندہ ہو جاتا ہے۔

(۴۶) صلاحیت کا حاصل حصول دل کی صلاحیت پر منحصر ہے۔ جو شخص اپنے باطن کو ہر ایک مذمومات دنیا سے پاک کرے وہی درویش ہے۔

(۴۷) جب تک بندہ اپنے آئینۂ دل سے دُنیا کے زنگار کو محبت کی صیقل سے پاک و صاف نہ کرے گا۔ اُسکو اللہ تعالےٰ کے ذکر سے اُنسیت نہ ہوگی۔ اور جب تک

غیر کی ہستی کو درمیاں سے نہ اٹھا دے۔ خدا کے ساتھ یگانہ نہ ہو گا۔

(۳۸) مستعد وہ لوگ ہیں جن کا ظاہر و باطن حق سے آراستہ ہو اور ان کے ظاہر و باطن میں ریا کو دخل نہ ہو۔ وہ جو طاعت اور عبادت کریں تو وہ خاص دعا کے واسطے کریں۔ نہ کہ لوگوں کے دکھلانے کے واسطے۔ کیونکہ عبادت کرنے والا اگر ریا سے آراستہ ہو تو اس کی طاعت پلٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

(۳۹) اپنے نفس کو مارنے کا نام مجاہدہ ہے۔ یعنی جس طاعت سے نفس راضی نہ ہو اس کو انعام نہ دینا۔

(۴۰) لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے ذکر سے چھ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اسے دل کی آنکھ سے دیکھنے لگتا ہے۔ (۲) اللہ تعالےٰ کا ذکر کثرت سے کرنے والے کے دل پر سکون ہو جاتا ہے (۳) اللہ تعالےٰ اس کو گناہوں سے الگ رکھتا ہے۔ (۴) جو شخص اللہ تعالےٰ کو ہر وقت یاد رکھے گا وہ اللہ کا دوست بن جاتا ہے (۵) کثرت سے ذکر اللہ کرنے والا شیطان سے امن میں رہتا ہے۔ (۶) خداوند تعالےٰ قبر میں اس کا رفیق ہوگا۔

زباں زد رباعیات واشعار

مندرجہ ذیل اشعار در باعیات حضرت باوا صاحب رض اکثر اس وقت فرمایا کرتے جب آپ حالت استغراق میں ہوتے تھے۔ اس لئے بطورِ

تبرک وہ تمام اشعار ورباعیات یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ ناظرین کو لازم ہیں کہ اُن کو یاد کریں اور اشعار کے مطالب پر غور کرکے اس سے فائدہ حاصل کریں۔

رباعیات

عشق تو مرا اسیر و حیراں کردہ است
در کوئے خرابات پریشاں کردہ است
با ایں ہمہ رنج و محنت اے دوست ہنوز
اسرار تو در دلم کہ پنہاں کردہ است

گفتم صنما اگر تو جانان منے
اکنوں کہ نگہہ ہمیکنم جان منے
مُرتد گردم اگر زہیں ہر گز رے
اے جان جہاں تو کفر و ایمان منے

چندان ناز است ز عشق تو بر سر من
یا در غلطم که عاشقی تو بر من
یا در سر این غلط شود این سر من
یا خیمه زند وصل تو از بر من

شعر

اے دوست ترا بخویشتن دوستیم
از رشک تو با دیدهٔ خود دوست نیم

رباعیات

هر که دعوی اکند بدرویشی　　خط بیزاری از جهان ندهد
بالحقیقت بدان که مرتد هست　　رفت بدنام کس نشان ندهد

چوں عمر گزشتنی است مے نوشی بہ
چوں کار بقسمت است کم کوشی بہ
چوں ترس حیات است نمد پوشی بہ
چوں گفتہ نوشت است خاموشی بہ

آئیم بسر کوئے تو پویاں پویاں
تا جاں بدہم نامِ تو گویاں گویاں
رخسار ز آب دیدہ شویاں شویاں
ہنجار وصال یار جویاں جویاں

سرّیست مردرون جاں در عشقت
گر سر رود اے دوست نگویم با کس
سرّیست عاشقاں را در طاقت نہانی
پوشیدہ دار خود را کانجا خجل نہ مانی

عشق تو ہم جان مرا رسوا کرد
واندر طلب جمال تو شیدا کرد

دردے کہ ز عشق تو بدل پنہاں بود
آ جملہ ز شوق تو زخم پیدا کرد

در خوردن نعمت تو من ندانم چہ سود
یک سجدہ چناں نشد کہ فرمانم بود

ہم بودی و ہم باشی و ہم خواہی بود
نے بودم و نے باشم و نے خواہم بود

من آں نیم کہ ز عشق تو پائے پس دارم
اگر بہ تیغ کشندم در تو نگترا زم

مپرس از شب ہجراں چہ گونہ میگزرد

مبادا ہیچ کسے را قوتیست دشواریم

من از جمال تو اے سرو باغ نادیدم
ہوس نہ شد کہ گہے دل رود بگلزارم

اگر دہند بفردا بہشت با ہمہ چیز
بجنیۂ نخرم من کہ مست دیدارم

در یاد تو ہر روز چناں مدہوشم
صد تیغ اگر زنند زاں نخروشم

آہے کہ زیاد تو زنم وقت سحر
گر ہر دو جہاں دہند آں نفروشم

من اوّل روز چوں در تو بدیدم شیفتہ گشتم
ندانستم تو بودی یا کہ بودست اینکہ من دیدم

چناں در روئے آں جاناں شدم من شیفتہ والا

کہ من از خود شدم بیروں ترا در جان و تن دیدم

حضرت باوا صاحب رحہ نے غلبۂ شوق میں یہ رباعی پڑھی جسے آپنے حمیدالدین ناگوری رحہ سے سُنا تھا۔

رُباعی

بلا است عشق منم کز بلا بہ پرہیزم

چو عشق خفتہ بود شور بر من انگیزم

اگرچہ عشق خوش است و وفا خوش آمد خوش

مرا خوش است بہرد و بہم بر آمیزم

مرا رفیق چہ گویند کز بلا پرہیز

بلا دل است من از دل چگونہ پرہیزم

ملامت کردن اندر عاشقی راست

ملامت کے کند آنکس کہ بیناست

نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد
نشان عاشقی از دور پیدا است

نظامیؔ تا توانی پارسا باش
ز نورِ پارسائی شمع دلہا است

شکرانہ دہم ہر انچہ در ملک من است
از بہر خدا اگوئے اللہ تو باز

جان نیز دہم و انچہ در قلب من است
یکبارگی اگر بگوئے اللہ تو باز

اشعار

زاں روز کہ بندۂ تو دانند مرا
ہر مرد ملک دیدہ نشانند مرا

لطف طاعت عنایتے فرمودہ است
ورنہ کیم چہ ام چہ خوانند مرا

در کوی تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

دیدار دوستان موافق غنیمت است
چوں یافتیم حیف بود گر رہا کنیم

بہ شغل جہاں رنج بردن چہ سود
کہ روزی بکوشش نباید فزود

بدنبال روزی چہ باید دوید
تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

ہر لحظہ کہ در شوق جمال تو شوم غرق

جُز روئے تو در پیش نظر جلوہ گری نیست

چو درویش را کار بالا کشید
بیک لحظہ سر در ثریا کشید

چناں غرق گردید دریائے عشق
کہ یکدم سر از عشق بالا کشید

گر نیک شوم مرا از ایشاں گیرند
ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

گر می ندہد ہجر تو وصلت یارم
خاک سر کوئے تو کار دارم

ہر کہ با دوست عہد کرد شکست
عاقبت کشتہ شد چو بد عہد ل

جان دہم از برائے جانان من
مگر بود صد ہزار جان در تن

کرامات (۷) و کمالات

مندرجہ بالا عنوان کرامات و کمالات کے متعلق اگرچہ حضرت باوا صاحبؒ کی ذات مستغنی ہے۔ اور وہ اسبات کو ناپسند کرتے ہیں۔ کہ اظہارِ کمالات کیا جائے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے

"اظہارِ کرامت ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ پست حوصلوں کا کام ہے۔ مشائخ طبقات نے بھی اظہار حال کو پسند نہیں فرمایا۔ بس درویشوں کو چاہیئے۔ کہ ایسے بنے رہیں۔ کہ لوگ اُسے یوں کہیں۔ کہ یہ کچھ بھی نہیں۔ ایسے ہی شیخ سعدالدین محمود رح کا بھی خیال ہے۔ وہ اور بہت عرصہ تک ساتھ رہے وہ فرماتے تھے۔

"کہ جس نے اظہار کرامت کیا اُس نے ایک فرض کو ترک کر دیا"

اسی طرح ایک دن خواجہ حسن نوری رحمۃ اللہ علیہ دجلہ کے کنارے پہنچے۔ جہاں ماہی گیر نے جال لگا رکھا تھا۔ خواجہ حسن نوریؒ نے فرمایا۔

"اگر مجھ میں کرامت ہوگی تو ڈھائی من کی مچھلی اس میں پھنسیگی"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یعنی ڈھائی من کی مچھلی ماہی گیر کے جال میں پھنسی۔ مگر اسبات کی خبر جب حضرت جنیدؒ بغدادی کو پہنچی۔ تو

اُنہوں نے غصہ کی حالت میں فرمایا۔
"کاش اُس جال میں سانپ پھنستا اور وہ سانپ خواجہ حسنؒ کو کاٹتا۔ تاکہ وہ شہید مرجاتا۔ اب کیا خبر۔ کہ اُس کا کیا حال ہوگا۔"
یہ ارشاد حضرت باوا صاحبؒ کے ہیں۔ لیکن ہم جیسے گنہ گاروں کی روحانی و ذہنی ترقی کیلئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی سوانح حیات میں مجمل طور آپ کے کشف و کرامات کا کچھ اظہار بھی کردیا جائے۔ تو یہ کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ جسطرح بقول حضرت باوا صاحبؒ۔
"جب درویش اسرار دوست سے غنی ہوجاتا ہے۔ پس اگر وہ زبان سے کچھ کہے تو کوئی عیب کی بات نہیں ہے۔ یہ اس لئے۔ کہ جب اُس کے باطن میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں ہے۔ تو اب وہ اُس کو کہاں پر رکھے۔"
اس طرح کا کشف اسرار حقیقت کے کشف و کرامات کا اظہار کرنا جوازات سے ہے۔

ایک روز حضرت باوا صاحبؒ جبکہ مریدوں کو مسائل معرفت سے آشنا کررہے تھے۔ ایک بڑھیا روتی پیٹتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی باوا صاحبؒ نے اُسے ایسی حالت میں دیکھکر فرمایا۔
"میرے پاس آ۔" وہ بڑھیا جب قریب آئی تو نہایت تشفی و تسلی دیکر چپکے سے اُس کا حال دریافت کیا۔ بڑھیا نے کہا۔
"حضرت تیس۳۰ برس ہوئے میرا بیٹا مجھ سے جُدا ہوگیا ہے۔ مجھے اُس کے جینے مرنے کی بھی خبر نہیں ہے۔ دن رات اسی کی مفارقت میں بے چین رہتی ہوں۔"

یہ حال سُنکر حضرت باوا صاحب رحؒ نے مراقبہ کیا۔ کچھ دیر بعد سر اُٹھایا۔ اور بڑھیا سے فرمانے لگے۔

"خاطر جمع رکھ تیرا بیٹا آجائے گا۔"

بڑھیا یہ بات سُنکر خوشی خوشی اپنے گھر چلی آئی۔ ابھی اُسے اپنے گھر آئے ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تھی۔ کہ اُس کے گھر کا دروازہ کسی نے کھٹکھٹایا۔ بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ تو اپنے لڑکے کو دیکھکر اُس کی خوشی کی کوئی انتھا نہ رہی۔ جب اُس بُڑھیا نے اپنے بیٹے سے پوچھا۔

"بیٹا اتنا عرصہ تو کہاں تھا۔ اور اس وقت تو کہاں سے آرہا ہے۔"

تو اُس نے کہا۔

"اماں جان میں یہاں سے تقریباً دو ہزار کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ یکایک میرے دل میں تمہاری یاد آئی۔ ابھی میں اسی فکر میں تھا۔ کہ ایک بزرگ سفید ریش خرقہ پہنے ہوئے نمودار ہوا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا۔

"تو کس لئے فکرمند ہے۔"

میں نے تمہاری یاد کا حال اُس سے کہا۔ تو اُس بزرگ نے کہا۔

"آ میں تجھے تیری ماں کے پاس پہنچا دوں۔"

میں نے اُن بزرگ سے عرض کیا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہاں بغداد اور کہاں ہند آپ مجھے کیسے پہنچا سکتے ہیں۔"

اس پر اُس بزرگ نے فرمایا۔

"تو صرف اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیکر اپنی آنکھیں بند کر لے"۔

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب آنکھ کھولی۔ تو میں نے اپنے آپکو اس گھر کے سامنے پایا"۔

بڑھیا۔ یہ واقعہ سنتے ہی سب کچھ سمجھ گئی اور اُسی وقت حضرت باوا صاحب رح کی خدمت میں اپنے بیٹے کو لیکر حاضر ہوئی اور دونوں ماں بیٹے تمام عمر آپ کے معتقد رہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک بوڑھا جوگی حضرت باوا صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر جب وہ اپنے مذہب کے مطابق آداب بجالانے کیلئے زمین بوس ہوا۔ تو حضرت یعنی باوا صاحب رح کی ہیبت کے مارے زمین سے سر نہ اُٹھا سکا۔ جھکے کا جھکا ہی رہ گیا۔ یہ حالت دیکھتے ہی حضرت باوا صاحب رح نے بلند آواز سے فرمایا "کہ تو اپنا سر تو اُٹھا" یہ حکم سنتے ہی اُس جوگی نے اپنا سر اُٹھایا اور ہاتھ باندھکر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت باوا صاحب رح نے اُس جوگی سے پوچھا۔

"اے جوگی تو کہاں سے آیا ہے"؟

لیکن باوا صاحب کے رعب و ہیبت کے مارے اُس جوگی کی زبان نہ کھل سکی۔ چنانچہ حضرت باوا صاحب رح نے اپنے حاضرین مریدوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔

یہ جوگی ہمارے پاس صحبت کرنے آیا تھا۔ جب اُس نے زمین بوسی کی تو مجھے اس کا یہ فعل ایسا ناگوار گذرا۔ کہ میرے دلمیں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ اس کا سر زمین سے ہی چپکا رہے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہر چند یہ سر اُٹھانا چاہتا تھا۔ لیکن اُس سے نہ اُٹھ سکتا تھا۔ جب اس نے محبت اور آزمائش کر لیے اپنے دل میں توبہ کی۔ اُس وقت میں نے اُس کو سر اُٹھانے کے لئے کہا۔ اگر میں نہ کہتا۔ توانشاء اللہ اس کی زندگی تک اس کا سر زمین سے جُدا نہ ہوتا" اس کے بعد حضرت باوا صاحبؒ اس جوگی کی طرف مخاطب ہوئے اور اُس سے پوچھا۔

"کہ بتا تو نے اپنا کام کہاں تک انجام دیا ہے ؟"

جوگی نے جواب میں یہ عرض کیا۔

"ہم جوگیوں کا کمال فقط اسقدر ہے۔ کہ ہوا پر اُڑنے لگیں پس میں نے بھی یہ کمال حاصل کر لیا ہے"

جوگی کا یہ جواب سُنکر حضرت باوا صاحبؒ نے فرمایا۔

"ہم تیرا ہوا میں اُڑنا دیکھنا چاہتے ہیں"

چنانچہ وہ جوگی ہوا پر جب اُڑا۔ تو حضرت باوا صاحبؒ نے اپنی نعلین مبارک ہوا کی طرف پھینکدیں۔ اللہ تعالےٰ کے حکم سے وہ نعلینیں جوگی کے سر پر پڑنے لگیں۔ اور جوگی بہت جلد زمین پر آگیا۔ اور اُس کے دل میں یہ یقین ہو گیا۔ کہ جس بزرگ کی جوتیاں یہ کمال رکھتی ہیں وہ خود کس قدر باکمال ہوگا۔ چنانچہ حضرت باوا صاحب رح کے سامنے وہ جوگی مسلمان ہو کر واصلان حق میں شامل ہوا۔

ایک روز آپ کی خدمت میں چند صوفی بیت المقدس سے تشریف لائے۔ ان کے ساتھ ایک درویش بھی تھے۔

حضرت باوا صاحب رح نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔

سب بیٹھ گئے تو اُن میں سے ایک درویش حضرت باوا صاحبؒ کے چہرہ مبارک کو بار بار دیکھکر اپنا سر نیچا کر لیتا تھا۔ آخر اُس سے ضبط نہ ہوسکا۔ اور وہ کھڑا ہوکر حضرت باوا صاحب رح کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا۔

"حضرت میں نے تو آپ کو بیت المقدس میں جاروب کشی کرتے دیکھا ہے۔ اور آپ نے مجھے اپنا نام فریدؒ ساکن اجودھن بتایا تھا۔؟"

حضرت باوا صاحبؒ نے یہ بات سُنتے ہی فرمایا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ لیکن ہم نے تو تم سے کہا تھا کہ اس بات کو کسی سے نہ کہنا"

یہ ارشاد سُنتے ہی وہ درویش نادم ہوا۔ اس کے بعد حضرت باوا صاحبؒ نے فرمایا۔

"سُنو! خدا کے بندے جس جگہ بیٹھتے ہیں وہیں خانہ کعبہ وہیں عرش وہیں کُرسی۔ اور وہیں ساری خدا کی پیدائش اُنکے سامنے ہوتی ہے"

ایک دن غزنی کا رہنے والا شہاب الدین درویش جو آپکے مریدوں میں سے تھا حضرت باوا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس کو بٹھایا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو اُس نے حضرت باوا صاحب کے سامنے پچاس دینار پیش کرتے ہوئے عرض کیا "حضرت یہ والی لاہور نے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں"

حضرت باوا صاحب رح نے یہ سُنتے فرمایا شہاب الدین یہ تو نے اچھا وطیرہ اختیار نہیں کیا۔ درویشوں میں یہ عادت نہ ہونی

چاہیئے!" ح

حضرت بادا صاحب رح سے یہ بات سنتے ہی شہاب الدین نے پچاس دینار اور نکال کر پورے سو دینار حضرت بادا صاحب رح کی خدمت میں پیش کیئے۔

(بات در اصل یہ تھی۔ کہ والیٔ لاہور نے شہاب الدین کی معرفت بادا صاحب کی خدمت میں سو دینار روانہ کیئے تھے۔ لیکن شہاب الدین نے حضرت بادا صاحب رح کی خدمت میں پہلے پچاس ہی پیش کیئے تھے اس لئے حضرت بادا صاحب رح نے فرمایا تھا۔ کہ یہ وطیرہ اچھا نہیں)

آخر بادا صاحب رح نے شہاب الدین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اگر میں یہ بات نہ کھولتا تو تیرا کام خراب ہو جاتا۔ اور تو اپنے مقصد کو نہ پہنچتا۔ لے اب یہ سو کے سو دینار ہی تجھے دیئے جاتے ہیں مگر اب تجھے از سر نو بیعت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ تیری پہلی بیعت میں خلل آگیا ہے۔ اور یہ سو دینار اس لئے دیئے جاتے ہیں۔ کہ تیرا وقت آخر آگیا ہے۔ اب جو کچھ تجھے کسی کو دینا لینا یا وصیت کرنی ہے کر لے"

ایک دن آپ کی خدمت میں پانچ درویشوں نے یہ عرض کیا۔

"ہم لوگ مسافر ہیں اور خانۂ کعبہ کو جانا چاہتے ہیں۔ لیکن زادِ راہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ اگر کچھ خرچ مرحمت ہو جائے تو ہمارا یہ سفر مبارک اطمینان سے ہو جائے"

حضرت بادا صاحب درویشوں کا یہ سوال سنکر کچھ متفکر سے ہوئے اور اسی وقت آپ نے مراقبہ کیا۔ اس کے بعد چند چھوہاروں کی گٹھلیاں اٹھائیں۔ اور ان پر کچھ پڑھکر دم کر کے وہ گٹھلیاں ان درویشوں

کے حوالے کیں۔ وہ درویش حیرت میں تھے۔ کہ ان گٹھلیوں کو ہم کیا کریں گے۔ مگر حضرت باوا صاحب رح نے نور باطنی سے اُن درویشوں کے دل کا حال بھانپ کر فرمایا۔

"تم دیکھو تو"

چنانچہ جب اُن درویشوں نے اُن گٹھلیوں کی طرف نظر کی تو سونے کی پائیں لہ

غرضکہ آپ کے کشف و کرامات اس قدر ہیں۔ کہ ان کو اگر معرض تحریر میں لایا جائے تو ایک علیحدہ کتاب بن سکتی ہے لہٰذا انہیں چند واقعات عام پر اکتفا کرتے ہوئے یہاں ہم باوا صاحب کا آخری ارشاد درج کرکے آیندہ صفحات پر اوراد و وظائف آپ کے فرمودہ عملیات ناظرین کی ترقی دین و دُنیا کے لئے تحریر کریں گے۔

چنانچہ حضرت باوا صاحب رح کا ارشاد ہے۔

"میرے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اے فرید خداوند کریم نے تمہیں وہ درجہ عنایت فرمایا ہے۔ کہ جو تیرا یا تیرے مریدوں میں سے کسی کا یا تیری اولاد میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہوگا وہ نہ فقط دوزخ کی آگ سے محفوظ رہیگا۔ بلکہ جنت میں داخل ہوگا"

لہ بدرالدین اسحاق سے روایت ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان گٹھلیوں پر درود شریف پڑھکر دم کیا تھا۔

چنانچہ میرے کانوں میں بھی ہزار ہا بار ندائے غیب سے یہ صدا پہنچی ہے۔ کہ
"فرید اجودھیا بندۂ نیک بخت است"

(۸)

اوراد و وظائف

مندرجہ ذیل عملیات حضرت باوا صاحب رہ کے فرمودہ ہیں جن پر آپ خود عامل تھے

دوزخ سے بچنے کے لئے

آپ کا ارشاد ہے۔
"کہ میں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے اوراد میں پڑھا ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ کہ جو شخص۔ ماہِ ذی الحجہ میں سورۃ فجر پڑھتا رہے۔ خداوند کریم اُسے دوزخ سے نجات عطا فرمائے گا"

عرفہ کے دن نماز ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پچاس دفعہ پڑھے۔ اور سلام کے بعد ایکہزار دفعہ سورۃ اخلاص پڑھے پھر درگاہِ ایزدی میں جو دعا کرے گا۔ وہ مقبول ہوگی ⁂

ہر ایک مشکل کی آسانی کیلئے

آپ کا ارشاد ہے۔

"جو شخص کسی مصیبت کے وقت "اقوی معینٌ واحد دلیلٌ بحق ایاک نعبد وایاک نستعین" ہزار مرتبہ پڑھے اسکی مشکل آسان ہوگی"۔

دیگر:۔ "جو شخص ہر روز بلا ناغہ قرآن مجید کی یہ آیت "رب ھب لی من لدنک ذریۃ طیبۃ انک سمیع الدعاء" پڑھتا رہے۔ اُس کی ہر مشکل آسان ہوگی اور جس چیز کا خواہشمند ہوگا۔ خواہ اولاد کا ہی کیوں نہ ہو۔ خداوند کریم اُسے عنایت کرے گا۔"

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ

"جو شخص کسی رنج و غم میں مبتلا ہو وہ نماز صبح کی ادا کرکے یہ کلمات پڑھا کرے "لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا حی یا قیوم یا فرد یا وتر یا احد یا صمد"۔ انشاء اللہ اگر کسی طرح کا بیمار بھی ہوگا تو شفا پائیگا"۔

کشائش رزق کیلئے

"ایک روز میں حضرت قطب الدین بختیار اوشی کاکی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک شخص نے آکر سلام علیک کی۔ میرے پیر نے اُس سے فرمایا "بیٹھ جا" جب وہ بیٹھ گیا تو اُس نے عرض کیا "حضرت میں معاش سے تنگ رہتا ہوں"۔

میرے پیر روشن ضمیر نے فرمایا۔

"تو لاحول کیوں نہیں پڑھتا۔ ضرور پڑھا کر"۔

چنانچہ وہ شخص بہت بہتر کہکر بعد سلام علیک رخصت ہوا۔ لہذا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کا ورد کشائش رزق کیلئے اکسیر ہے"۔

"اور جو شخص مندرجہ ذیل کلمات کا ورد رکھے گا ہر بلا سے محفوظ و دین و دنیا میں شاد رہیگا۔

(۱) لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

(۲) فاستجبنا لہ ونجینا من الغم وکذلک ننجی المؤمنین

(۳) حسبی اللہ نعم المولیٰ ونعم الوکیل"

درازی عمر و ترقی مال اور نجات کیلئے

آپ کا ارشاد ہے۔ کہ

"میں نے حدیث رسول مقبول صلعم میں دیکھا ہے۔ کہ جو شخص نماز میں رکعات فرض کے بعد تین دفعہ سورۃ اخلاص اور تین دفعہ درود شریف پڑھکر یہ آیت "ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ بکل شئی قدرا" پڑھتا رہے گا۔ خداوند کریم اُس کی عمر و دولت میں ترقی کرے گا۔ روزِ محشر میں اُس کی نجات ہوگی"۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ

"میں نے یہ بھی سُنا ہے۔ کہ روز عاشورہ کے دن جو ستر بار "حسبی اللہ ونعم الوکیل ونعم المولیٰ ونعم النصیر" پڑھے خداوند کریم اُس کو بخشے گا"۔

دُرود شریف کے متعلق

حضرت باواصاحب رح فرماتے ہیں
"اگرچہ ہر قسم کے درود شریف پڑھنے کا ثواب یکساں ہے۔ مگر ہر ایک درود شریف کی فضیلت الگ الگ ہے۔ اگر مندرجہ ذیل پانچ درود شریف نماز میں کوئی شخص پڑھا کرے تو سب درودوں سے افضل ہے۔ اس کے پڑھنے والے کی ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ وہ پانچ درود شریف یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم صلّ علٰی محمّد بعدد من صلّٰی علیہ وصلّ علٰی محمّد بعدد من لم یصلّ علیہ وصلّ علٰی محمّد کما تحب وترضٰی ان یصلّ علیہ وصلّ علٰی محمّد ینبغی الصّلوٰۃ علیہ وصلّ محمّد کما امرتنا بالصّلوٰۃ علیہ۔"

چنانچہ اس درود شریف کی نسبت دو حکایتیں مشہور ہیں جو کتاب روضہ میں درج ہیں۔

پہلی حکایت تو یہ ہے کہ
"جب حضرت امام شافعی کا انتقال ہو گیا۔ تو ایک بزرگ نے امام صاحب کو خواب میں دیکھا۔ اور اُن سے دریافت کیا کہ کیا حال ہے؟ امام صاحب نے فرمایا۔ خداوند کریم نے مجھے ان پانچوں درود کی برکت سے بخش دیا۔"

دوسری حکایت اسطرح ہے۔ ایک روز جناب حضرت محمّد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے درمیان تشریف رکھتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض حضور پرنور صلعم کے دہنی طرف بیٹھے تھے۔ ایک شخص حاضر ہوا۔ اُسے حضور پرنور

صلعم نے اپنے یارِ غار ابوبکر صدیق کے پاس جگہ دی بلکہ اُن کے دل میں ہاتھ ۔ اُس شخص کو جگہ ملی ۔ اسپر ابوبکر صدیق کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید یہ آنے والا شخص حضرت جبرئیل علیہ السلام ہو ۔ کیونکہ سوائے اُن کے ایسی قدر و منزلت کسی اور کی نہیں ہو سکتی ۔ ابوبکر صدیق ابھی اپنے دلمیں یہ خیال کر ہی رہے تھے ۔ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ۔ کہ

" یہ شخص مجھپر اس قدر درود بھیجتا ہے ۔ کہ تم میں سے ایک بھی اس قدر درود نہیں بھیجتا " حضور پر نور صلعم کا یہ ارشاد سُنکر ابوبکر صدیق رضہ نے عرض کیا ۔

" یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ سلم یہ شخص شاید کچھ کھاتا پیتا نہ ہوگا بلکہ اسے دن رات درود شریف کا ورد ہی ہوگا "

اس پر حضور پر نور صلعم نے فرمایا ۔

" نہیں یہ بات نہیں ۔ یہ دنیا کے سب کام کرتا ہے ۔ صرف ایک مرتبہ دن کو اور ایک دفعہ رات کو مجھپر درود شریف بھیجتا ہے " (وہ درود شریف وہی ہے ۔ جو اوپر درج کر دیا گیا ہے)

اسی طرح آپ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا ۔ کہ

" جو شخص شب برآت یا شب قدر یا شب جمعہ ۔ یا شب معراج کی رات کو سو رکعت نماز پڑھے ۔ اور اس ترکیب سے پڑھے ۔ کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پانچ بار پڑھے ۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو تو سو دفعہ درود شریف پڑھے ۔ اس کے بعد سجدہ میں سر رکھکر جو کچھ خدا سے مانگے گا سو پائے گا

عذاب قبر سے بچنے کے لئے

ایک بار آپ نے اپنے مریدین سے ارشاد فرمایا۔ کہ
"میں حضرت قطب الدین بختیار اوشی کاکی رح کی خدمت میں حاضر تھا۔
چنانچہ اور لوگ بھی بہت سے مشائخ وہاں تشریف رکھتے تھے جن میں مولینا شہاب الدین قریشی مفتی شہر دہلی بھی موجود تھے باتوں باتوں میں عذاب قبر کا تذکرہ ہوا۔ جس پر مولانا شہاب الدین نے فرمایا۔ کہ
"میں نے دیکھا ہے۔ کہ جو شخص سورۃ۔ واقعہ سورۃ مزمل سورۃ والشمس سورۃ والیل۔ سورۃ الم نشرح کی تلاوت کرتا رہے وہ قبر کے خوف سے نجات پائیگا"
اس کے ساتھ ہی باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
"میں نے مولانا برہان الدین کی تفسیر میں پڑھا ہے۔ کہ جو شخص چاہے۔ کہ خداوند کریم مجھ پر برکت اور رحمت نازل کرے اور وہ کسی کا محتاج نہ ہو۔ تو یہ آیت پڑھا کرے۔
" ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا واخرنا وایۃ منک وارزقنا وانت خیر الرازقین "
ایک بار آپ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کی رات کو جو شخص اس طرح دو رکعت نماز ادا کرے۔ کہ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۃ فاتحہ شریف۔ اور پندرہ (۱۵) دفعہ سورۃ اذا زلزلت الارض پڑھے تو وہ تنگی قبر سے نجات حاصل کرے گا"
چنانچہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کہا کہ میں آپ کو ایک ایسا عمل بتاتا ہوں کہ جس پر عمل کرنے سے آپ کو سوائے خدا کے اور کسی کا خوف نہ ہوگا"

حضرت عبداللہؓ نے دریافت فرمایا۔

"وہ کیا عمل ہے؟"

اس شخص نے کہا۔

"آپ جمعہ کی رات کو دو رکعت نماز پڑھ لیا کریں۔ مگر اس طرح۔ کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پچاس بار پس تم قبر کے فرشتوں یعنی منکر نکیر سے بھی امان پاؤ گے"

نور ایمان روشن ہونے کے لئے

حضرت باوا صاحبؒ نے اپنے مریدوں سے برسبیل تذکرہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ

"کہ جو کوئی یہ چاہے۔ کہ میرے دل میں نورِ ایمان روشن ہو جائے تو اس کے لئے لازم ہے۔ کہ اس دعا کا ورد رکھے "ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انك على كل شئ قدير"

کافروں سے بچنے کے لئے

اسی طرح ایک روز ارشاد فرمایا۔ کہ

"جو شخص یہ چاہے۔ کہ کافر مجھ پر مسلط نہ ہوں۔ وہ اس دعا کو پڑھا کرے "ربنا لا تجعلنا فتنة للذين كفروا واغفر لنا ربنا انك انت العزيز الحكيم"

پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ

ہر ایک قسم کی بلا سے محفوظ رہنے کیلئے

دریں سے نے ابو طالب مکی کی کتاب (قوۃ القلوب) میں لکھا دیکھا ہے۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ جو شخص مندرجہ ذیل کو سوتے وقت پڑھ لیا کرے اس پر کسی بلا کا اثر نہ ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انت ربی لا الہ الا انت علیک توکلت وانت رب العرش العظیم ماشاء اللہ کان ومالم یشاء لم یکن اشہد ان لا الہ الا اللہ واعلم ان اللہ علی کل شئ قدیر وان قد احاط بکل شئ علما واحصی کل شئ عددا انی اعوذ بک من شر نفسی ومن شر غیری ومن شر کل دابۃ انت اخذ بناصیتہا ان ربی علی صراط مستقیم"

زہر کا اثر نہ ہونے کے لئے

اسی موقعہ پر حضرت باوا صاحب نے ارشاد فرمایا "کہ اگر کوئی شخص مندرجہ ذیل دعا کا ورد کرے تو اس پر نہ تو کوئی بلا عائد ہوتی ہے۔ اور نہ کسی زہر کا اثر ہوتا ہے۔ بلکہ اگر کسی زہر خور پر اس دعا کا دم کر دیا جائے۔ تو اس کا زہر زائل ہو جاتا ہے۔ بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ رب الارض ورب السماء بسم اللہ الذی لا یضر مع سمہ شئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم"

لیکن جیسے کہ حضرت باوا صاحب علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔

ادعیات و عمل کے متعلق ضروری ہدایات

"جب تک مرید (یا عامل) اپنے دل کو تمام آلائشوں سے پاک و صاف نہ کرے اُسوقت اُسے یہی خیال کرنا چاہیئے کہ وہ حالت گمراہی میں پھنسا ہے"

اس ارشاد کے متعلق ہر ایک شخص کو کسی قسم کا وظیفہ یا عمل پڑھنے سے قبل ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں پاک و صاف رہنا چاہیئے۔ اور نہایت عجز و انکساری سے رجوع کرنا چاہیئے۔ دلی یقین اور امید رکھنا بھی ضروری ہے۔

نیز کسی قسم کی اُمید و آرزو بر لانے کے لئے درگاہِ ایزدی میں دعا کرنے سے پہلے بھی دعا مانگنے والے کی یہی حالت ہونی چاہیئے۔ جو کہ عرض کی گئی ہے۔ علاوہ اس کے دعا کرنے سے پہلے صدقہ دینا بھی لازم ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اُس شخص کی دعا قبول نہ ہوگی۔ جسکی بیوی لہو و لعب میں گرفتار ہوگی۔

چنانچہ ان ہدایات کی نسبت حضرت باوا صاحب نے تین امور ارشاد فرمائے ہیں۔

(۱) دعا کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ضرور پڑھنی چاہیئے۔

(۲) اپنی بیوی کو ایسا زیور نہ پہنائے جسمیں ٹُن ٹُن یا چھن چھن کی آواز آئے کیونکہ حضور سرورِ عالم صلعم نے ایسے زیور کے پہنانے کو منع فرمایا ہے۔

(۳) دعا کے اول و آخر صدقہ دیوے"

(۹)

قرب الٰہی - یا - زمانۂ وصال

قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے زندگی بھر حضرت باوا صاحب رح نے جن صعوبات و مشکلات کا سامنا کیا ہے۔ اُس کا تذکرہ لاحاصل ہے۔ کیونکہ دُنیا بھر کے لوگ آپ کے فقر و فاقہ سے واقف ہیں۔ قرب الٰہی حاصل کرنا۔ دراصل ایسا ہی ہے۔ جیسے لوہے کے چنے چبانا۔ جو شخص خدا کا بندہ ہو جائے اور دُنیا میں اسی کا ہو کر رہے۔ اور اُسی کی راہ پر چلے اور اُسی کے حکم پر اُسکا ہر ایک کام ہو وہی اس مقام پر پہنچتا بھی ہے۔

اس امر کی نسبت حضرت باوا صاحب رح کا یہ ارشاد ہے۔

"جو شخص صدق دل سے اس راہ پر قدم نہ رکھے گا حاشا۔ کلّا مقام قرب تک کبھی نہ پہنچیگا"

سے راہ کہ رفتنہ از آں نہ نمودند
در سے کہ زدارین درکہ بروئکشودند
جاں در رہ دلہاست اگر میخواہی
تو نیز خیال تو کہ ایشاں بودند

خلفائے اعظم مُریدانِ خاص

غرضیکہ جب حضرت باوا صاحب معہ عیال و اطفال پاکپٹن شریف میں ہی رہے۔ اور آپ کی ذات ستودہ

صفات سے ہزار ہا بندگان خدا فیضیاب ہوئے۔ آپ کے مریدان خاص یا خلفائے اعظم میں سے ایک تو آپ کے عزیز حضرت سید علاؤالدین علی احمد صابرؒ ہیں جو آپ کے شاگرد رشید بھی ہیں۔ اور بچپن میں ہی آپ کے مرید بھی ہوئے۔ چنانچہ انکی نسبت حضرت باوا صاحبؒ یوں فرماتے ہیں۔

"میرے عزیز علی احمد صابر نے تین برس تک مجھ سے عربی فارسی کی کتابیں لمعانی فقہ حدیث شریف تفسیر منطق۔ وغیرہ پڑھتے رہے۔ اور ایسے ذہین نکلے کہ تین سال میں یہ سب علوم انھوں نے از بر کرلئے اگر کوئی اور لڑکا ہوتا تو وہ اسقدر علوم پندرہ برس میں تحصیل کرتا۔"

دوسرے خلیفہ اعظم خواجہ نظام الدینؒ ہیں جنھوں نے اپنی خلافت کے متعلق لکھا ہے

"میں ایک دن حضرت باوا صاحب رح کی خدمت میں حاضر تھا۔ وہاں اسوقت اور بھی میرے پیر بھائی حاضر تھے۔ حضرت باوا صاحب نے سب کے سامنے مجھے خلعت عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا

"میں نے ہندوستان کی ولایت مولینا نظام الدینؒ کے تفویض کی اور ان کو صاحب سجادہ مقرر کیا۔"

میں یہ سنکر آداب بجا لایا۔ اور حضرت باوا صاحب کے سامنے از راہ ادب میں نے اپنا سر جھکایا۔ آپ نے فرمایا۔

"اے ہندوستان کے ولی سر اٹھا۔"

حسب الارشاد جب میں نے اپنا سر اونچا کیا تو حضرت باوا صاحبؒ نے اپنے پیر روشن ضمیر کی یعنی حضرت شیخ قطب الدین بختیار ر

کاکی رحؒ کی دستار مبارک اپنے دست مبارک سے میرے سر پر رکھی۔ اور خرقہ مبارک پہنا کر عصا دیتے ہوئے فرمایا۔

"جاؤ دوگانہ ادا کرو"

جب میں نے قبلہ کی طرف رُخ کیا تو میرا ہاتھ تھا مکر اپنا ر دستِ مبارک آسمان کیطرف کرکے فرمایا۔

"جا میں نے تم کو اللہ کے سپرد کیا"

پھر فرمایا۔ "یہ سب کچھ تم کو اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میرے آخری وقت میرے پاس نہ ہوگے۔ اور یہ اتفاق کی بات ہے۔ کہ میں بھی اپنے پیر روشن ضمیر حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے سفر آخرت کے وقت ان کے پاس موجود نہ تھا۔ بلکہ ہانسی میں تھا"

ان ارشادات کے بعد حضرت باوا صاحبؒ نے شیخ بدرالدین اسحاق رح سے فرمایا۔

"کہ خواجہ نظام الدین اولیاء رح کے لئے سند لکھو"

جب وہ سند لکھ چکے تو حضرت باوا صاحبؒ نے وہ سند عنایت فرماتے ہوئے مجھے بغل میں دبایا۔ اور پھر یہ ارشاد فرمایا۔

"جا میں نے تجھکو اللہ تک پہنچا دیا۔ اب تم جاؤ لیکن ہانسی میں شیخ جمال الدین رح سے ملتے جانا"

مندرجہ بالا بیان حضرت نظام الدین اولیاء رح کا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت باوا صاحب نے اپنے سفر آخرت کے وقت سے پہلے ہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رح کو خرقہ خلافت عطا فرمایا تھا۔ اور وہ آپ کے مریدان کے خلیفہ

تھے۔ علاوہ ان ہر دو خلفاء یعنی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء و حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر رح۔

حضرت باوا صاحب رح کے اور بھی مرید بزرگ بلند پایہ تھے۔ ان بزرگان ملت میں سے چند نام یہ ہیں۔

(۱) صاحبزادہ بدر الدین سلیمان رح (۲) صاحبزادہ شیخ شہاب الدین گنج العلم رح۔ (۳) صاحبزادہ یعقوب رح (۴) صاحبزادہ نظام الدین شہید رح (۵) صاحبزادہ نصیر الدین رح (۶) برادر حقیقی شیخ نجیب الدین متوکل رح (۷) خادم شیخ دصارو رح (۸) جمال الدین قطب رح ہانسی۔ (۹) شیخ شہاب الدین رح (۱۰) بدر الدین اسحٰق رح غزنوی (۱۱) شیخ زین الدین دمشقی رح (۱۲) شیخ شکر زیر رح (۱۳) شیخ علی شکر بار رح (۱۴) شیخ علی اسحاق رح سیالکوٹی (۱۵) شیخ محمد سراج رح (۱۶) شیخ جمال رح (۱۷) شیخ عارف رح سیستان (۱۸) شیخ ذکریا رح (سندھ) (۱۹) شیخ جلال الدین رح (۲۰) شیخ رکن الدین رح (۲۱) سید محمد رح (۲۲) شیخ یوسف رح (۲۳) شیخ محمد شاہ غوری رح (۲۴) شیخ محمد رح (۲۵) شیخ حمید الدین رح مکانی (۲۶) برہان الدین صوفی رح (وغیرہم)۔

وفات حسرت آیات

باوجود اس کے کہ حضرت باوا صاحب رح کو قرب الٰہی حاصل تھا۔ لیکن (۸۹) سال کی عمر میں بھی آپ ہر نماز باجماعت ادا فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ باوضو اور باشریعت رہتے تھے۔ ریاضت و عبادت کی کثرت سے آپ کا جسم مبارک بالکل لاغر ہو گیا تھا۔ اس پر

بڑھاپا - اور بیماری - ایسی حالت میں بھی آپ نے عشاء تک کی نماز باجماعت ترک نہیں فرمائی - چنانچہ ایک روز جب کہ بیماری نے آپ کو بالکل نحیف کر رکھا تھا - اس روز نماز عشاء پڑھتے ہی آپ بے ہوش ہو گئے - جب آپ کو ہوش آیا تو دریافت فرمایا -

"میں نے نماز پڑھی ہے یا نہیں"

لوگوں نے عرض کیا -

"ہاں آپ نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے"

یہ سنکر آپ نے فرمایا -

"میرا دل چاہتا ہے - کہ ایک دفعہ اور نماز عشاء پڑھ لوں خدا جانے پھر کیا ہو"

چنانچہ جب آپ نے دوسری دفعہ نماز ادا کی تو پھر آپ بیہوش ہو گئے - تھوڑی دیر بعد جب آپ ہوش میں آئے تو پھر لوگوں سے یہی سوال کیا اسیطرح تیسری بار نمازِ عشاء ادا فرماتے ہوئے ہی سفر آخرت کر گئے -

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

اس سرچشمۂ روحانیات کی وفات حسرت آیات کے متعلق تمام شاعروں نے تاریخ لکھی ہے لیکن مندرجہ ذیل تاریخی اشعار عام طور مشہور ہیں - لہذا ان اشعار کو یہاں درج کرنا ضروری اور مناسب خیال کیا گیا ہے - ؎

فرید الدین کہ او گنج شکر بود

چو در ذات خدا شد محو بر خلق

مظہر گفت ہاتف سالِ نقلش
فرید الدین ولیٔ واصل حق

بیگماں پنجم محرم بود | کہ فرید از زمانہ نقل نمود
روز ترحیل او سہ شنبہ داں | کاندریں نیست حرف شک وگماں
سال شنقار او خلیل آمد | بر کمالات او دلیل آمد
بیگماں است سال حلت او | ز جہاں شد فرید آہ... بگو
سال نقلش باعتبار سند | گو شکر گنج بود محو احد
سال ترحیل آں فرید زماں | بیشک ریب اہل خلد بداں

روضۂ پاک و بہشتی دروازہ

آپ کا مزار گوہر بار پاک پٹن شریف میں موجود ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آپ کے مزار پُرانوار کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور اس مقرب ایزدی کی درگاہ سے اپنا دامن مقصود بھر لاتے ہیں۔ آپ کے روضۂ پاک کا دروازہ بہشتی مشہور ہے۔ جسکی نسبت یہ روایات مشہور ہیں۔

کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد جب آپ کے مرید خاص حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ آپ کے روضۂ انور پر تشریف لائے تو وہاں آپ نے خواب میں دیکھا۔

کہ اس دروازۂ بہشتی میں حضور پرنور حضرت محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم تشریف فرما ہیں

اور آنحضرت صلعم نے خواجہ صاحب رح سے فرمایا۔

"یا نظام من دخل فی ھٰذہ الباب کان امنا"

یعنی جو شخص اس دروازہ میں داخل ہوگا وہ امان میں ہے لہذا اس روایت کے بموجب یہ دروازہ بہشتی دروازہ کے نام سے منسوب ہے۔ اس دروازہ سے گذرنے کے لئے غریب و امیر معتقدین کے تئے حضرت باوا صاحب رح کا سرچشمہ فیض یکساں ہے۔ اور اسی وجہ سے آپ کے روضہ اقدس پر شاہ و گدا ایک ہی صفت میں نظر آتے ہیں ؛

آخر پر دعا ہے کہ خداوند کریم بہ طفیل حضرت باوا صاحب رح اس کتاب کے مؤلف۔ کاتب۔ پبلشرز قارئین کرام کو دین و دنیا میں سرخرو کرے ؛

آمین آمین ثم آمین

والصلوٰۃ والسلام علی محمد الامی وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلم

تسلیماً کثیراً کثیراً ۵

المشتہر
سستی کتابیں بارعائت قرآن مجید ملنے کا پتہ
ملک محمد آمین نبی بخش تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

استدعا

ناظرین والاتمکین:۔ اگر آپ واقعی کم خرچ اور بالانشینی:۔ یعنے عمدہ لکھائی چھپائی اور مضبوط و پائیدار طباعت و کاغذ نیز زبان کے لحاظ سے اردو ہو یا پنجابی۔ فارسی ہو یا عربی۔ یعنی قاعدے سیپارے قرآن شریف حمائل شریف یا مناجات قصہ جات دواوین سوانحات:۔ اور نہایت ارزاں

خرید نا چاہتے ہیں تو ہماری دُکان سے فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

ملنے کا پتہ

ملک محمد امین نبی بخش تاجران کتب کشمیری بازار

لاہور

کشف المحجوب (اردو)

یہ تصنیف لطیف سید اہل تجرید و شہنشاہ اہل تفرید شمع بزم رسالت و سراج
[illegible] جرعہ نوش بادۂ توحید قطب زماں شیخ مالک کون و مکان سیدنا حضرت
مخدوم علی بن عثمان الجلابی ثم الہجویری الغزنوی رضی اللہ عنہ المعروف
حضرت داتا گنج بخش رح کا ترجمہ از شیخ محمد اقبال حسین بی اے
اردو زبان میں خزینہ اسرار التصوف و گنجینۂ رموز معرفت ہے۔ اسمیں
حضرت داتا صاحب رض نے تصوف کے ابتدا اور اس کے مقامات اور
دیگر متعلقات جو صوفیاء کرام کو جاننے اور طے کرنے پڑتے ہیں تمام و کمال
بیان فرمائے ہیں۔ اسمیں اردو زبان نہایت سلیس اور صاف کاغذ لکھائی
چھپائی ایک مرتبہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان صفات کو مد نظر
رکھتے ہوئے قیمت صرف (عہ ۸/)

سوانح حیات حضرت علی صابر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت صابر صاحب رض کے زمانہ بچپن سے لیکر تا قید حیات تمام واقعات نہایت
خوش اسلوبی سے بیان کیے ہیں چھپائی لکھائی کاغذ عمدہ اور قیمت صرف (۸/)
نوٹ:- اگر آپ اپنے داموں کی بچت چاہیں تو ہر قسم کی مطبوعہ کتابیں طلب کریں

ملنے کا پتہ

ملک محمد امین نبی بخش تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

(منشی محمد یوسف کے اہتمام سے مشہور عالم پریس بیرون شیرانوالہ گیٹ لاہور میں چھپا)